

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

23

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقَاتِلُ اَشْرَفِيَا

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۳

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفتر پنجم جہد سوم

کلیدِ منشوی

جلد ۲۳

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نورانیہ مرقدہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

حکایت در تقریر این سخن کہ چندیں گاہ گفتگورا آرمودیم ملتے
 ایس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اپنے وقت ہم نے گفتگو کو آزایا، کچھ محنت
 صبر خاموشی نیز بیاز ماہیم
 ہم خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

اں یکے را در قیامت ز انتباه
 تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے
 سر سپیچوں نامہ لئے تعزیر
 تعزیر کے ظنون کی طرح ایک پیشانی کا لکھی
 جملہ فسق و معصیت اں یکسری
 وہ پورا ایک پورا فسق اور گناہ تھا
 آنچنان نامہ پلید و پرفال
 ایسا اعلان نامہ پاک اور وبال سے بھرا ہوا
 خود ہم اینجانہ خود را بہیں
 اس جگہ خود اپنے اعلان کو دیکھو
 موزہ چپ کش چپ ہم در دلا
 بایں موزے، بایں جوئے کو بھی دکان میں
 چوں نباشی راست میل کی چپی
 جب تو دایاں نہیں ہے، بھولے دایاں ہے
 آنکہ گل را شاہد و خوشبو کنند
 وہ جوہول کو محبوب اور خوشبو دار بنا دیتا ہے
 ہر شملے را مینسی او دہد
 وہ ہر بایں کو دایاں بن دے دیتا ہے
 گر چہی با حضرت او راست تھا
 اگر تو دایاں ہے اُنکے دربار میں دایاں بننا
 تو روا داری کہ ایں نامہ مہیں
 کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ ذیل اعلان
 ایں چنیں نامہ کہ مظلوم و سست
 ایسا اعلان جو ظلم اور زیادتی ہے پر

در کف آمد نامہ عصیاں سیاہ
 ہاتھ میں لگا ہوں کا سیاہ اعلان سر آگیا
 پُر معاصی متن نامہ وحاشیہ
 اعلان کا متن اور حاشیہ لگا ہوں ہے پڑھا
 ہمچو دارا الحرب پُر از کافری
 دارا الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا
 دریمیں ناید در آید در شمال
 دایاں ہاتھ میں نہیں آتا، بایں ہاتھ میں آتا ہے
 دست چپ شاید اں یاد رہیں
 وہ بایں ہاتھ کے لائق ہے ہا دایاں کے
 آں چپ انیش پیش از امتحاں
 تو آزمائے سے پہلے ہی اسکو بایاں سمجھ لیتا ہے
 ہست پیداعرہ شیر و پی
 شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے
 ہر چہ را راست فضل او کند
 اس کی مہربانی بایں کو دایاں کر دیتی ہے
 بحر را بہ مینے او دہد
 سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے
 تا بہ مینی دست برد و لطفش
 تاکہ تو اس کی مہربانیوں کا ثقب دیکھے
 بگندہ از چپ در آید در مین
 بایں ہاتھ سے موزہ کر دایاں میں آئے؟
 کے بود خود در خود را ند دست را
 دایاں ہاتھ کے مناسب کہہ ہوگا

حکایت پہلے اشعار میں
 خاموشی اور صبر اختیار
 کرنے کی تلقین تھی۔ اس
 حکایت میں بھی خاموشی اور
 صبر کے ساتھ اعلان صبر
 غور کرنے کی ہدایت ہے۔
 تعزیر کسی کے مرنے پر
 تعزیر کا جو خط لکھا جاتا تھا
 اُنکے اطراف کو سیاہ کر دیا
 جاتا تھا، اب بھی اخبارات
 میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈ
 کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔
 دارا الحرب وہ ملک جہاں
 کفر کے احکام جاری ہوں
 در تھیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت
 ہے اچھا اعلان دایاں
 ہاتھ میں آئے گا۔
 ملے خود ہم۔ انسان کو بھی
 خاموشی سے اپنے اعلان
 پر اس دنیا میں غور کر لینا
 چاہئے۔ موزہ چپ۔ دکان
 میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر
 پہننے سے پہلے ہی بھان لینے
 ہوا ہی طرح اعلان کر دینا
 از دست پہچان کر ہست
 جس طرح بندر اور شیر کی
 آواز جدا گانہ ہی اسی طرح
 اچھے برے اعلانوں کے
 آثار بھی جدا گانہ ہی محسوس
 الش کی قدرت میں ماہیت
 کو بدل دیتا ہے وہ برے
 کو بھلا بنا سکتا ہے۔
 ملے ہر شملے وہ ہر باری
 کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا
 ہے۔ مگر تجھی۔ اگر انسان اُنکے
 ملے تجھی ذلیل۔ فقہ
 پہلے بتاتا تھا کہ ظلم و جفا
 ہے پُر اعلان دایاں ہاتھ
 کے قابل نہیں اب بتاتا ہے
 کہ جفا سے ملوث اعضا
 نماز کے لائق نہیں ہیں۔

قصہ زاہد و زلی غیور و جفت شہنشاہ باکینزک باکس ماند

زاہد اور فرستہ بیوی اور ناہد کا لڑائی سے بہتری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن گوید کہ حال او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسا بات کہ کر اسکی حالت اس بات کے مناسب اور وہ بات اس کے

دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

و الارض ليقولن الله خدمت بے تکلیفیں کر دین و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ فرود کہیں کے اللہ ہے چہ کہ بت کی خدمت کرنا اور جان

و رفد لئے او نمودن چہ مناسب باشد یا جانیکہ و اند کہ خالق

و جان کو اس پر قربان کرنا کیا مناسب ہو گا اس جان کیجے جو جاتی ہے کہ

سماوات وارضین الہیت سمیعہ و بصیرہ حاضر

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر حاضر

و مرقبے مستولے و عتولے الخ

اور نگہبان غالب اور فرستہ خدا ہے

تھ سکن۔ انسان وہ

بات کہ جس کی تائید میں

کامل کر کے کفار زبان

سے خدا کے جھوٹا اقرار

کرتے ہیں اصل یہ کہ کفر

کے سامنے سجدے کرتے

ہیں۔

تھ ناہد۔ ناہد سے مراد

وہ متقی ہے جس میں نہ

ہو۔ ناگہ۔ پہلے شعر

کے دوسرے مصرع کی

علقہ ہے۔ آئے ہیں وہ

زاہد و زلی غیور و جفت

تھا۔ مراقب۔ نگراں۔

خلا۔ خلوت، تنہائی۔

لہذا تاملہ۔ اندر اور حکم

نوازدی کے بالقابل عقل

ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حاضر۔

نگراں غیر کہ ہر دور ہر وقت

بغیر اطلاع غرض اور ہرگز

طرح۔

ناہد کے رائد کے زن چو حور

ایک ناہد کی بیوی حدیسی تھی

ناگہ بد زن را کینزے مہوشے

کیونکہ بیوی کی ایک چاند بیسی لوند تھی

زن ز غیرت پاس شوہر داشتے

بیوی فیرت کی وجہ سے شوہر کی نگراں کرتی

مذتے زن شد مراقب ہر دورا

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگراں تھی

تا در آمد حکم و تقدیر آک

یہاں تک کہ ان کا حکم اور تقدیر آجی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف

افلاک کے بغیر جب اس کا حکم اور تقدیر آئی

بو در حمام آں زن ناگہاں

وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک

باکینزک گفت رو میں مرغ وار

لڑائی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا

رکشناک اندر حق اولیس غیور

انکے بارے میں ایک کہنوالا اور بہت جڑتھی

دردی زاہد بد از مے آتھے

زاہد کے دل میں اس کے عشق کی آگ لگی تھی

باکینزک خلوتش نگذاشتے

انکو تنہائی میں لڑائی کے پاس نہ چھوڑتی

تا کہ شاں فرصت نیفتد و زلا

تا کہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

عقل حارس خیرہ سرگشت تبا

نگہبان (بیوی کی عقل) ناکارہ اور تباہ ہو گئی

عقل کہ بود در قمر افتد خسوف

عقل کی چیز ہے؟ چاند میں گرے آ جاتا ہے

یادش آمد طشت در خانہ بد اس

اس کو طشت یاد آیا اور وہ گھوٹ تھا

طشت سیمیں را ز خانہ مایار

ہمارے گھر سے چاند کی کاٹھ لے آ

اَل کینرک نہ تہ جوں ایں شہید
 جب اُس نوذری نے یہ سنا اُنھیں جان بڑی
 خواجہ درخانہ مست خلوت ایں رہا
 آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
 عشق شش سالہ کینرک را بد ایں
 نوذری کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
 گشتہ پیراں جانبِ خادِ شتافت
 گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
 ہر دو عاشق را چناں شہوت
 دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا
 ہر دو باہم درخزیند از نشاط
 خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھر گئے
 یاد آمد در زماں زن را کہ من
 اس وقت بڑی کو یاد آیا کہ میں نے
 پندہ در آتش نہاد من بخولش
 میں نے خود روٹی کو آگ میں رکھ دیا
 گل فروشتہ ساز سر و جہاں بود
 سر سے بچی دھوئی اور کہاں ہو کر دوڑی
 اَل ز عشق جاں وید و ایں لیم
 وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف ہے
 سیر عارف ہر دے نہ تانت شہ
 عارف کی سیر ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہو
 گرچہ زاہد را بُود روزے شگرف
 اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غیبت ہے
 قدر ہر روزے ز عمر فرو کار
 کام کے انسان (مارف) کے ہر دن کی خدا
 عقلمند ایں سر بُود پیر وں در
 عقلیوں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں
 ترس موی نیست اندیش عشق
 عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
 کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی
 پس اُوں شد موی خانہ شادمان
 تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی
 کہ بیا بد خواجہ را خلوت خنیں
 کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پائے
 خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیت
 آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا
 کا احتیاط و یاد در بستن نبود
 کہ دروازہ کی کھڑکی لگا اور احتیاط یاد نہ کیا
 جاں بجاں پیوست آنم ز احتیاط
 اُس وقت وصل سے جاں بجاں پیوست ہو گئی
 چوں فرستادم ذرا سوسے وطن
 اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟
 اندر افگندم فچ نر را ہمیش
 میں نے نرمی سے کو بھیج کر بلا لیا
 در پے اُورفت و چادری کشید
 اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر کشتی تھی
 عشق کو ویم کو فسر قی عظیم
 کہاں عشق اور کہاں خوف، جہاں فرق ہے
 سیر زاہد ہر مے یکروزہ راہ
 زاہد کی سیر ہر سہید ایک دن کے راستہ پر ہو
 کے بُود یک روزا و تمسین الف
 اسکا ایک روز بیاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہو
 باشد از سال جہاں پیچہ ہزار
 زمانہ کے سال سے بیاس ہزار (سال) کی ہے
 زہرہ و دم ارب بدر دگو بدر
 زہم کا پتہ اگر پتے تو کہہ دے بہت جا
 جملہ قربانند اندر کشش عشق
 عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

لے آئے کینرک۔ اُس نوذری
 کو بھی اپنے آقا سے چھ سال
 سے عشق تھا اور تنہائی کی
 جہاں میں اس موقع کو غیبت
 سمجھ کر اس میں جاں بڑی تھی
 اور اس خیال سے کہ آقا سے
 تنہائی میں ملے گی گھر کی
 جانب دوڑ پڑی۔
 سنا کہ گفت۔ وہ نوذری گھر
 پہنچی تو آقا خلوت میں پایا۔
 وہ نفس میں دروازے کی
 کھڑکی سے ناظر تھا خوش۔
 احتیاط خیال نہ تھا۔ وہ نفس میں
 گھر پہنچا۔ نوذری اور آقا کا
 تنہائی میں جہاں ایسا ہی ہے
 جیسا کہ روٹی میں چھ لگا لگا
 دینا۔ فچ۔ سیر عارف۔ پتہ
 چلی۔ میں وہ مانی تھی جہاں کو
 کمران کرنے کے لئے تھے
 سر پر لگے کھی تھی۔
 لے آئے۔ لی لی اور نوذری
 کی روش میں بہت فرق
 تھا۔ لی لی ڈر سے جاگ
 رہی تھی اور نوذری عشق
 کی وجہ سے سیر عارف۔
 یہی حال عارف اور زاہد
 کی سیر الی اللہ کا ہے عارف
 کی سیر عاشقانہ ہے اور
 زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے
 گرتی۔ زمانہ و مکان کا
 قبض اور بسط اللہ تعالیٰ
 کی قدرت ہیں۔ عارف
 کے لئے حقوق سارا وقت جہاں
 کہ اس قدر وسیع ہو جاتا
 ہے کہ وہ جہے سے بڑا کام
 اس صورت سے وقت میں
 کر گزرتا ہے عارف کا ایک
 روز بیاس ہزار سال کی
 برابر جاتا ہے اور وہ
 قریب کے ان مقامات کو
 جزا بہ بیاس ہزار سال ہی

عشق و وصف ایز دست انا کو

عشق؟ اللہ کی صفت ہے یکساں خوف

چوں بختیور بخواندی از بنے

جب تو نے قرآن میں مجھ کو پڑھا

پس بختیور صفت حق الٰہی عشق نیز

پس بخت کو اللہ تعالیٰ کی صفت کہ عشق کر بھی

وصف حق کو و وصف مشتاق کو

کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کہ انک کی بھی کی صفت

شرح عشق ازمیں بگویم بزرگام

میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں

زائیکہ تاریخ قیامت احدت

کہیں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے

عشق را یا نصیب پرست بُہر پیچے

عشق کے پانچوتھ پر ہیں اور ہر پر

زادہ باترسمیں تا زوہبیا

خوف زوہ زادہ پاؤں سے دوڑتا ہے

چہ مجال بادیا برق اے پسر

اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کب مجال

کے رسد میں خافان در گرد عشق

عزیزانے عشق کی گزند کہیں پہنچ سکتے ہیں

جز مگر آید عنایت ہائے ضو

اِس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آہیں

از قش خود و زوشت خود باز رہ

اپنے نشاے اور اپنی آرائش سے باز رہ

وصف بندہ مبتلائے فرج و جو

شوہ گاہ اور بیت میں مبتلا بندے کی صفت پر

باجتہم شوق رس در مطلبے

مطلب کے بارے میں مجھ کا ساتھی بن

خوف نمود و صفت داں آغوز

ایسے یا سہ: خوف مٹا دینے کی صفت کہ بھی

وصف عارف کو و وصف پاک کو

کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

صد قیامت بگذر و آں ناتمام

تزلزلات میں گذر جائیں اور ناتمام رہے

حد کجا آنجا کہ وصف ایز دست

اُس کی انتہا کہاں جو خدا کی صفت ہے

از فراز عرش تا تحت الارض

عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

عاشقان پیراں تر از برق و ہوا

عاشق بھی زیادہ تیز اڑنے والے ہیں

چونکہ اودر راہ حق بکشا دپر

جبکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پڑ گویے

کاسما نرا فرشت سازد در در عشق

کیونکہ عشق کا دروازہ ان کو فرشتہ بنا دیتا ہے

کز جہان وزیں روش آزاد شو

کہ دنیا اور میں روش سے آزاد ہو جا

کہ سوی شایف آں شہباز رہ

کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پالا ہے

لے کرے ایک دن میں لے کر لیتا ہے۔

لے قدر: عارف اپنے

ہر دن میں وہ کام کرتا ہے

جو زاہد پچاس ہزار سال میں

کرتا ہے۔ عقلاً۔ یہ زمانہ

کے بسط اور قبض کا معاملہ

صل اور دم نہیں سمجھ سکتے

ہیں۔ تیس عشق اور خوف

کا فرق پھر بیان کیا ہے۔

نیتلا: انسان شہوت اور

سہوک کا غلام ہے لہذا اُس

کی صفت خوف ہے اللہ

کی صفت عشق ہے۔ چونکہ

نیتلا: قرآن پاک میں ہے

یٰٰعبدیٰ ذی شہوت وہ اللہ تعالیٰ

اُس سے محبت کرتا ہے اور وہ

لے عشق را جس قدر

زیادہ پڑھوں گے اسی

قدر پرواز زیادہ ہوگی۔

تاہ: ناہ کے خوف کی سیر

پاؤں کے ذریعہ ہے حادث

کی پرواز پانچویں دن والے

عشق کے ذریعہ ہے چو کمال

ہوا اور بجلی کی پرواز راہ خدا

میں ممکن نہیں ہے۔ کے قدر

زادہ جو خائف ہے عشق

کی گزند بھی نہیں پہنچ

سکتا ہے۔

لے چو کہ اگر اللہ کا نواہد

کی کو شگہری کرے تو پھر اُس

کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو

سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

لے چو کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کمال ہے اور محبت کے

کمال کو بھی عشق کہا جاتا ہے لہذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا۔ انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت

خداوندی کا پرتو ہے۔ اصل نہیں ہے۔ وصف حق عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرح عشق۔

اللہ کی صفت عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود و محدود میں نہیں

سنا سکتا لہذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

ایں قس و دش ہست جبر و اختیار
یہ قسٹ پا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے

از و رای ایں دو آمد جذب یار
دوست کی کشش کان دونوں سے ہلا ہے

پسیدن زن بخانہ و جدا شدن ز اہداز کینرک و رسوا شدن
بیوی کا محبت پہنچ جانا اور زناہ کا لڑائی سے ٹیس پر جانا اور رسوا ہونا

چوئل پسداک زن بخانہ در کشاد

جب بیوی پہنچی اس نے گھر کا دروازہ کھولا

اں کینرک جت آشفہ زماز

وہ لڑائی پریشان حال ساز و صانع سے بھاگ

زن کینرک را پیر و لبہ بدید

بیوی نے لڑائی کو پریشان حال دیکھا

شوئی خود را بدید قائم در نماز

اس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا

شوئی را برداشت و اٹن بخاطر

اس نے بے کلمے شوہر کا دامن ہٹایا

از ذکر باقی نطفہ می چکبید

شرعاً سے باقی نطفہ نیک رہا تھا

بر سرش زردیسی و گفت مہیں

میں نے اس کے سر پر زردیسی ڈالی اور بولی بھول

لائی ذکر و نماز ست ایں ذکر

یہ شرماء ذکر و خداوندی اور ناز کے لائق

نام سب ظلم و فسق و کفر و کیں

ظلم اور فسق اور کفر اور کین سے بھرا ہوا احاطا

گرچہ پرسی گبرا کا کیں آسماں

اگر تو لڑے دیانت کرے کہ یہ آسمان

گویدا کیں آفریدہ آں خدا

وہ کہے گا کہ یہ اس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے

بانگ در در گوش ایشان رسد

دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

مرد بر جت و درآمد در نماز

مرد گویا اور نماز میں لگ گیا

در ہم و آشفہ و زنگی مرید

گروہ اور برہم اور حیران اور سرکش

در گمان افتاد زن راں اہتر از

اس حرکت سے بیوی مضربیں بڑھتی

دید آلودہ منی خصیہ و ذکر

غصہ اور شرماء کوئی سے سنا ہوا دیکھا

ران و زانو گشت آلودہ و ملید

ران اور زانو آلودہ ادا ناپاک ہو گئے تھے

خصیہ مرد و نمازی باشد ایں

نمازی انسان کے خبیثے ایسے ہوتے ہیں

و ایں چنین ران و زمار پر فذر

اور ایسی گندی ران اور شرماء

لائق است انصاف اندیشیں

انصاف کر، دائیں اٹھ کے لائق ہے

آفریدہ کیست من خلق جہاں

اور جہاں کی مخلوق میں کی پیدا کی ہوئی ہے؟

کافریش بر خدائیش گواست

جس کی خدائی پر اس کی خلاق گواہ ہے

ہست لائق با چنین قرار او

اس کے ایسے اعتبار کے مناسب ہے؟

تقتن ہ غوی کے

پیدا کا شاپا و جتن آرائش

تقتن و دش سے جبر و اختیار

نذوم مراد ہے، عشق سے

ہذب پیدا ہوتا ہے اور ہبت

جبر و اختیار سے ہلا ہے۔

کلیہ چون رسید۔ لی لی نے

گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس

کی آواز آقا اور لڑائی تک

پہنچی۔ جزو آقا اپنی حالت

چھپانے کے لئے نماز کی نیت

باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوئی

لی لی نے لڑائی کو پریشان

حال دیکھا اور آقا کو نماز میں

دیکھا تو لی لی کشش میں پڑ گئی

اور صبح صوبت حال نہاں

سکی۔

لے باتیں میں کئی کاہن

پر عرش۔ لی لی نے آقا کے

سر پر دست مارا۔ بختیں بھول

ناہم پر ظلم جس طرح انسان

کا انجام ہوتا ہے آفریدہ ہیں

ناز کے لائق نہیں ہے اسی

طرح بڑا امان نہ دانی؟

کے لائق نہیں ہے۔

کلیہ چون رسید۔ لی لی نے

گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس

کی آواز آقا اور لڑائی تک

پہنچی۔ جزو آقا اپنی حالت

چھپانے کے لئے نماز کی نیت

باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوئی

لی لی نے لڑائی کو پریشان

حال دیکھا اور آقا کو نماز میں

دیکھا تو لی لی کشش میں پڑ گئی

اور صبح صوبت حال نہاں

سکی۔

لے باتیں میں کئی کاہن

پر عرش۔ لی لی نے آقا کے

سر پر دست مارا۔ بختیں بھول

ناہم پر ظلم جس طرح انسان

کا انجام ہوتا ہے آفریدہ ہیں

ناز کے لائق نہیں ہے اسی

طرح بڑا امان نہ دانی؟

کے لائق نہیں ہے۔

کلیہ چون رسید۔ لی لی نے

گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس

کی آواز آقا اور لڑائی تک

پہنچی۔ جزو آقا اپنی حالت

چھپانے کے لئے نماز کی نیت

باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوئی

فَعَلَّ اَوْ كَرِهَ دَرُوغَ اَنْ قَوْلًا

اس کے من نے اس کی بات کو جھٹلادیا
پس دروغ آمد ز ستر پاي می او
وہ سرے پاؤں تک ایسا جھٹلاتا ہوا
روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی
دست و پا بدید گواہی بایاں
انکے اقدام پاؤں و قامت کیساتھ گواہی دے

تاشدا و لائق عذاب و مہول را

یہاں تک کہ وہ عذاب اور ذرا کا سخت ہو گیا
کہ اگر شرش دہم اے طای او
کہیں اس کی شرش کروں قرآن پر انیس ہے
ہم ز خود ہر مجھ سے رسوا شود
ہر خطا کار خود رسوا ہو جائے گا
برفساد او و پریش مشتقان
خدا کے سامنے اس کی خرابی پر

دست گوید من چنین دزدیدہ ام

باتو کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے
پای گوید من شدتم تاشد منی
اؤں کہے گا میں تم اس کی جانب گیا ہوں
چشم گوید کہ وہ ام غمزہ حسام
آنکھ کہے گی میں نے حرم اشارہ کیا ہے
پس دروغ آمد ز ستر پاي خوش
قرن سرے پاؤں تک جھٹلاتا ہے
آنچنان کہ در نماز با فروغ
جس طرح پُر نور مسابز میں

لب گوید من چنین بوسیدہ ام

ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ دیا ہے
فرج گوید من بکردستم زنا
شرعاً کہے گی میں نے زنا کیا ہے
گوش گوید چیدہ ام سوا کلام
کان کہے گی میں نے بڑی بات چنی ہے
کہ دروغ کر دم اعضاء خوش
کیونکہ اس کے اعضاء نے اس کو جھٹلادیا
از گواہی خضیہ شد زرقش دروغ
خضیہ کی گواہی سے اس کا کہ جھٹلاتا ہوا

پس چناں کن فعل کل و غیر لہا

قرایا میں کر کہ خود بغیر زبان کے
تا ہمہ تن عضو عضو اتے لیسر
اے جیٹ! تاکہ تیرا عضو عضو
رفتن بندہ پئے خواجہ گواست
ظاہر کا آقا کے پیچھے چلتا ہوگا ہے
گر سیر کردی تو نامہ عمر خویش
تو اگر تو نے اپنی زندگی کا نامہ تار مار کر دیا
عمر گر گذشت بخش ایندم است
اگر عمر گزر گئی ہے اس کی بڑا ہی ہے

باشد آشنہ رفتن و عین بیاں

آشنہ بڑ کہنا اور بعینہ بیان ہے
گفتہ باشد آشنہ اندر رفع و ضر
رفع اور نقصان میں آشنہ کہہ دے
کہ منم محکوم و ایس مولائے ماست
کہیں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے
تو بدین زاتہا کہ کردستی تو پیش
جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے
آپ تو بیاں دہ اگر او بے ممت
اگر وہ خشک ہے اسکو توبہ کا پانی دے

تھے فعل اور وہ کا فرض
لاصل اس کے قول کو جھٹلادیا
ربا ہے وہ یقیناً عذاب کے
لائق ہے۔ روزِ محشر محشر
کے دن ہر دھل چھپی بات
ظاہر ہو جائے گی خود مجرم
کے ہاتھ پاؤں اس کے
عقاب تمام باتیں ظاہر
کر دیں گے۔

ملے فتنہ اور دوس۔ غمزہ
اشارہ بہر انکلام بیری بات
آنچنان جس طرح زاپہا تا
کے اعضاء نے اس کے ناز
پڑے کہ جھٹلادیا اس طرح
قیامت میں ہر گنہگار کے
اعضاء اس کو جھٹلادیں گے۔
پس ایک مسلمان کا فرض ہو
کہ اس کا فعل خود اس کا قرار
ہو جائے۔

ملے رفقہ لام کا آقا کے
پیچھے چلتا ظاہر کا قرینہ ہے
غزیرہ اگر فسان گنہگار ہے
تو اس کو جھٹلانی توبہ کر لینی
چاہیے۔

بنی عمرت را بدہ آب حیات
 اپنی عمر کی جز میں آب حیات والے
 جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند
 سب گذشتہ اس سے بھلا ہونے کا
 سیناقت را بمبدل کرد حق
 اللہ اقلے نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا
 خواجہ رتوبہ نصوحی خوش بین
 اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر
 شرح ایں توبہ نصوح ازین فتو
 اس نصوح کی توبہ کی شرح محمد سے سن لے

تا درخت عمر گردد با شبات
 تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے
 زہر پارینہ ازیں گردد چو قند
 گذشتہ زہر اس سے نشکر بن جائے گا
 تا ہمہ طاعت شود آں ماسبق
 تاکہ وہ سب عبادت بن جائے
 کوشش کن ہم بجان و ہم بتی
 جان اور ہم سے بھی کوشش کر
 بگر و بدستی ولے از نو گرد
 تو اس کا، گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ دنیا

سے عمر انسان کو خیال
 نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں
 توبہ کیا ہے درخت کے
 پتے اگر غمزدار ہیں اور اس
 درخت کی ہر گھریاں یا پتہ
 توفیق دے دیتا ہے جتنا سب
 اگر نیکو کار بن جا کہے تو سن
 کی پہل خطا میں صرف سامان
 نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل
 ہوا کرتی ہیں۔

شرح

اس مضمون کی سرخی ”حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ
 گفت گوار از مودیم مدتے صبر و خاموشی نیز بیازانیم“ ہے
 مگر بظاہر نہ اس سرخی کو مضمون سے ربط ہے اور نہ مضمون لاحق کو مضمون سابق سے
 جو کہ آخر ریلے ثانی میں گزرا ہے لہذا ضرورت ہے کہ وجہ ربط بیان کیا جائے محشین نے
 جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے ایک صاحب کہتے ہیں۔ وجہ تقریر
 ایں سب کہ چون در قیامت چٹاں و چین او خواہد داد۔ باید کہ انچہ بالائے ایں سرخی
 حضرت مولانا قدس سرہ نصیحت فرمودہ اند بر آں عمل نہ نمایند انتھی۔ ولی محمد نے لکھا
 ہے ربط ایں حکایت با بیات سابقہ است کہ چند گاہ ہے بے لب بے گوش شو۔ تا انچہ
 کہ چند گفتے نظم و نثر دراز... فاش الخ بنا سبت بیت آئندہ سے گر چہی با حضرت
 او راست باش الخ انتھی۔ محمد افضل نے لکھا ہے۔ بنا سبت ایں عنوان با انچہ
 بعد ازین مذکور است۔ بایں دستہ است کہ چنانچہ حالت اعمال زشت را باید کہ نامہ
 خود را ہم درینجا بہ بند۔ و ایں امید کہ نامہ او بدست راست خواہد آید ندارد چہنیں
 صاحب گفت گوارا باید کہ گفت گوی خود را از مودہ صبر و خاموشی گزیند۔

یوں بے لکھ ہے اس حکایت مربوط بایات بالاست کہ چند گاہے بے لب الخ
 ہا ایں بیت چند پختی تلخ و تیسرے و شور و کز الخ ... مناسبت آیات آئندہ کہ آنکہ
 گل را شامد و خوشبو کند الخ تا آنجا کہ گر چہ ... با حضرت اور است باش انتہی۔

مگر میرے نزدیک محشی اول کا بیان زیادہ اقرب ہے لیکن وہ محل ہے اسلئے
 اس کی توضیح کرتا ہوں۔ حکایت سے مراد صرف بیان واقعہ ہے نہ کہ
 قصہ افسانہ۔ کما ہوا نظاہر۔ لانہ رحمہ اللہ لم یبین القصہ۔ اور مطلب عنوان یہ ہے
 کہ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس مضمون چند گاہے بے لب بے گوش بہل
 آخر سرخی کی بھی تاکید ہو جائے گی کیونکہ اسی مضمون کا حاصل یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔
 اور اس واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جس کو ہم نے سے خود ہمیں جانا مر خود را بہیں
 سے کیا ہے واللہ اعلم۔

یہ گفتگو تو سرخی کے متعلق تھی اب حل ایات سنو۔ کہ قبر سے اٹھنے کے
 بعد قیامت میں ایک شخص کے ہاتھ میں گناہوں سے پُر اور سیاہ نامہ اعمال آئے گا وہ اوپر
 سے سیاہ ہوگا جیسے تعزیت کے خطوط سیاہ ہو کر تے ہیں۔ سرنامہ کے سیاہ ہونے
 سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہایت موجب الم ہوگا۔
 اور متن اور حاشیہ تمام گناہوں سے سیاہ ہوگا اور جس طرح دار الحرب کفر سے بھرا ہوتا
 ہے یوں ہی وہ سراسر بدکاری اور گناہ سے پُر ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سے ہاتھ میں
 آئے گا۔ سو اسکی بابت یہ ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے پر نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں
 نہیں آسکتا۔ لہذا بائیں میں آئے گا۔

یہ تو ایک واقعہ تھا اب تم اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے نامہ اعمال کو دنیا
 میں ہی دیکھ لو کہ وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے۔ شاید تم کہو کہ جب تک ہاتھ
 میں نہ آئے اس وقت تک ہم کہتے جائیں اسلئے ہم کہتے ہیں کہ تم دکان کے اندر ہی
 بدوں پاؤں میں ڈالے جان لیتے ہو کہ یہ نایاں موزہ اور بایاں جوتا ہے اور بائیں پاؤں کا ہے
 یوں ہی نامہ اعمال کی حالت ہو سکتی ہے اور حقیقت صورت اسکی یہ ہے کہ تم اپنی حیات

کا اندازہ کر دو کہ ہم دانتیں میں یا بایں ۔ یعنی ہماری حالت حق سبحانہ کے مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو سمجھ لو تم بایں ہو اور تمہارا نامہ اعمال تمہارے بایں ہاتھ کے لائق اور اپنی بھلائی اور بُرائی کا حال معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ۔ بھلے اور بُروں میں یوں ہی امتیاز ہے جیسے شیر اور بندر کی آوازوں میں — اگر تم محاسبِ کربعد بایں یعنی بُرے ثابت ہو تو مایوس نہ ہو ۔ کیونکہ جو ذات کامل الصفات مٹی کو معشوق اور خوشبودار کرتے ہیں وہی اپنے فضل سے بایں کو دایاں یعنی بُرے کو اچھا کر سکتے ہیں وہ ہر بُرے کو اچھا کر سکتا ہے اور پتھر کو آب جاری عطا کر سکتا ہے ۔ پس اگر تم بایں اور بُرے ہو تو مایوس نہ ہو حق سبحانہ کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کر لو ۔ پھر اس کے الطاف کی سخاوت دیکھنا کہ وہ تمہیں کیا سے کیا کر دیتے ہیں اور جب تک حق سبحانہ کے ساتھ معاملہ ٹھیک نہ کیا جائے اس وقت تک اسکی توقع رکھنا کہ ہمارا نامہ اعمال ہمارے دانتیں ہاتھ میں آئے گا ۔

اچھا تم ہی بتلاؤ فضول ہے کیا تم جائز رکھتے ہو کہ یہ دلیل نامہ اعمال جو اس وقت ہے بایں ہاتھ کو چھوڑ کر دایں ہاتھ میں آجائے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ نامہ اعمال جو کہ ظلم و جفا بر نفس خود و بر خلق خدا سے پُر ہے — دایاں ہاتھ اس کے قابل نہیں ہو سکتا — اس مضمون کی تائید کے لئے اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں ۔ اچھا سنو !

ایک زاہد کے ایک عورت کی مانند خوب صورت بیوی تھی جو کہ اس کے بارہ میں نہایت رشک کرنے والی اور بہت غیرت دار تھی وجہ اس رشک و غیرت کی یہ تھی کہ اس عورت کے پاس ایک ماموش کینرک تھی اور زاہد کے دل میں اسکی عشق کی آگ لگ رہی تھی وہ عورت رشک کے سبب اپنے شوہر کی نگرانی کیا کرتی اور کینرک کے ساتھ خلوت میں اُسے نہ چھوڑتی ۔ ایک عرصہ تک وہ دونوں کی نگرانی کرتی رہی تاکہ انکو خلوت میں صحبت کا موقع نہ ملے تا آنکہ حکم و تقدیر الہی آپہنچی اور عقل زن جو کہ ان کی نگرانی کرتی تھی بیہوشہ اور برباد ہو گئی اور بڑا بھی چلتے کیونکہ جب یکایک حکم و تقدیر الہی آتی ہے تو عقل تو بوجہ بڑے اس کا نورانی کچھکے جلد میں بھی گہن لگتا ہے اور اس کا نور نازل ہو جاتا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک روز وہ عورت حمام میں تھی کہ دفعتاً سکو طشت یاد آیا اور وہ طشت گہن میں دیکھی تھا اُس نے ٹوٹتی کجا کہ اری در در جہا در

خوف کے کہ وہاں سینکڑوں معاون ہو سکتے ہیں۔ پسے رفتار مع العادات اور رفتار بدل
علاق میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ایک وجہ تو عشق و خوف کے درمیان فرق کی یہ تھی۔ دوسری وجہ
فرق یہ ہے کہ عشق و صف خداوندی ہے برخلاف خوف کے کہ وہ بندہ کا وصف ہے جو کہ شکم
پروری اور شہوت رانی میں منہمک ہے۔

رہی یہ بات کہ عشق و صف خداوندی ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ، قرآن پاک میں
فرماتے ہیں **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** پسے جب تم قرآن میں **يُحِبُّونَهُ** پڑھو تو جستجو میں **يُحِبُّوْهُ**
تک ہی پہنچو جس میں حق سبحانہ نے محبت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اسکا اپنا وصف بتلایا ہے
اسکی ثبات ہوا کہ محبت و عشق صفت حق سبحانہ ہے اور ظاہر ہے کہ خوف حق سبحانہ کی صفت
نہیں ہو سکتا۔ پسے کجا وصف حق سبحانہ اور کجا وصف عبد جو کہ مشیت خاک ہے اور کجا
وصف حادث اور کجا وصف پاک از حدوث۔ دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔

یہ اجمالی بیان ہے عشق کی فضیلت کا۔ لیکن اگر میں اس کی تفصیل کروں اور برابر
کہتا رہوں تو سینکڑوں جماعتیں گزر جائیں اور اس کا بیان ختم نہ ہو۔ یہ مبالغہ نہیں ہے
بلکہ حقیقت ہے کیونکہ زمانہ قیامت کے لیے ایک حد ہے اور عشق نامحدود ہے کیونکہ وہ صفت
حق سبحانہ ہے اور صفات حق سبحانہ نامحدود ہیں پسے بیان عشق نامحدود ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر عرش سے تحت الثرائے تک ہے
اور عرفان پرروں سے اُڑتے ہیں۔ پسے تم خیال کرو کہ مبتلائے خوف زاہد تو پیدل چلتا ہے
اور عشاق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور جبکہ وہ اہ حق میں پرکھول کر اڑیں اور عشق سے
اس راہ کو قطع کریں تو بجلی اور ہوا کی مجال نہیں ہے کہ ان سے لگا دکھا سکیں ایسی حالت میں
یہ خائف لوگ عشاق کی برابر کیونکر کر سکتے ہیں۔ یہ تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ
در عشق میں تو وہ قوت ہے کہ آسمان کو زمین بنا دیتا ہے یعنی جتنے میں اور لوگ زمین سے
قدم اٹھائیں اتنی دیر میں عشاق آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پسے عابدین بالخوف عشاق تک
کیسے پہنچ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہاں ان کے عشاق ہم پہنچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ عنایت
و فضل خداوندی ان کے شامل حال ہو جائے۔ اور وہ ان کو کہے کہ اس جہان اور اس رفتار کو

خیر باد کہو اور اپنے قش و دش کو چھوڑ دو۔

اس صورت میں وہ بھی عشاق کے ساتھ ملتی ہو جائیں گے کیونکہ اب وہ اصل بحق سبحانہ ہو گئے ہیں۔ قش و دش سے ہماری مراد جبر و اختیار ہے اور اس کے سوا جو دش ہے وہ جذب حق سبحانہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ بھی عشاق کے ساتھ ملتی ہو سکتے ہیں اور اس کی یہ ہے کہ بفضل حق سبحانہ ان کو فنا کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنی ذاتی روش سے خواہ وہ باعقاد جبر ہو یا باعقاد اختیار اطمینان نہ کریں بلکہ مجذب حق سبحانہ چلیں خیر یہ مضمون تو استطردی تھا اب سنو کہ جب وہ عورت مکان پر پہنچی ہے تو اس طرح دروازہ کھولا اور دروازہ کے کھلنے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اس پر کمینک حالت پریشانی کو دیکر آغوش خواجہ سے الگ ہو گئی اور مرد نے کوہ نماز کی نیت باندھ لی۔ جب عورت فی تو اس کمینک کو دیکھا کہ حستہ حال اور پریشان اور متعجب ہے اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اور ایک قسم کا لرزہ سا اس پر طاری ہے اس حرکت سے عورت کو شبہ ہو گیا اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن اٹھایا اور دیکھا کہ خضیا اور ذکر منی سے لتھڑے ہوئے ہیں اور عضو تناسل سے منی کا بقیہ حصہ ٹپک رہا ہے۔ رانیں اور گھٹنے منی میں لتھڑ کر ناپاک ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اس کی ایک چپت لگایا اور کہا کہ پاجی نمازیوں کے خضیا ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور یہ عضو تناسل اور یہ ناپاک رانیں اور عانہ ذکر الہی اور نماز کے قابل ہے۔

یہ تو قصہ تھا۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں انصاف سے کہنا کہ جو نامہ اعمال ظلم فسق کفر اور عداوت وغیرہ معاصی سے پُر ہو کیا وہ دائیں ہاتھ میں آنے کے قابل ہے ہرگز نہیں اگر تم کا فکرم پوچھو کہ یہ آسمان اور مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ یہی کہے گا کہ اس خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جس کی خدائی کی شہادت خود یہ پیدا کرنا دیتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللہ۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کا کفر اور فسق اور ظلم بے حد کیا اس کی اس اقرار کے مناسب اور وہ رسوائیاں اور بد فعلیاں کیا اس کی اس سچے اقرار کے لائق ہیں کبھی نہیں۔ ایسے اس کا فعل اس کے قول کا

مکذب ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ابدی اور خوف شدید کا سحر ہے۔ الحاصل اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہے۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں تو اس کی بڑی خرابی ہے کیونکہ اس میں اس کی بہت رسوائی ہے لہذا میں اس کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں اسکی یہ تو معلوم ہو کہ اسکی تکذیب خود اعضا کرتے ہیں مگر یہ تکذیب دنیا میں مخفی ہے جس کو ہر ایک نہیں جانتا۔ مگر قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اور ہر مجرم خود اپنے کو رسوا کرے گا کیونکہ اسکا ہاتھ پاؤں حتیٰ سبحانہ کے سامنے اس کی خرابی کی صاف صاف شہادت دیں گے مثلاً ہاتھ کہے گا کہ میں نے فلاں شے چرائی ہے ہونٹ کہے گا کہ میں نے فلاں کو چوما ہے، پاؤں کہے گا کہ میں مطلوبات نفس تک چلا ہوں۔۔۔۔۔ پیشاب گاہ کہے گی کہ میں نے زنا کیا ہے آنکھ کہے گی کہ میں نے ناجائز اشارہ کیا ہے کان کہے گا کہ میں نے بڑی باتیں سنی ہیں۔

غرض کہ اس سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہوگا کیونکہ اس کے اعضاء خود اسے جھٹلائیں گے اور اس کا مکروہ ہی جھوٹ ثابت ہوگا جیسا کہ بارونق نماز کے باب میں زاہد کے حصیوں سے اس کا فریب اور جھوٹ ثابت ہوا تھا۔ جب حالت یہ ہے تو اب تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں جو کہ بدوں زبان کے اشدہ کہنا اور عین بیان ہوں یعنی تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں کہ وہ تمہاری ... اشہدان لا الہ الا اللہ مصدق ہوں اسلئے وہ خود بجائے خود توحید کی شہادت ہوں تاکہ اس طرح تمہارا ہر عضو ہر حالت میں توحید کا شاہد بن جائے۔

دیکھو! غلام کا اپنے قاتل کے پیچھے چلنا شہادت ہے اس بات کی کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا۔ پس یوں ہی تم خدا کی الوہیت کے اپنے افعال سے شہادت۔ اور اگر اب تک تم نے اپنے افعال نا شناختہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو خیر اب بھی کچھ نہیں گیا تم اپنے گزشتہ افعال سے توبہ کر لو۔ اور اگر تمہاری عمر گزر گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ ہنوز اس کی جسٹ موجود ہے اسے ترقی دو اور اگر اس میں تری نہیں ہے تو توبہ کے پانی سے اسکو سپو بخوبی اپنے عمر کی جسٹ کو توبہ کا آب حیات دو۔ تاکہ تمہاری عمر کا درخت پائیدار ہو جائے تمہاری اس وقت توبہ کرنے سے تمہارے تمام افعال گزشتہ حسنات ہو جائیں گے اور جو برتر تم پیشتر کھا چکے ہو۔ توبہ سے وہ اب تمہارے مثل ہو جائے گا یعنی حق سبحانہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے

بدل دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری افعال گذشتہ تمام نیکیاں بن جائیں گی مثلاً پہلے تم نے زنا کیا تھا اور اب تم نے اسکی توبہ لی۔ تو وہ گناہ تو مٹ گیا اور توبہ کی۔ نیکی اسکی جگہ لکھی گئی۔ اس طرح گویا کہ وہ زنا اب نیکی ہو گیا۔ دیکھو! پس تمہارا نامہ اعمال جو گناہوں سے پُر تھا۔ اب نیکیوں سے بھر جائے گا (یہ معنی ہیں تبدیلی سیئات کے اور یہ مراد نہیں ہے کہ گناہ خود نیکیاں بن جائیں گے۔ فافہم) پس تم نصوص کی سی اچھی توبہ کرو اور آئندہ کے لیے جان اور جسم و دھن سے طاعت میں کوشش کرو۔ اب ہم تم سے نصوص کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں تم اسکو سناؤ اور گو تم کو بیشتر سے ایمان حاصل ہو مگر اس کو سنکر نئے سرے سے ایمان لاؤ



حکایت بیان تو بہ نصوح کہ چنانکہ شیرازستان بیرون آید
نصوح کی قریب کے بیان میں حکایت کہ جس طرح وہاں سے باہر آتا ہے تو پھر
باز درستان فرود آئے تو یہ نصوحی کہ وہ ہرگز ازاں گناہ یاد
ستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی قریب کر لی وہ ہرگز گناہ گرفت
نکند بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و اس
کے تصور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت
نفرت دلیل اس باشد کہ لذت قبول یافت اس شہوت
اس کی دلیل ہوئی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے

اول بے لذت و اس بجائے آن نشست

دو شہوت اول بہ لذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی
بہر عشق راجع عشق دیگر چرایاے نگیری زو نکوتر
شوق کہ در عشق کے سوا کوئی چیز نہیں مانجی ہو تو اس سے بہتر عشق کیوں نہیں بنایا

و انکد رش باز بدان گناہ رغبت میکند علامت آنست
اور جس کا دل ہمیشہ گناہ کی طرف رجعت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو

کہ لذت قبول نیافتہ است قبول بجائے آن لذت گنا
(توبہ کی) قبولیت کی لذت چاس نہیں ہوئی ہے اور توبہ اس گناہ کی لذت کی بگڑ

نشسته است فسئیسیر للیسری نشدہ است لذت
نہیں بیٹھ ہے اور وہ انکو ہم عنقریب شہوت سے آسانی دینگے۔ (کا مصداق نہیں بناو)

فسئیسیر للیسری باقیست برے پس مہیا گردیم مراد
"پس ہم اس کو تنگی کی شہوت دینگے" کی لذت اس کے لئے باقی تو ہم اس کیلئے دہشتیں

را برائے صفتے کہ اورا بدوزخ برد
مہبت کریں گے جو اس کو دوزخ میں سے جائیگی

لے توبہ کی قریب کے بیان میں حکایت کہ جس طرح وہاں سے باہر آتا ہے تو پھر
باز درستان فرود آئے تو یہ نصوحی کہ وہ ہرگز ازاں گناہ یاد
ستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی قریب کر لی وہ ہرگز گناہ گرفت
نکند بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و اس
کے تصور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت
نفرت دلیل اس باشد کہ لذت قبول یافت اس شہوت
اس کی دلیل ہوئی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے

اول بے لذت و اس بجائے آن نشست

دو شہوت اول بہ لذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی
بہر عشق راجع عشق دیگر چرایاے نگیری زو نکوتر
شوق کہ در عشق کے سوا کوئی چیز نہیں مانجی ہو تو اس سے بہتر عشق کیوں نہیں بنایا

و انکد رش باز بدان گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل ہمیشہ گناہ کی طرف رجعت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو

کہ لذت قبول نیافتہ است قبول بجائے آن لذت گنا

(توبہ کی) قبولیت کی لذت چاس نہیں ہوئی ہے اور توبہ اس گناہ کی لذت کی بگڑ

نشسته است فسئیسیر للیسری نشدہ است لذت

نہیں بیٹھ ہے اور وہ انکو ہم عنقریب شہوت سے آسانی دینگے۔ (کا مصداق نہیں بناو)

فسئیسیر للیسری باقیست برے پس مہیا گردیم مراد

"پس ہم اس کو تنگی کی شہوت دینگے" کی لذت اس کے لئے باقی تو ہم اس کیلئے دہشتیں

را برائے صفتے کہ اورا بدوزخ برد

بود مردے پیش ازین انش نصوح

اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا

بود روی او چرخسار زناں

اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا

او بجمام زناں و لاک بود

وہ عورتوں کے تمام میں ایسے کرنے والا تھا

بود مرد لالی زناں اورا فتوح

عورتوں کو دھام دے لکھنے سے اس کی آمدنی تھی

مردی خود را ہمیکرد او نہاں

اس نے اپنا مردانہ پنچ پتہ رکھا تھا

در دغا و حیلے پس چالاک بود

دغا بازی اور دغا بازی میں چالاک تھا

تو ابھوس۔ وہ عورتوں کے بدن میں کر مراد لقت میں کرتا تھا۔ چادر باس زمانہ پہنتا تھا جس کی مراد شہرت کل حق۔
 لے دھڑلے۔ جس غلام میں شہزادوں پہلے آنے میں توتا۔ نصرت نے جس کام سے کوئی ارتہ کی جس وہ توبہ پر قائم رہا۔ رقت نصرت نے اس ماف سے ڈھانک کر اس کی وہ ماف جس کے گاہ سے واقف تھا جس میں سے ظاہر کیا۔

لے دھڑلے۔ جس غلام میں شہزادوں پہلے آنے میں توتا۔ نصرت نے جس کام سے کوئی ارتہ کی جس وہ توبہ پر قائم رہا۔ رقت نصرت نے اس ماف سے ڈھانک کر اس کی وہ ماف جس کے گاہ سے واقف تھا جس میں سے ظاہر کیا۔
 لے دھڑلے۔ جس غلام میں شہزادوں پہلے آنے میں توتا۔ نصرت نے جس کام سے کوئی ارتہ کی جس وہ توبہ پر قائم رہا۔ رقت نصرت نے اس ماف سے ڈھانک کر اس کی وہ ماف جس کے گاہ سے واقف تھا جس میں سے ظاہر کیا۔

ساہا میسر و دلا کی وکس
 اس نے ساہوں میں کو بیٹہ کیا اور کوئی
 زانکہ آواز خوش زن وار بود
 کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنا زنت
 چادر و سر بند پوشید و نقاب
 اس نے چادر اور دوش اور نقاب پہن لیا تھا
 دختران خسرواں رازیں طریق
 اس طریق پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو
 تو بہا می کر د و پادری کشید
 وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے رہتا
 رفت پیش عارفی آن زشت کار
 وہ بدکار ایک عارف کے پس میں
 ستر او دانست آن آزاد مرد
 وہ آزاد مرد اس کا راز جان میں
 برکش قفل مست و در دل راز با
 اس کے جوش پہناتا ہے اور دل میں رازیں
 عارفان کہ جام حق نوشیدہ اند
 وہ عارف جنہوں نے اشرفان کا پایہ کیا
 ہر کر اسرار حق آموختند
 جی کہ اشرفان کے راز بتائے گئے ہیں
 مست خندید و گفت کہ بد نہا
 وہ خمر اور مسکرتا اور کہا اسے بد اصل

تو نبرد از حالت اس بواہوس
 اس نبرد ابھوس کی حالت سے باہر نہ ہوا
 ایک شہوت کا بل ویدار بود
 ایک شہوت پروری اور بیدار تھی
 مرد شہوانی و در غرہ شباب
 شہوت والا مرد اور جوانی کے طور پر تھا
 خوش ہی مالیدی شکست عشق
 وہ عاشق عمر طریق پر تھا اور نہ ہوتا
 نفس کا فر توبہ شامی و رید
 کا فر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا
 گفت مارا در دوعائے یادوار
 کب بھی دوس میں یاد رکھے
 ایک چوں علم خدا پیداکرد
 لیکن اس نے خدا کی فکر کو طعنے لگا کر دیا
 لب نموش و دل پر راز آواز با
 ہونٹ نمائش اور دل آوازوں سے ہے
 راز با دانستہ کو پوشیدہ اند
 انھوں نے رازوں کو مانا اور چھپا لیا ہے
 فہر کرد و دہانش و وقتند
 ان کے منہ پر ہر گلاوی ہے اور لب میں بیہوشی
 زانکہ دانی ایزدت توبہ و ہاد
 کیونکہ تجھے سلام ہے خدا اس سے توبہ کی تھی

در بیان آنکہ دُعائے عارف واصل و درخواست او از حق
 اس کا بیان کہ عارف واصل (حق) کی درخواست سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے
 ہمچو درخواست حقست از خوشی تن کہ گشت لہ سمعاً و
 جیسا کہ اشرفان نے خود اپنے آپ سے درخواست کیونکہ میں اس کے لئے کان اور
 بصراً و لیساً و آویداً و قولاً تعالیٰ و ما رمیت اذ رمیت
 اُنکے اور زبان اور آواز اور کہا اور قول تعالیٰ (فرمایا ہے) اور اشرفان نے لفظ کو تو نے نہیں پہنچا کیونکہ تو

وَلَكِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ - آیات اخبار و آثار میں بسیار شرح
 نے بھیجا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اور باتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس اسے میں
 سبب سازی حق تا نصوح را گوش گزفتہ توبہ آورد
 بہت ہی اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی خبریں یہاں تک نصوح کے اس نے کان پکڑ کر لیں

کاراں مسکین باخر خوب گشت
 باآخر اس مسکین کا کام بھلا ہو گیا
 فانی گشت گفت او گفت خدا
 وہ فانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے

پس دُعائی خویش را چون کند
 تود اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟
 کہ رہا نیش زلفین و دُبال
 جس نے اس کو نفرت اور دُبال سے دُالی دی

گوہرے از دُختر شیاوہ گشت
 بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا
 یا وہ گشت و ہرز نے در جستجو
 گم ہو گیا اور ہر مدت تلاش کرنے لگی

تا بچویند او شس در رخ زخت
 تاکہ بچے اس کو سامان رکھے کی بچیں تلاش کریں
 دُردگو ہر نیز ہم رسوا نشد
 موتی کا چاند بھی رسوا نہ ہوا

دردہاں دگوش و اندر ہر گنگان
 ٹھنڈ میں اور کان میں اور ہر شکاف میں
 جستجو کردند دراز ہر صدف
 ہر صدف سے موتی کی آنکھوں نے جستجو کی

جملگاں از بہر دُخوش صدف
 سب، اپنے صدف کے موتی کے لئے
 ہر کہ ہستید از غوز و از لوزید
 جو ہیں لوزی اور غوز جہان میں

تا بدید آید گہرا نہ گشت گفت
 تاکہ دیکھ سکیں موتی کا دُعا نظر آجائے

اے دُعائے ہفت گروں رنگدشت
 وہ دُعا سترن آسمانوں کو پار کر گئی
 کاں دُعائی شیخ نے چوں ہر دُعا
 کیونکہ وہ شیخ کی دُعا ہر دُعا کی طرح نہیں ہے

چوں خدا از خود سوال و گد کند
 جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور گد
 یک سبب انگینت صنع دُوالجلال
 اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا

اندراں تمام ہر میکرد طشت
 وہ اس تمام میں طشت بھر رہا تھا
 گوہرے از طبقہائے گوش او
 اس کے کان کے اُسے کا موتی

پس در تمام را بستند سخت
 پھر انھوں نے سبھی سے تان کا دو تان بند کیا
 زختہا جُستند و آں پیدا نشد
 سامان میں دُعا نہ نکلتی نہ آیا

پس بچہ جُستن گرفتند از گزاف
 انھوں نے گد سے زیادہ کرکشی سے غور و تلاش کر لیا
 در شکاف تحت و فوق و ہر طرف
 نیچے اور اوپر کے شکاف میں اور ہر جانب

مردوزن جو یاں خندناز ہر طرف
 مرد اور عورت ہر جانب جواں ہوسے
 بانگ آمد کہ ہمہ عسریاں شویہ
 اعلان ہوا کہ سب بچے ہو جائیں

یک بیک اما جبہ جُستن گرفت
 ایک ایک کے گردان مت سے تلاش کر رہا تھا

۱۵ آں دُعا نصوح کے لئے
 اس طرف کی دُعا نے اپنا کام
 کر دیا۔ فانی گشت۔ شیخ اگرچہ
 فانی ہے لیکن اس کی بات
 خدا کی بات ہے۔ گد کردن۔
 سوال کرنا۔ ایک سبب میں موتی
 کا گم ہونا اس کی توبہ کا سبب بنا۔
 ۱۶ اندراں نصوح تمام میں
 کام کر رہا تھا۔ دُوالجلال میں
 خدیوہ کی ایک موتی گم
 ہو گیا۔ گہرا نہ گشت۔ وہ موتی کا
 کے اُسے کا تانہ۔ زخت
 یعنی تمام میں جس جگہ پکڑے
 آنا رکھتے ہیں۔

۱۷ ہر شکاف یعنی ہلکے
 ہر سوراخ میں تلاش مشغول
 کر دی۔ ہر شکاف یعنی ہلکے
 کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا
 شروع کر دیا۔ عسریاں سبب
 حاجت۔ وہ عورت جو تمام
 کی گردان تھی۔

۱۵ آن نغور غصہ کر
 ۱۶ ارخاک اگر اس کو کھاک کیا
 ۱۷ ترس کا راز کس جا بگا جس
 ۱۸ کے نتیجہ میں اس کی موت
 ۱۹ آجائے گی گفت اب اس
 ۲۰ نے خدا سے گریہ و ندامت فرمائی
 ۲۱ کر دی۔
 ۲۲ فوت غصہ کر رہا
 ۲۳ تھا اگر میری بات کا کسی
 ۲۴ کی نوبت سمجھتا بھی
 ۲۵ دیکھ اس غم کی آگ بگڑی
 ۲۶ گی ہے اس کے ہلکے کو شہر
 ۲۷ کہی ہے۔ دامن وہ خدا سے
 ۲۸ کو رہا کہ اس نے تیرے
 ۲۹ جنت کا واسی تھا ہے۔
 ۳۰ لے آئے۔ وہ نصیب نہیں
 ۳۱ کے بدلے کہ رہا تھا کاش ہی
 ۳۲ پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو گیا
 ۳۳ تھا تو جگہ میں کر لیتے کہنا
 ۳۴ چتا۔ چوہا۔ جو میں میں ہوتا
 ۳۵ عرف سے سمجھتے ہیں۔
 ۳۶ جا بگڑی میں پھر کا
 ۳۷ ہوں وہ اس پریشانی سے
 ۳۸ بچے مر رہا ہے تھا کاش
 ۳۹ ہوں پڑی۔ تاکڑی۔ بیسی
 ۴۰ گھا۔ تقصیر کا نامی قصور
 ۴۱ جلا کر ڈالنے والا مہر
 ۴۲ دینے والا قرعہ نمرانی۔

آن نغور از ترس خند و غلوتے
 وہ نصیب خود سے نہیانی میں چلا گیا
 پیش چشم خستہ نمودید مرگ
 وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا
 گفت یارب بار بار گزشتہ ام
 اس نے کہا: اے خدا! میں نے بہت لغوات کیا
 کردہ ام آنہا کہ از من می ستر
 میں نے دو کیا جو میرے لائق تھا
 نوبت جنت اگر در من رسد
 کاشکی نوبت اگر میرے تک پہنچے
 در جبر اقامت اتم صد شر
 میرے بگڑی میں سینکڑوں چٹا گڑاں لگی ہیں
 این خمیں اندوہ کا فرامیاد
 اس طرح کا غم کب تک رہے گا
 کاشکے مادر زناوے فرمرا
 کاشکے میں ان نہ تبتی
 لے خدا آں کن کہ از قومی ستر
 اے خدا! وہ کہ جو میرے لائق ہے
 جان سنگیں دارم دل آہنیں
 میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں
 وقت تنگ آمد مرا ویک نفس
 میرا وقت تنگ ہو گیا، تھوڑی دیر کیلئے
 گر مرا این بار ستاری کنی
 اگر آپ کی دقت تو میری پڑ چوٹی کرے
 تو بہ ام پذیر ایس بار دگر
 اس بار پھر میری توبہ قبول کرے
 من اگر ایس بار تقصیرے کنم
 میں اگر ایس دفعہ کوتاہی کروں

زوی زرد و لب کبود از خستہ
 غم سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے
 سخت می لرزید او مانند برگ
 وہ ہچکے کی طرح بہت لرز رہا تھا
 تو بہاؤ عہد بال شکستہ ام
 قریب اور عہد قریب ہی
 تا چنیں میل سیاہی در رسید
 یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ تھا
 وہ کہ جان من چہ حقیقتہا کشد
 اے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟
 در دنیا جاتم سبب بوی جگر
 میری دماغ میں میرے بگڑی کے بوی
 دامن رحمت گرفتہ داد داد
 میں نے رحمت کا دامن تھام لیا ہے اور ہڈیاں
 یا مرا شیرے بخورے در چرنا
 یا بھل میں بچے شیر کا جاتا
 کہ زہر سوراخ مارم میگزور
 کیونکہ ہر سوراخ سے بچے مارنے کی ضرورت ہے
 ورنہ خوں گشتے دریں رخ و خنیں
 ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون میں جاتے
 بادشاہی کن مرا فریاد رس
 بادشاہی بڑے، میری فریاد رس کر
 تو بہ کردم من ز ہر نا کردنی
 میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کر لی
 تا بہ بندم بہر توبہ صد مکر
 تاکہ میں توبہ کرنے سے توبہ کر سکوں
 پس دگر مشنودعا و گفتنم
 پھر بھی میری دعا اور بات نہ سننا

کندرافت آدم بجلا دعوای
کسی جلا دور سپاہی کے (داعی) پھنساہیں
بیچ ملکہ امبا دایں نہیں
کسی بدین کا ہی ایسا نہ ہو
زوی عزرائیل دیدہ پیش پیش
ساتنے کل الموت کا چہرہ دیکھ کر
کان رو دیوار با او گشت مجت
کہ وہ دیوار اس کے سامنے ہو گئے

ایں ہی زارید صد قطرہ زوں
یہ زاری کر رہا اور بیکڑوں آنسو جاری تھے
تا نمید رہیچ افرونگی نہیں
کون نسرہی بھی اس سرسہ نہ ترے
لو جہا میگردا ویرجان خویش
وہ اپنی جان پر ترے کرتا تھا
لے خدا و لے خدا چندان گشت
اے خدا! اے خدا! اے خدا! اے خدا!

سے تھو۔ جہاں خور و زور
کشتا الموت۔ اے خدا! میں
نے خدا کو اس قدر بکا دیکھ
و دیوار گر گئے تھے۔
لے کشتاں خور و زور۔ میں
نے فرایا جب ہیبت انتہا
کرتی جاتی ہے تو سرسہ
خداوندی شہرہ جہاں ہے
و حیرت سزا کر دے۔
از قضا شہرت اگر اٹھا۔
سے چہرہ روح و روح
سے پردہ از گمنی چو کہیں
پیش میں اس کو قربت حق
پیش آگئی چہرہ شکست۔
اس کی انتہائی ابرو نے
اس کو دریائے رحمت کے
ساحل پر پہنچا دیا۔ چو کہ میں
جسم سے پاک ہو کر دیوار
خداوندی میں پہنچ گئی۔

نوبت محبتن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ اہل جنتیم
نصوح کی تلاش کی نوبت آئی اور آواز آکر ہم نے سب کی خوشی لے لی۔
نصوح را بخوید و بیہوش شدن از احوال ہیبت
نصوح کی تلاش کی اور میں موت سے نصوح کا بیہوش ہوجاؤ اور انتہائی
و کشارہ شدن کار بعد از نہایت بستی گشتاں کان نقول
بہشت کے ہمسایہ کامل ہوجاؤ۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمایا کرتے
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ مَرُوضٌ أَوْ قَوْمٌ إِشْتِدَائِي
تھے جب ان کو کوئی مرض یا قوم میں بڑی ہیبت ہو جائے
أَزْمَتُهُ تَنْقُذِي
ان کی مشکل مٹانے کی۔

بانگ آمد از میان جستجو
لاٹھی کے دریاں آواز آئی
گشت بیہوش از احوال ہیبت
اس وقت وہ بے ہوش ہو گئے اور جہاں کو گئی
ہوش عقولش رفت شد او حوال
انکے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ جہاں کی طرف چلے
سر آو با حق بیہوش از نہاں
آج کل سے اس کا باطن حق امانی سے واسطہ چلے
باز جانش را خدا در پیش خواند
اس کی جانی کے باز کو کھانے سامنے ہوا

در میان یارب یارب بد او
و یارب یارب میں ہا ق
جملہ اہل جنتیم پیش آئے نصوح
ہم نے سب کی تلاش کی۔ اے نصوح! آگے آ
پہچو دیوار شکست و رفتاد
وہ شکست دیوار کی طرف آئے کہ
چو کہ ہوش رفت از تن آزل
جب ہم سے اس کا ہوش رواں ہو گیا۔ اس وقت
چوں تہی گشت و وجود او نماند
جب وہ خالی ہو گیا اور اس کا وجود نہ رہا

چوں شکست آن کشتی اویمراد

جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی

جان بحق پیوستہاں بہوش شد

جب وہ بہوش ہوا، جان اطہر سے وابستہ ہو گئی

چونکہ جانش وار سید از ننگ تن

جب جس کی روح جس کے ویسے نہایت پاک گئی

جاں چوں بازو تن مرا ورا کندہ

روح اذکی طرح ہے جسم میں کیلئے کاٹ دہ

چونکہ ہوش رفت پایش بر کشا

جب جس کے ہوش بے گئے، پاؤں کھل گیا

چونکہ دریا ہماںی رحمت خوش کرد

جب رحمت کے سمندر میں نے ہوش ارا

ذره لاغر شکر نے زفت شد

کروڑ ذرہ حبیب اور سونا ہو گیا

مردہ صد سالہ بیرون شد ز گور

تر سال کا مردہ قبر سے باہر آ گیا

لش ہمہ نونے زمین سرسبز شد

سب دھنیں زمین سرسبز ہو گئی

گرگ بابرہ حریف مے شدہ

میرزا بکری کے بچہ کے ساتھ خواب نش بن

در کنار رحمت دریا افتاد

دریا نے رحمت کے پاس سے جا لیا

بحر رحمت آن کہاں در خوش شد

رحمت کا سمندر اس وقت خوش میں بہا

رفت شاداں پیش اصل خوشن

انہی میں کی جانب خوش خوش رواں ہو گئی

پائی بستہ پر شکستہ بندہ

پاؤں بندھا ہوا، بند ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

می پرداں باز سؤی کی قباد

وہ باز شدہ کی جانب بڑا رہا ہے

سنگھا ہم آب حیواں نوش کرد

پتھروں نے بھی آب حیات پلا لیا

فرش خالی اطللس و ز رفعت شد

خالی فرش، اطللس اور ز رفعت بن گیا

دیو لمعون شد بخوبی رشک خور

ملعون شیطان، شمس میں غور ہو گیا

شاخ خشک اشکو کو کر د و لغز شد

خشک شاخ نے کلی بکھائی، عمدہ بیج گئی

نا امید اک خوش رنگ خوش شد

ایسے ناچنے رنگ بٹوں کے بن گئے

۳۵ جان۔ روح جسم میں
اسی طرح مقید ہے جس طرح
انسان کا توں میں مقید کرنا
ہاں ہے۔ چونکہ جب جسم
بے ہوش ہو جاتا ہے روح
برواز کر کے شاہ کے پاس
دیکھی جاتی ہے۔

۳۶ چونکہ جب دریا نے
رحمت خوش میں آتا ہے تو
جس پر بھی کھینچا پڑتا ہے
اس میں زندگی پیدا ہو جاتی
ہے۔ ذرہ۔ اگر رحمت سے
ذره موتی بن جاتا ہے وہ
بے رونق موتی سے پہلے اور
پتیاں ادا رہتا ہے پرنلے
مردے زخم ہو جاتے ہیں
بڑا بھلا بن جاتا ہے۔

۳۷ ایں بحر خشک زمین
سر سبز بن جاتی ہے۔ گرگ
بعض دیکھ کر ختم ہو جاتا ہے
بویہ اور بیکرانی چنے گئے
ہیں۔ حلالی مسافر۔ اگر گد
اب یہ اعلان ہو گیا کہ دروازہ
خوش۔ وقت ختم ہو گیا موت
من گیا ہے۔

۳۸ تھہ آں۔ جب موتیوں
کیا تو جس کے بن جانے کی
خوشخبری دے دی گئی۔

یافت شدن گوهر و حلالی خواستن حاجباں کینز کان ہزادہ

سوتلاں جانا اور شہزادی کے درباروں اور لڑکیوں کا نصیب سے مسکان چاہنا

از نصوح و بر سر و دست اولوسہ دادن و عنذر خواستن

اور اس کے مستداد ہاتھ کر چوست اور نقد خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت سیم

اجانک آواز آنی خوف ختم ہو گیا

بے آں خوف و ہلاک جاں بدو

ایسے کے بعد کہ جاں کا دار اندہا گشت حتی

شد پید آں گم شدہ و ز بیم

وہ ناایاب گم شدہ موتی، بل گیا

مژدہ آمد کہ اینک گم شدہ

خوشخبری آنی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حزون شد و اندر فرج در تائیم
 غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں پہنک آئے
 از غریب و نعرہ و دستک ندان
 غریب اور نعرے اور دستبیلیاں بجانے سے
 اس نصوح زلف باز آمد خویش
 یہ خوش نصیب پھر خوشی میں آگیا
 می حلای خواست از مے ہر کے
 ہر شخص اس سے مصافحہ چاہ رہا تھا

بدگشاں بودیم مارا کن حلال
 ہم بدی ہو گئے تھے، ہمیں سزا کر دیجئے
 زانکہ ظن جلد بزویے شیش بود
 کیونکہ سبب اس پر زیادہ گمان تھا
 خاص و لاکش بدو مخرم نصوح
 نصوح اس کا خاص حامی اور مخرم تھا
 گوہر ابر در دست او بر دست شیش
 اگر موت چڑایا ہے تو بھی اس نے چڑایا ہے
 اول اور خواست محبتن در نبرد
 سر کریں پہلے اس کی محبتیں دین چاہی

تا بود کاں را ببیند از دجبا
 تاکہ جو سکے کوں اس کو کہیں جلالہ سے
 بس علایہا از وی خواستند
 وہ اس سے بہت مسایاں چاہ رہے تھے
 گفت بد فضل خدائے دادگر
 اس نے کہا نصف خدا کا کرم ہوتا
 چہ حلای خواست میباید ز من
 مجھ سے کیا مصافحہ چاہی جائے؟
 آنچه گفتند ز بد انصاف کیست
 جو کچھ انھوں نے میری برائی میں کہا تو ایک نصف

مزدگانی دہ کہ گوہر یاتیم
 انعام دے، کیونکہ ہم نے موت پایا ہے
 پر رشده حمام فت ذال الحزن
 حمام کو گنج گما، رنج نراں ہر گما
 دیدہ چشمش تابش صد وزہش
 اسکی آنکھ نے سورتوں کے نور سے زیادہ روشن کیا
 بوسہ می دادند بردستش بے
 اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

محم تو خوردیم اندیس مقابل
 بات چیت میں ہم نے آپ کا کوشہ کیا
 زانکہ در قربت ز جلد پیش بود
 کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا
 بلکہ بچوں دوتن یک گشت روح
 بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا
 زو ملازم تر سخاوتوں نیست کس
 بیگم سے اس سے زیادہ کرنی تربیت نہیں ہے
 بہر حرمت داشتش تاخیر کرد
 لیکن اس کی حرمت رکھنے کے لئے تاخیر کی

اندریں مہلت را بند خویش را
 اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے
 وزیرائی غدر بر میخواستند
 غدر خواہی کے لئے کوشہ ہو جاتے تھے
 ورنہ زانچہ گفتہ شد ستم بہتر
 ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اس سے بھی برا ہوں
 کہ منم مجرم تر از اہل زمین
 میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں
 بر من این کشتہ اگر کس را است
 اگر کسی کو شک ہے تو مجھ پر واضح ہے

مزدگان نام متعلقین نے
 شہزادی سے انعام کی درخواست
 کی اور غریب تمام میں خوشی کے
 نعرے بلند کیے تھے وہ دم و دم
 ہو رہا ہے۔ ان نصوح اب
 وہ نصوح سپہرشی سے خوش
 میں آیا تو سپہرشی کی کیفیت
 تھی جو تورو زلف کے بند کے
 بند ہو رہی ہے۔ یہ حال عزت
 یعنی ملای خواست
 لے کر گان سکے نصوح سے
 کہا ہم نے آپ پر برگانی کی
 تھی ہمیں سزا کر دیجئے۔ ہم
 نیست کارفت خوی سے
 قیام کیا گیا ہے۔ تاکہ صبح
 پر زیادہ برگانی اپنے حق کا
 کو خیر اسی سے زیادہ قرب ہوتا
 تھا۔ خاص شہزادی کا جسم
 دینے کے لئے نصوح نصوح تھا
 دونوں ایک روح دو جسم بنے
 ہوئے تھے۔ اول اس بگانی
 کا تقاضا تو یہ تھا کہ بچے پہلے
 نصوح کی بارگاہ میں لیں
 انکی عزت بچانے کیلئے اس کو
 موقع دے رہے تھے کہ اگر موت
 آگے آجے تو اسکی کسی جگہ
 رکھ کر ضرور لازم سے لے جائے
 لے دینے کا یہ تمام کے نصوح
 کوشہ ہوئے نصوح سے مصافحہ
 ایک پہلے تھے اور نصوح کہ
 ہا تھا کہ اللہ کا کرم تھا دوز
 جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اس
 سے بہتر نہیں دینا میں سب
 زمانہ کی جگہ میں تم نے جو کچھ
 کہا وہ تو ایک نصف ہے اس
 پانچ میں خواہ کسی کو شک ہو
 میں نے اپنی برائی کا یقین ہے
 میری بد اعمالیوں کو میرے سپہرا
 اور کوں جان سکتا ہے۔

۳۳۵ من ہی نصحت ہے کہا
 اپنی برائیوں کو میں جانتا ہوں
 یا میرا خدا جانتا ہے ابتداء
 شیطان میرا استاد تھا کیا
 میں بنائی کرتے ہیں شیطان کا
 بھی استاد بن گیا یہ اندک کرم
 ہے کہ وہ میری پردہ پوشی
 کورتا ہے اور میرے پچھے
 ہونے کو ہی دیتا ہے۔
 لے جرح یہی نہیں کہ میں
 نے میرے گناہوں سے قطع
 نکر کے بلکہ میری برائیوں کو
 بعد یوں سے بدل دیا کہ
 میں تمام دنیاوی طاقتوں کو
 سرور اور سون کی کسے
 آزاد ہوں۔ نام نہاں۔ اب
 اس نے میرا نام نکالیں میں
 کھیلے اور اب وہ دوزخی
 کرتی بنا دیا ہے۔
 ۳۳۶ آکر دم میں نے اپنی
 غلامی پر کیا کہ میں ہونے
 رہی کا کام دیا اور گناہوں
 کے کون سے باہر نکلا۔
 از خود۔ دنیا کی سون ہوں
 کہ میں میں تھاب میں ہوں
 عالم میں نہیں شامل ہوں۔
 ۳۳۷ قر۔ اگر میرا خدا تھا
 اندک کرم کا کیا چاہے تو
 میں نہیں ہے۔ پانچ۔
 حضرت کے بددینی کے گا،
 تالیف کوئی تالیف نہ تھا
 غفران دینی و جہنم میں
 انگریزوں میں کاش میری
 قوم اس بات کو مان لے
 کہ میرے خدا نے میری بخشش
 کر دی ہے اور ابے آخرت
 دلوں میں سے بنا دیا ہے۔

کس چہ میدان از من جزا ند کے
 توفیق سے کے عطاہ کرتی میرے بانیوں میں کیا جانا
 من تعصمی آل دایم و شایرین
 وہ میں جانتا ہوں اور میرا استاد
 اول ابلیسے مرا استاد بود
 شروع میں شیطان میرا استاد تھا
 حق بدید آں جسد نو نایید کرد
 اظہار قائلے وہ سب کچھ دیکھا اور بنی کھانا
 تاز رحمت پوستیں روزیم کرد
 یہاں تک کہ میں نے رست میری تہہ چھ کی
 ہر چہ کردم جسد نا کردہ گرفت
 میں نے جو کچھ کیا جس کو نہ کیا ہوا نہیں آیا
 ہچمو سر و وسوسہم آزاد کرد
 اس نے مجھے سرور اور سون کی طرح آزاد کر دیا
 نام من در زمانہ پاکاں نوشت
 میرا نام پاک دلوں کی فہرست میں لکھا
 غفور کراں جملگی مجرم و گناہ
 میں نے وہ سارے جرم اور گناہ صاف کر دیے
 آہ کردم چون زن شد آہ من
 میں نے آہ کی، میری آہ رستی کی طرح ہو گئی
 آل زن بگرفتہ ویران شد
 میں نے نہ رستی پڑی اور باہر میں آیا
 در بن چاہے ہی بودم اسیر
 میں کون کی کئی میں قیدی تھا
 از ہوس و ترنگنا بودم زبوں
 جس کی وجہ سے میں تنگ کر پڑا ہوا تھا
 آفرینہا بر تو بادا اے خدا
 اے خدا! تجھے آفرین ہر آن میں ہے
 گر سر بہر مٹوئے من گرد زب
 اگر میرے ہر آل کا میرا زبان بن جائے

وز ہزاراں مجرم و بد فعلی کے
 ہزاروں جرم اور بد فعلیوں میں سے ایک
 جرمہا و زشتی کردار من
 اپنی خطاؤں اور برائیوں کو
 بعدا زان ابلیس پیشیم یاد بود
 اس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا
 تا نگردم در فضیحت زوی زرد
 تاکہ میں زسواں میں زرد نہ رہوں
 تو بہ شیریں چو جاں روزیم کرد
 جان میں شیریں تو بہ مجھے عطا کر دی
 طاعت نا کردہ را کردہ گرفت
 نہ کی ہوئی عبادت کر کیا ہوا نہیں آیا
 ہچو محنت و دو لستم دل شاد کرد
 مجھے نصیب اور دولت کی کمی عیش دل کر دیا
 دوزخی بودم بخشیدم بہشت
 میں دوزخی تھا مجھے بہشت بخش دی
 شمشید آں نامہ و روی سیاہ
 وہ کالا امانت اور چہرہ سفید ہو گیا
 گشت آیزاں زن شد آہ من
 رستی میرے کون میں رہا
 شاد و زفت و دفرہ و گلگون شد
 خوش اور مژگانہ اور شمع ہو گیا
 روز و شب اندر فغان و غم
 دن رات غم اور افسوس میں تھا
 در ہمہ عالم غمی گنجم کنوں
 اب ہمہ جہے عالم میں غم سہا گیا
 ناگہاں کردی مرا از غم جدا
 توفیق مجھے اب تک تم سے جدا کر دیا
 محکمر لے تو نیاید در سیاں
 میرے حکم کیے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دیں روضہ عیون خلق را یا لیت تو می یغلمون
اس ایچہ اندیشوں میں بھی صدائیں رسے پہنچا دوگوں کو ، لاشیں میری نرم جان لے

باز خواندن شاہزادی نصوص را از بہر دلاکی بعد از استحکام
شاہزادی کا نفس کو توبہ کے مستحکم ہوجانے کے بعد لاش کے لئے دوبارہ بلانا
توبہ بہانہ کر دین او و دفع گفتن او و عذر آوردن او
اوداس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور فسخ کرنا

لے باز خواندن اس توبہ
کے بعد شاہزادی نے پھر
نصوص کو بجا لیا لیکن اس نے
صحت کر دی۔ پھر آواز
ابن قام واقعات کے بعد
نصوص کے گھر پیاس آگیا کہ
شاہزادی جاتی ہے اس کا
دل تجھ سے دن ملائے کر
ہاتھ ہے۔ جھجھکی میں تیری
منا لہتی ہے ستر دھڑے
گفت۔ نصوص لے کاہب
میرے ہاتھ بیکار ہیں
بیکار ہیں۔
گاہ ابلہ خود نصوص دل
دلیں کہ رہا تھا لاش کا
اور میرے دل سے کبھی
سکتے تھے۔ توبہ اس میں نے
جس نام سے اس نے توبہ کی
ہے جو میرے دم بکھڑکی
جہ ایک جگہ کسی صحبت
سے نکلتے پہانے کے بعد
ان ہی اس صحبت میں
بچنے کو تیار ہوتا ہے

بعد از آن آمد کے کرم رحمت
اس کے بعد کوئی آیا کہ ہیراں سے
ذخیر شاہت ہی خواند سیا
بادشاہ کی لڑکی تجھے مل رہی ہے ، آجا
جز تو دلا کے نمی خواہدش
اس کی خوش تیرے طبع میں لاش کھڑے کی پر
گفت روز و دست میں بیکار شد
اس نے کہا کیا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے
رو کے دیگر بخوار شتاب و گفت
جلد بیکار تیری سے دوسری کو ڈھونڈ لے
با دل خود گفت کز حد رفت مجرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ مجرم سے گزر گیا
من بزم بیکرہ و باز آدم
میں ایک بار کھانا چلا اور پھر وہی آگیا
توبہ کردم حقیقت با خدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے
بعد از میں محنت کمر ایار و کر
اس صحبت کے بعد کش کا دوبارہ

ذخیر سلطان مای خواندت
ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے مل رہی ہے
تا سرش شوی گئوں لے پار سا
تاکہ اسے نیک : قرآن کا شعر دھونڈ لے
کہ بالدر یا بشوید با گلش
کہ جراثیم کرے باجی سے اس کو نکالے
وین نصوص تو گئوں بیمار شد
تیری یہ نصوص سمب بیمار ہو گئی ہے
کہ مرا و اللہ دست از کار رفت
کیونکہ خدا کی قسم اسے بیکار ہے
از دل میں کے و داں تر و گرم
میرے دل سے وہ دور اور گری کہاں جا سکتی ہے
من چشیدم تلخی مرگ و عدم
میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے
نکشم تا جاں شود از تن جدا
جب تک جاں مجھ سے ہوا ہو میں نہ توڑوں گا
پار و سوئے خطرا لا کر
خود کے کارہ خط سے کی گمانہ افسانہ



شرح

گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا نام نصوص تھا اس شخص کی آمدنی کا ذریعہ عورتوں کو نہلانا تھا اس کا چہرہ عورتوں کے چہرہ کی مانند تھا اور وہ اپنے مرد ہونے کو چھپاتا تھا وہ زمانہ حمام میں عورتوں کے ملنے نہلنے اور نہلانے کا کام کرتا تھا اور دغا و فریب میں نہایت ہوشیار تھا اس شخص برسوں ملنے دلنے کی خدمت کو انجام دیا مگر کسی کو اس کی حالت کا پتہ نہ چلا اس لئے کہ اس کی آواز بھی زنانہ تھی اور صورت بھی زنانہ تھی۔ مگر شہوت اس کی پوری اور متعش تھی پس اس کی زنانہ چادر اور سر بند اور نقاب پہن لیا کیونکہ وہ ایک پُر شہوت آدمی اور جوانی کے غرہ میں تھا۔ اور عورت بن کر شہزادیوں کو ملنے دلنے اور نہلانے لگا وہ تو بہ بھی کرتا تھا اور اس کام سے چند روز علیحدہ بھی رہتا تھا مگر نفس کا فراس کی توبہ توڑ دیتا تھا۔

ایک روز وہ بدکار ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں۔ ان بزرگ نے اس کا راز سمجھ لیا لیکن حلم خداوندی کی طرح اس کو پوشیدہ رکھا ان کے لبوں پر قفل تھا اور دل میں راز بھرے ہوئے تھے اور ان کے لب خاموش تھے مگر دل میں بہت سی گفتگوں ہوتی تھیں۔

یاد رکھو! کہ عرفا رجو کہ جام حق سبحانی پی لیتے ہیں بعض اسرار سے واقف ہوتے ہیں مگر ان کو چھپاتے ہیں۔ کیونکہ جن کو اسرار خداوندی سے آگاہی دی جاتی ہے ان کے منہ پر مہر کر دی جاتی ہے اور ان کا منہ سی دیا جاتا ہے مقصود شدت اخفاء ہے یعنی وہ ان کو بہت چھپاتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ بزرگ بھی خاموش تھے

اور انہوں نے نصوص کا راز نہیں بیان کیا مگر اتنا کہا کہ اس کی درخواست پر کسی قدر تسم فرمایا کہ اوبد ذات! خدا تجھے اس فعل سے توفیق تو بہ عطا فرمائے جس کو تو جانتا ہو یہ دعا اس کی ساتوں آسمانوں سے گزر کر درگاہ رب العلما میں پہنچی اور وہاں اس نے درجہ قبول حاصل کیا۔ اور آخر میں نصوص کی حالت ٹھیک ہو گئی کیونکہ اللہ کی دعا عام دعاؤں کے مثل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ فانی ہوتے ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہوتا ہے اور اس کی دعا خود خدا کی دعا ہوتی ہے پس جبکہ خدا خود اپنے

سے سوال کرے اور مانگے تو وہ رد کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ابنی دعا کو کیونکر دکر گیا۔

(فائدہ اس مقام پر عوام کی غلط فہمی اور ان کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اس مضمون کی توضیح کر کے مولانا کے مدعا کو واضح کر دیا جائے۔)

پس جاننا چاہیئے کہ فک کی معنی یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جائے۔ اسلئے اس کا

ہو جائے بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو مضائے حق کا تابع کر دے اور اپنی خواہشات

کو چھوڑ دے ایسا کرنے سے اسکو حق سبحانہ کی مزاج شناسی اور ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ کوئی شخص گو کتنا ہی مقرب اور محبوب حق سبحانہ ہو جائے

مگر وہ حق سبحانہ کا پورا اور کامل مزاج شناس کہ کوئی بات بھی اسکی مرضی حق سبحانہ کے

خلاف نہ ہو نہیں ہو سکتا اسلئے وہ کتنے ایسے افعال بھی کر لیتا ہے جو کہ واقع میں مرضی

حق سبحانہ کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی تو وہ اپنے افعال کو مرضی حق سبحانہ کے خلاف

نہیں سمجھتا اور اسلئے وہ کام کرتا ہے اور کبھی تقاضائے نفس سے مغلوب ہو کر یا سہواً و غلطاً

وہ کام کر لیتا ہے اور یہ مخالفت کبھی معصیت سے ہوتی ہے اور کبھی غیر معصیت بمعصیت

اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخالفت کرنے والے کو علم ہو کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور غیر

معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ صورت نہ ہو۔ انبیاء و تہمد معصیت سے معصوم ہیں

مگر ادیار نہیں۔ مگر اغلب حوال میں محفوظ وہ بھی ہیں پس اہل اللہ کے افعال دو قسم کے

ہوتے ایک وہ جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوں دوسرے وہ کہ جو مرضی حق کے خلاف ہوں

خواہ معصیت ہوں یا غیر معصیت مع التعمد ہوں یا بلا تعمد۔ پس ان کے وہ افعال جو

مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوتے ہیں انکو اس مطابقت کے سبب مجازاً حق سبحانہ کا فعل

کہا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ مزاج شناس ہوتے ہیں اسلئے اکثر کام ان کی مرضی حق سبحانہ

کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور مخالفت شاذ ناادر ہوتی ہے اسلئے اس بنا پر کثرت اور

بغنائے انکار کا لہجہ۔ انکے افعال کو مطلقاً خدا کا فعل کہہ دیا جاتا ہے اور قید و شرط عدم مخالفت کو بیان

نہیں کیا جاتا۔ جب کہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ سے افعال

خلاف مرضی حق سبحانہ بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ تو اب سمجھو کہ جس وقت ان سے کوئی فعل

مخالف مرضی حق سبحانہ صادر ہو۔ اس وقت حق سبحانہ کا ان کے ساتھ بمقتضائے حکمت و مصلحت مختلف برتاؤ ہوتا ہے۔ کبھی تو حق سبحانہ اس مخالفت کو نظر انداز فرما کر انکی تشریف و اکرام کے لیے اپنی مرضی کو ان کی مرضی کے موافق کر دیتے ہیں ویشہد الحدیث لو اقسام علی اللہ لا مبرہ اور کبھی اس مخالفت پر مناسب تنبیہ فرما کر ان سے موافقت فرماتے ہیں۔ ویشہد لہ۔ قولہ عز مجدا۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری الآیۃ اور کبھی اس فعل سے موافقت نہیں فرماتے اور صرف اس کو رد کر دیتے ہیں ویشہد لہ دودہ عز مجدا دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہم لا تجعل باسہم بینہم اور کبھی اس فعل پر مناسب عتاب فرماتے ہیں ویشہد لہ ملۃ آدم علیہ السلام وغیرہ من الانبیاء۔ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کا ارشاد خافی راست و گفت اور گفت خلاست الخ کو بظاہر مطلق ہے مگر واقع میں مقید بقید عدم مخالفت مرضی حق سبحانہ ہے یہ اسکے دلائل خود مولانا ہی کے کلام میں موجود ہیں مثلاً مولانا اکثر بکے زلت آدم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو فعل حق سبحانہ نہیں قرار دیتے نیز انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چرواہے پر اعتراض نقل فرمایا ہے اور اس کو حق سبحانہ کا فعل نہیں بنایا کیونکہ اس پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے شیخ قطع کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں ان کے فعل پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے الی غیر ذلک من الشواہد فافہم ولا تنزل

القصہ شیخ کی دعا مقبول ہوئی اور حق سبحانہ نے اپنی کار سازی سے ایک سبب

کھڑا کر دیا۔ جس نے نصوص کی اس فعل شیع اور گناہ سے نجات دیدی۔
تفصیل اسکی یہ ہے کہ نصوص حمام میں شہزادی کے نہلانے کے طشت میں پانی بھر رہا تھا کہ یکایک شہزادی کا موتی گم ہو گیا یعنی اسکے کان کی بالی کا موتی کھویا گیا اور جس قدر عورتیں وہاں موجود تھیں سب تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ تلاش کے لیے اول انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حمام کا دروازہ مضبوط بند کر دیا۔ تاکہ نہ کوئی اندر آ سکے اور نہ باہر جا سکے اور وہ اطمینان کے ساتھ اول اس کو سامان میں تلاش کریں اور اگر سامان میں نہ ملے تو پھر دوسری صورت

کر لیں۔ پس انہوں نے اسباب میں خوب تلاش کیا مگر موتی نہ ملا۔ اور نہ چمکانے والے کا پتہ لگا۔ اسکی بعد انہوں نے نہایت کوشش کے ساتھ ہر سوراخ میں منہ میں کان میں۔ نیچے کے سوراخ میں اوپر کے سوراخ میں۔ غرض ہر طرف ڈھونڈنا شروع کیا۔ اور مرد اور عورتیں ہر طرف اسے تلاش کرتے اور اسکی لیے صدف بنے ہوئے تھے یعنی نہایت رغبت کے ساتھ اس کے طالب تھے پس دفعۃً آواز آئی کہ جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں غواہ وہ معمر ہوں یا نو عمر سب ننگے ہو جائیں اور ایک منٹا شی نے سب کی تلاشی لینی شروع کی تاکہ کبھی وہ عجیب موتی مل جائے۔ جب نصوص نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا اور ڈر کر ایک تنہا مکان میں گیا اس کا چہرہ خوف سے زرد تھا اور ہونٹ پتے ہو گئے تھے کیونکہ وہ اپنے سامنے بھوت دیکھ رہا تھا اور ایسے پتے کی طرح کانپ رہا تھا اس نے خلوت میں جا کر مناجات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بہت دفعہ اپنے عہد سے بچ گیا ہوں اور میں نے بہت سی توبہ اور عہد توڑے ہیں اور میں نالائق جس لائق تھا وہ میں نے کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصیبت کا سیاہ سیلاب آپہنچا۔ اب اگر تلاشی کی فوٹ مجھ تک پہنچی تو پھر مجھے کیسے سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے میرے جگر میں۔۔۔ سینکڑوں شعلے لگے ہوئے ہیں۔ دیکھئے میری دعا میں جلی ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے جو غم جھ پر پڑا ہے ایسا غم تو کسی کا فکر کو بھی نصیب نہ ہو۔

یہ میری حالت ہے اور اس حالت میں میں نے تیری رحمت کا دامن پکڑا ہے پس تو مجھ پر کرم کر۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا کوئی شیر مجھے کھا جاتا اے اللہ تو وہ کہ جو تجھ سے کریم کے لئے زیبا ہے کیونکہ اب میں ہر طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوں اور گویا کہ مجھے ہر سوراخ سے ایک سانپ ڈس رہا ہے۔ میری جان پتھر کی اور دل لوہے کا ہے ورنہ اس رنج اور مصیبت میں خون ہو کر بہ جاتا وقت تنگ ہے اب ذرا آپ مجھ پر مہر و انہ غنایت فرمائیے اور میری فریاد رسی کیجیو۔ اے اللہ! اگر تو اب کے میری پردہ پوشی کرے تو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی برا کام نہ کروں گا اس دفعہ آپ میری توبہ کو قبول کر لیں تاکہ میں اس مصیبت سے نجات پا کر نہایت مستعدی سے اس توبہ کو نبھاؤں

اگر میں اب کے کوتاہی کروں تو پھر آپ میری دعا اور بات نہ سنیں۔

غرض کہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں جلاد اور کوتوال کے پنجہ میں پھنس گیا کیونکہ جب میرے جلال کی ظاہر ہوگی تو میں حراست میں لے لیا جاؤں گا اور گردن زنی کے لیے جلاد کے حوالہ کر دیا جاؤں گا ایسے ایسی موت تو کوئی فرنگی بھی نہ مرے اور یہ غم تو کسی ملحد کو بھی نصیب نہ ہو۔ غرض کہ وہ اپنی جان کو رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اور اس نے اس قدر اے خدا یہ کر دے اور اے خدا! وہ کر دے کہا۔ کہ درد دیوار بھی اس کے غم سے متاثر ہو کر شریک دعا ہو گئے۔ وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکایک تلاش کرنے والوں میں سے کسی نے آواز دی کہ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں نصوص اب تم آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ یوں گر پڑا جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی دیوار گرتی اور اس کے ہوش و حواس سب رفلچر ہو گئے اور وہ پتھر کی مانند بے حس و حرکت ہو گیا۔ پس جبکہ اس کے جسم سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو اب وہ معاوقت ہو کہ بقائے ہوش کے سبب باقی تھی اور جس کے سبب روح پورے طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھی اٹھ گئی اور روح کو توجہ کامل کا موقع مل گیا اور اس کو حق سبحانہ سے اتصال بے کیف حاصل ہو گیا۔ اور جبکہ وہ خودی سے خالی ہو گیا اور اس کی ہستی نہ رہی تو حق سبحانہ نے اس کی روح کو جو کہ بمنزلہ باز شاہی کے ہے۔ اپنے پاس بلا لیا اور جبکہ روح کی کشتی ٹوٹ گئی۔ یعنی جسم پر فنا طاری ہو گئی تو اب وہ دریائے رحمت کے مغوش میں ہو گئی۔ اور جبکہ نصوص بے ہوش ہو گیا تو اس کی جان واصل بحق سبحانہ ہو گئی اور اس وقت بحر رحمت کو جوش آگیا اور جبکہ اس کی جان نے قید جسم سے جو کہ اس کے لیے موجب شرم ہے نجات پائی تو وہ اپنے اصل یعنی عالم غیب کی طرف لوٹ گئی۔ کیونکہ جان بمنزلہ باز کے ہے اور جسم اس کے لیے بمنزلہ اس کی

کے جس بازو کا پاؤں باندھا جائے اور وہ جسم میں پاشکتہ اور مغلوب ہے پس
جیکہ اسکی ہوش و حواس جاتے رہے تو اس کی روح کے پاؤں کھل گئے اور
وہ اپنے بادشاہ کی طرف اڑ گئی۔

یہ مرتبہ جو نصوص جیسے فاسق و فاجس کو حاصل ہوا تو کیوں! محض رحمت
رحمت حق سبحانہ سے اس دریا نے رحمت نے اسکو اس نعمت سے سرفراز کیا
خیر وہ تو پھر بھی آدمی تھا۔ حق سبحانہ کے دریائے رحمت کی تو یہ حالت ہے
کہ جب اسے جوش ہو تو جہاد بھی آبِ حیات پنی کر ————— جاندار ہو جاتا
ہیں [چنانچہ انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش شاہد ہے کیونکہ وہ اول منی اور جانی
تھے۔ پھر جاندار ہو گئے] اور ایک بہت کم مقدار ذرہ قابلِ تعجب اور بڑا ہو جاتا ہے
(اشجارِ عظیمہ اسکی مشاہد ہیں) اور زمین اطلسی اور زربفت ہو جاتی ہے
(جو کہ مشاہد ہے کیونکہ اطلس زربفت کی اصل خاک ہی ہے) اور تنویرس کا مردہ قبر
میں سے نکل آتا ہے (قصہ عزیر علیہ السلام کا گواہ ہے) اور شیطان مردود بھی اپنی
برائی کو چھوڑ کر متصف بکمال ہو سکتا ہے اور اتنا حسین ہو سکتا ہے کہ عورتوں کو بھی
اس کی حالت پر رشک ہوتا ہے (بڑے بڑے سرکش کفار کا کامل الایمان بن جانا اس
کا موید ہے) اور یہ زمین سرسبز ہو جاتی ہے اور خشک مٹی کیلا جاتی اور عمدہ بن جاتی
ہے اور بیڑیا بحری کے بچکے کے ساتھ شراب خواری کرتا ہے یعنی دشمنوں میں نہایت
اتفاق ہو جاتا ہے۔

کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (ذُكِّنْتُمْ أَعْدَاءُ فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرُوا
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا)

اور ناامید لوگ سرسبز ہو جاتے ہیں (مکا ہوا المشاہد) خیر جب نصوص کی
حالت وہ ہوئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی دعا مقبول ہو گئی تو دفعتاً آواز آئی
کہ اب خطرہ جاتا رہا کیونکہ وہ ہمیشہ بہا موتی مل گیا اسکی بعد خوف اور ہلاکت کا
اندیشہ زائل ہو گیا۔ اور ہر طرف سے خوش خبریاں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ گمشتہ

موتی یہ موجود ہے اور اب غم زائل ہو گیا ہے اور خوشی سے ہم کو راہ مل گئی ہے۔ لانا تمام دیوائے گم ہم نے موتی پا دیا۔

غرض کہ خوشی کے نعروں اور شور و شعب اور تالیوں کی آوازوں سے حمام گونج اٹھا۔ کیونکہ اب خوف زائل ہو چکا تھا جب یہ حالت ہوئی تو نصوص کو بھی پرس آگیا۔ اس وقت خوشی کے سبب اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر روشنی تھی جیسے سو دن کی ہوتی ہے اور ہر شخص اس معافی چاہتا تھا اور اس کا ہاتھ جو مٹا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کو آپ کے نسبت بدگمانی تھی آپ ہمیں معافی دیجئے ہم نے آپ کی بہت غیبت کی ہے۔ اور اس طرح گویا کہ آپ کا بہت گوشت کھایا ہے سبب اس گفتگو کا یہ تھا کہ سب کا گمان زیادہ تر نصوص ہی پر تھا کیونکہ وہ تقرب میں صریح بڑھا ہوا تھا اور شاہ زادی کا خاص نہلانے والا اور اس کا محرم راز تھا۔ بلکہ یوں کہتے کہ شہزادی اور نصوص ایک جان دو قالب تھے اس وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اگر موتی کسی نے لیا ہے تو صرف نصوص نے لیا ہے کیونکہ شہزادی کا۔ مقرب اس بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

اس خیال کی بنا پر انہوں نے اول نصوص کی تلاشی یعنی چاری تھی مگر اس کی عظمت قائم رکھنے کے لئے اس کو توڑ کر دیا۔ تاکہ اگر اس نے لیا ہو تو کہیں ٹال دے اور اس فرصت کو غیبت جان کر اپنے کو آفت سے بچائے۔ خیر! وہ لوگ اس بہت کچھ معافی چاہتے تھے اور معذرت کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ باتیں سن کر نصوص نے اپنے دل میں کہا کہ یہ محض حق سبحانہ کی عنایت تھی ورنہ جو کچھ میری نسبت کہا جاتا تھا میں اس سے کہیں برا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھ سے کیا معافی چاہی جاتی ہے کیونکہ میں تو زمانہ بھر سے زیادہ گنہگار ہوں۔ میری جو کچھ برائی لوگوں نے بیان کی ہے وہ تو میری اصلی برائی کا سوال حصہ ہے اگر کسی کو شک ہو تو مجھے اپنی حالت خوب معلوم ہے کسی کو میری حالت کیا معلوم۔ ان کو جو کچھ معلوم ہے وہ بہت تھوڑا اور ہزاروں،

بدکاریوں میں سے ایک بدکاری معلوم ہے۔ پس اپنی برائیوں اور گناہوں کو میں

جانتا ہوں یا میرا ستارِ عیوب ہی جانتا ہے۔ پہلے ابلیس میرا استاد تھا جس نے مجھے معصیت کا طریق سکھلایا اس کے بعد میں اس فن میں اتنا ہوشیار ہو گیا کہ ابلیس میرے سامنے گرد ہو گیا۔ مگر حق سبحانہ نے میرے تمام برائیاں دیکھیں۔ مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ گویا دیکھا ہی نہیں۔ تاکہ میں رسوا ہو کر شرمندہ نہ ہوں اور مجھے جان کی مانند شیریں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے میری حالت کی اصلاح کرے اور جو کچھ میں نے کیا تھا سب کو ایسا کر دیا کہ گویا میں نے کیا ہی نہیں یعنی محاف کر دیا۔ اور جو طاعت میں نے نہیں کی تھی اس کو ایسا کر دیا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

یعنی میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو مطیعین کے ساتھ کیا جاتا ہے اس نے مجھے معاف اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا۔ اور بختِ دولت کی طرح میرا دل خوش کیا اور اس نے میرا نام اچھے لوگوں کی فہرست میں لکھ لیا۔ اور میں دوزخی بنا مگر اس نے مجھے جنت عطا فرمائی اور میرے تمام جرائم اور گناہ معاف کر دیئے اور میرا سیاہ نامہ اعمال بھی سفید ہو گیا اور کالا منہ بھی روشن ہو گیا۔ میں نے آہ کی تو وہ آہ میرے لیے رسی ہو گئی اور وہ رسی میرے کنوئیں میں لٹک گئی اور میں وہ رسی پکڑ کر نکل آیا اور خوش خرم اور موٹا تازہ اور سرخ سفید ہو گیا۔ یعنی میری آہ میری خوشی اور نجات کا ذریعہ بن گئی۔ میں گویا کہ ایک کنوئیں کے اندر مقید تھا۔ اور رات دن نالہ و زاری کرتا تھا اور خواہش نفس کی بد

ایک تنگ جگہ میں محبوس تھا۔ مگر اب میری یہ حالت ہے کہ عالم میں بھی نہیں سماتا اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ کہ تو نے مجھے غم سے نجات دیدی۔ ایسی حالت میں اگر میرا ہر مال زبان بن جلتے تب بھی تیرا شکر بیان میں نہیں آسکتے اب میں اس خوشی کے باغ اور اس کے چشموں میں بیٹھا ہوا آوازیں لگا رہا ہوں کہ اے کاش! لوگ میری راحت کو جانیں اور اس دولت کو حاصل کریں۔

یہ واقعہ تو ہو چکا۔ اب سنو کہ نصوح کے پاس ایک ہرکارہ آیا اور کہا کہ ہمارا

شاہزادی آپ کو یاد کرتی ہیں تاکہ آپ ان کا سر دھو دیں اور آپ کے سوا کوئی نہلا سکی
 جو کہ اس کو بلے والے یا مٹی سے ان کا سر دھوئے مطلوب نہیں ہے۔ نصوح نے اس کے
 جواب میں کہا کہ میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور تمہاری نصوح بیمار ہو گئی ہے اسلئے میں
 حاضر نہیں ہو سکتی تم جلدی جا کر کسی کو تلاش کر لو۔ کیونکہ بخدا میرا ہاتھ کام کا نہیں
 رہا۔ یہ تو بلانے والے کو جواب دیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ مصیبت حد سے بڑھ گئی
 ہے اب ایسا نہیں کرنا چاہیے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ خوف اور انقباض
 دل کیسے جاسکتا ہے جو کہ میں اس جبرم کی بدولت جھیل چکا ہوں۔ ایک دفعہ
 تو مر چکا تھا۔ اب دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ پس میں موت کی تلخی چکھ چکا ہوں۔
 اب میں اپنے کو معرض ہلاک میں نہ ڈالوں گا۔ نیز میں نے خدا سے سچی توبہ کی
 ہے۔ اب تادم مرگ سے نہ توڑوں گا۔ کیونکہ اس مصیبت کے بعد کوئی گناہ ہو گا
 جو خطرہ کی طرف قدم اٹھائے۔ آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔ اس کے بعد مولانا اس
 گدھے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ مصیبت میں مبتلا ہو کر دوبارہ پھر
 اسی مصیبت میں مبتلا ہوا تھا۔



حکایت در بیان اس کسے کہ توبہ کند و شیمان شود و باز

اس بیان میں حکایت کو کوئی شخص توبہ کرے اور شمرندہ چو اور پھر اس
اس شیمانیہارا فراموش کند و از مودہ را باز آناید در

شرمندگیوں کو بخلاوے اس آواز سے کہ توبہ کر دو بارہ آناے اور منتظر

خسارت ابد و رفتہ کہ من جزا بالجوب حلت به التدامہ

نہیں میں نہتا ہوجائے کیونکہ جس شخص نے آواز سے کہ توبہ کر دو بارہ آناے اور منتظر

و چون توبہ او را ثبات و قوت و کلاوت و قبول و

اور جب جس کی توبہ کا بکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبول اور وہ اس کی

مردے بد و نرسد چون درخت بے بیج ہر روز زرد تر

ماصل نہ ہو توبہ بغیر بلاگے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا

و خشک تر فعوذ باللہ من ذلک

ہم اس بات سے بھلاک بپناہ پاتے ہیں

تو حکایت اس حکایت
ہے یہ ہا تا قصور ہے کہ
ایک با رخصیت سے نکاح
پانچنے کے بعد وہ نکاح
میں پہنچے کا بہت برا انجام
ہوتا ہے۔

اس طرح اگر توبہ میں تاخیر
نہ ہو و ماس کی خوبی اس پر
راحت نہ ہو تو توبہ کرنے والے
شخص کی مثال بے بیج کے
درخت کی ہے جو روز بروز
خشک ہوتا جاتا ہے اور
اس کے پتے پڑنے پھرتے ہیں
تو حکایت اس حکایت
کا ایک گرجا تھا جس کی کمر
زمینی تھی اور پیش نکاح تھا
تھا جس کی وجہ سے وہ کمر
ہو گیا تھا سنگلاخ جیسے
زمین کو کمر زمین تیار اور
بر مال جوانک اطراف تھیں
بسیل کا جھل پتہ جھل
خیر وہ شیر کسی اسی سے لڑک
زمینی اور لڑک ہو گیا اور جھل
جانوں کا شکار کرنے کے
قابل نہ رہا۔
تو حکایت اس حکایت
وہ حکایت کہنے کے قابل تھا
اور دوسرے دن سے جس
کا بچا کھا کھاتے تھے وہ بھی
جھل کے پتے پڑنے پھرتے
خیر خیر نے لڑک سے کہا
کس کو کہہ کہ پتہ کمر
پاس لے آتا ہر توبہ ہر توبہ
شیرین ہوتی

پشت ریش شکم ہی تن لاغر

زمینی کمر، خالی پیٹ، کمر و جسم

روز تاشب بینوا و بے پناہ

شب و روز بے سرو سامان اور بے پناہ

روز و شب خرداں کور و کبود

گرجا وہاں دن رات اندھا و تاریک و چشم تھا

شیرے بود آنجا کہ صیدش پیش بود

وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

خستہ شد اس شیر و انداز اطمینان

وہ شیر زمینی ہو گیا اور خفا کرنے سے عاجز ہو گیا

بینوا مانند دزدان چاشت خوار

دزد سے مانند سے مسکرم ہو گئے

شیر چون رنجور شد تنگ آمدند

جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

مر خرے را بہر من حیات و شو

میرے لئے گھر، کی شکاری بنی

ز و فوئش خوال فریبانش بیا

باز پر منتہر ہوا جس کو فریب آئے

گازے بود و مرا اور ایک خے

ایک دھول تھا جس کا ایک گرجا تھا

در میان سنگلاخ بے گیاه

بغیر گھاس کی جھل زمین میں

بہر خوردن غیر آب آنجا بنود

وہاں کھانے پینے پانی کے سوا نہ تھا

آن حوالی نیتان ویشہ بود

اطراف میں بسیل اور جھل تھا

شیر را بپیل نزدیک او فتاد

شیر کی لڑائی سے لڑائی ہوئی

مردت و مانند اس ضعف از شکار

ایک عرصہ تک کمری کہ وہ شکار کا جہاز

زانکہ باقی خوار شیر ایشاں بند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے

شیر یک رواہ را فرمود رو

شیر نے ایک روزی سے کہا، جا

گر خرے یا بی بگردم غنار

اگر تجھ کی اطراف میں گھمایاں

لے فرتھا۔ لڑائی کا کیا
مطلب ہے۔ غم۔ گھٹ۔
دھڑکی۔ آڑھوں۔ میں گدھے کو
بھگا کر سے پاس لے آؤں گا۔
قلبیہ جس طرح شکر کرتا
ہے اور باقی روز منہ میں کا
کھاوا کا کھیت بھر تھی
اسی طرح قلب نازاں اور
سارے اپنی لالچا کر رہا ہے
اور عین دہار میں گدھے
اپنی عموک مائل کرتے ہیں۔

زاں فسونہائے کے میدانی بگو

جو شستہ تر جاتی ہے، وہ بڑھ

پس بگیرم بعد ازاں صید و گز

اس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا

من سبب باشم شتمارا درنوا

میں تو شتم میں تمہارے لئے سبب بنانا

نرم گرداں زود تر اینک شش

نرم کر، جلد یہاں لے آؤں گا

یا خرے یا گاؤ بہر من بگو

یا گدھا یا بیل میرے لئے شاکش کر

چوں دیام توتے از مخم خسر

جب میں گدھے کے گوشت سے حالت بکروں گا

اند کے من میخورم باقی شما

میں تو دنا سا کھائوں گا، باقی تم

از فسون وار منہائے خوشش

اس کو شستہ اور اچھی باتوں سے

شرح

ایک دھوبی تھا اور اسکی پاس ایک گدھا تھا جس کی کر

زخمی اور پیٹ خالی اور جسم دبلا تھا اور ایک پتھر ملی زمین

میں رہتا تھا جس میں گھاس نہ تھا وہ وہاں رات دن بے گھاس اور بے پناہ رہتا

تھا کیونکہ کھانے کے لئے وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہذا وہ گدھا وہاں رات

دن مبتلائے مصیبت رہتا تھا وہ صحرا ایک نیستان اور بن کے قریب تھا جہاں

کہ ایک شیر رہتا تھا جس کا کام شکار تھا۔ اتفاقاً اس شیر کی مابھی سے

لڑائی ہو گئی اس میں شیر زخمی ہو گیا۔ اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا اور ایک عرصہ

تک ضعف کے سبب شکار سے عاجز رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور درندے

بھی غذا سے محتاج ہو گئے کیونکہ وہ سب شیر کا بچا کچھ کھانے والے تھے پس

جبکہ شیر بیمار ہو گیا تو وہ بھی تنگ ہو گئے آخر شیر نے لامٹری سے کہا کہ تو جا اور

میرے لئے کسی گدھے کو شکار کر کے لائے اگر اس مرغ زار کے آس پاس سے

کوئی گدھا مل جائے تو اسکی باتیں بنا کے اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔

خواہ گدھا ہو یا گائے۔ جو کچھ بھی ملے تو میرے لئے ڈھونڈ۔ اور جو

بٹائی آتی ہیں تو اس سے بنا اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔ جب میں گدھے وغیرہ

کے گوشت سے کسی قدر طاقت حاصل کر لوں گا اس میں سے کچھ میں کھاؤں گا اور

جو بچے گا وہ تمہارا ہو گا۔ اس طرح میں تمہارے سامان خورش کا سبب بن جاؤں گا۔ پس تو اپنے افسوں اور اچھی باتوں سے اُسے نرم کر کے جلدی یہاں لے آ۔ آگے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

تشبیہ کردن قطب کہ عارف و اہل ست در اجرائے

قطب عبارت واصل بحق کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی ان مراتب کے اجراء و ادین خلق از قوت رحمت و مغفرت بر مراتب کشفش سے روزی یعنی تشبیہ بیان کرنا جواز ہے اس کو الہام کہیے اور شیر سے

الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و بانی خوار ہے اند

مثال دینا کیونکہ اس کے روزی خوار اور بانی خوار کھانے والے ہیں غیر

بر مراتب قرب ایشان بشیر نہ قرب مکانی بلکہ از قرب سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ معانی قرب کے اعتبار

صفتی و تفصیل ایں بسیار است و اللہ الہامی

سے اور اس کی بہت تفصیل ہیں اللہ خدا باریک بینی سے دیکھتا ہے

باقیاں ایں خلق باقی خوار او

باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والا ہے

تا قوی گردد و کند صید و خوش

تا کہ قوی ہو جائے اور خوش ہونے لگے شکار کرے

کز کف عقلست جملہ از قی خلق

کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے احسان سے ہے

ایں نگہدار اردل تو صید جو

اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال رکھ

بہت عقل ست تدبیر بیدان

جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضعف در کشتی بود در نوح نے

کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ نوح میں

گردش افلاک گرد او بود

آسمانوں کی گردش اس کے گرد ہوتی ہے

قطب شیر و صید کردن کار او

قطب شیر ہے اور شکار کرنا اس کا کام ہے

تا توانی در رضائے قطب کیش

تجسس جب تک ہر کے قطب کو رضائے کی کوشش کر

چوئل بر نجد بنیوا مانند خلق

جب وہ زبیدہ پر جائیگا مخلوق بے سرنشانی رہائی

زانکہ وجد خلق باقی خوار او

کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس عود ہے

او چو عقل و خلق چوئل اعضائے تن

وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضاء کی طرح

ضعف قطب از تن بود از روح

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ روح کی

قطب آں باشد کہ گرد خود تند

قطب وہ ہوتا ہے جس پر گرد گھومتا ہے

اللہ قطب بر نفس اپنے

ذکر کا قطب ہوتا ہے وہ

اسرار و صاف کا بر ولایت

استقامت کرتا ہے اور وہ ہے

الہام و آواز محمد اور لغبار

اس کے واسطے نعیاب

ہوتے ہیں تاکا کی پروا

فرض ہے کہ قطب نادر

کی خوشنودی حاصل کرے

اور اس کو خوش رکھے

تکملہ بر بند اگر قطب

زنجیر ہوتا ہے تو بقیہ

رنگ ہے سرور ان ہاتھ

میں وہ بیکر بن گیا لوگوں کی

روزی اس کا پس عود ہے

لے آؤ چو قطب صفت

مخلوق کی ذہنی نسبت ہے بر

عقل و حقیقت و مفاد انھما

عقل کے ذریعہ محرک مائل

کرتے ہیں نسبت قطب ہے

روحانی صفت طاری نہیں

ہو سکتا گذشت اشار میں جس

کے جس صفت کا ذکر ہے وہ

معنی بیان متعصب ہے اس

کی روح اور جسم کی وحدانیت

ہے جو حضرت نوح اور شی

کی تھی یا یہ قطب کہ جس

مدد کی ضرورت ہے وہ اس کی

بیان ہے۔

تھے ایتھ۔ ہر جہاں قطب
کی بدلی خدمت کر گیا وہ جتنے
نے ہی منید ہے گفت کہ خضر
کے کھانے کے رکھا کر کے کر
اشرقت نے اپنی مدد قرار
دیا ہے اور ہوا یا کس مدد کا
فائدہ نہیں بے حدت مند
خداوندی حاصل ہوگا۔ چنانچہ
جس طرح کوئی شہر کے لئے
نکارا کرتا ہے اور اس سے
خود فائدہ اٹھاتا ہے جس طرح
تم جو قطب کی بدلی خدمت
کر گئے خود فائدہ اٹھاؤ گے۔
مزید قطب کا ارادہ مند ہو کر
قطب کر کے گا وہ کوئی نہ کرے
خود کی طرح ہوگا کہ خود کو
نہیں دیکھا۔ مزید قطب کا
نہیں جو ہے جس کی کمانی نہ کر
ہوتی ہے مگر قطب کے اس
پہنچ کر اس کو ضرور ہی زائل
ہو جاتا ہے جس طرح کہ راکہ
کھا دنا لیں یا چڑھتا ہے
زائس کی غاصبت بدل جاتی
ہے۔

یابے وہ درمخت کشیتیش
اس کی کشتی کی مرت میں بند کر
یار شیت در تو فسناید نے درو
تیری مدد بخود میں اضافہ کرے گی نہ کہ نہیں
پہنچو رو بہ صید گیر و کن فیدش
کوئی کی طرح فکار کر اور اس پر قرآن ہو رہا
رو بہا نہ باشد آں صید میرید
نہ کہ کا شکار۔ کوئی کی طرح کا ہوتا ہے
مردہ پیش او کشی زندہ شود
نہ کہ ملنے مردہ نہ ہوئے گا وہ زندہ ہو جائے گا

گر غلام خاص و بندہ کشیتیش
اگر تو اس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے
گفت حق ان نصروا واللہ ینصرون
اشرقتا نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے
تا عوض گیری ہزاراں صیدش
اس کو تو ہزاروں سے زیادہ فکار دینے میں مدد کرے
مردہ گیر و صید گفت ارمیرید
نہ کہش بخود مرے کا شکار کرتا ہے
چرک در پالیز رو سہ شود
نہ کہ وہ غایب نہیں آگئے والا میں ہا ہے



شرح

قطب شیر ہے اور اس کا کام شکار کرنا ہے اور باقی لوگ اس کا
پچا ہوا کھانے والے ہیں یعنی قطب حقائق و معارف کو حق سبحانہ
سے حاصل کرتا اور دوسروں پر افاضہ کرنا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے
قطب کو خوش رکھو اور ان کی مالی خدمت کرتے رہو تاکہ وہ قوی ہو جائے اور
و خوش معارف حقائق کا شکار کرے اور اس میں سے تمہیں بھی نفع اس کی قوت
کی اس لئے ضرورت ہے کہ جب وہ ضعیف بیمار ہو جاتا ہے اور طاعات جہانیرہ پر قادر
نہیں ہوتا تو مخلوق ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ وہ بذریعہ طاعات
جہانیرہ کے حاصل کر کے مخلوق کو ان سے مستفیض کرتا کیونکہ وہ بمنزلہ عقل کے

ہے اور مخلوق بمنزلہ خلق کے اور خلق کو جس قدر غذا ملتی ہے وہ بتوسط عقل کے ملتی ہے پس مخلوق کو جس قدر غذائے روحانی ملتی ہے وہ بتوسط قطب ملتی ہے اور بصورت ضعف قطب اسکی کتابکے عاجز ہے اسلئے مخلوق کا حرام لازم ہے کیونکہ مخلوق کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا پس ماندہ تھا۔

اور صورت مذکورہ میں اس کو وہ غذائے خاص حاصل ہی نہیں ہوتی تو مخلوق کو کیلئے پس اگر تمہارا دل صید معارف کا شائق ہے تو اس نکتہ کا غاظر کھو! اور شیخ کی خوب خدمت کرو تاکہ وہ کمزور نہ ہونے پائے اور پوری قوت کے ساتھ طاعات جسمانیہ میں مصروف ہو کر خوب غذائے معارف حاصل کرے اور مخلوق کو اسکی بہرہ مند کرے اسی لئے کہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ اعضائے جسمانیہ کے اور تدبیر و تربیت اعضا عقل سے وابستہ ہے لہذا عقل کی صحت ضروری ہے۔

ہم نے جو کہا تھا کہ قطب کو راضی کرو اور اسکی خوب خدمت کرو تاکہ وہ قوی ہو جائے۔ اسکی معلوم ہوا تھا کہ قطب ضعیف بھی ہو جاتا ہے پس تم سمجھو کہ اس کا ضعف صرف جسمانی ہوتا ہے نہ کہ روحانی۔ اور ضعف اس کی کشتی تن میں آتا ہے نہ کہ لوح روح میں۔ کیونکہ قطب تو وہ ہوتا ہے جو اپنا مدار خود ہو۔ اور افلاک اسکی گرد گھومتے ہیں پس جو عالم کا محتاج الیہ ہو وہ کیونکر ضعیف اور محتاج تقویت ہو گا۔ ہاں اسکی کشتی تن میں ضعف اور شکستگی آسکتی ہے پس تم اگر اس کے غلام خاص ہو تو اسکو کشتی تن کی اصلاح میں مدد دو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم شیخ کو نفع پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس خدمت میں خود تمہارا فائدہ ہے نہ کہ اس کا۔ کیونکہ اسکی اعانت حق سبحانہ کی اعانت ہے اور حق سبحانہ کی اعانت میں حق سبحانہ کا کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ خود تمہارا فائدہ ہے کہ حق سبحانہ تمہاری اعانت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصکم۔

پس حاصل یہ ہے کہ تم شکار کرو اور کماؤ اور شیخ پر قربان کرو۔ اسکی

معاوضہ میں تم کو ہزاروں صید معارف ملیں۔ یاد رکھو: کہ مرید خاص کی کمائی شیخ کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ اس لوہڑی کا شکار شیر کے لیے۔ اسلئے اس کی کمائی دنیا نہیں ہوتی۔ جس کو حدیث میں جیفہ اور مردار کہا گیا ہے برخلاف اس شخص جو شخص اپنے نفس کے لیے کماتا ہے اس کی مثال ہنڈار کی سی ہے اور اس کی کمائی دنیا اور مردار ہے ایک طرف اگر تم نے اپنے ہی نفس کے لیے کمایا تھا اور تم اس شیخ کی خدمت کرو۔ تو گو وہ اول مردار یعنی دنیا تھا مگر اب وہ زندہ یعنی دین ہو جائے گا اور اس کی مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کھیت میں کھا د ڈالا جائے اور وہاں وہ نبات بن جائے اور کھانے کے قابل بن جائے۔

(خائدا: قال مجدد الملة والذين افاض الله علينا من بركاته في تقويم المقام قوله تالواني در رضا قطب کوش الخ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اس پر معارف کا فیضان تمہاری ارضا اور خدمت پر موقوف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیضان للافاضۃ علیک موقوف ہے اس پر۔ راز اس میں یہ ہے کہ وہ راضی ہو کر تمہارے افاضہ کی طرف متوجہ ہوگا۔

اور اس توجہ و جوش کے وقت عادیۃ اللہ یہ ہے کہ اس پر خاص اسرار نفع خلق کے لیے فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف خلوت کے کہ اس وقت اکثر فیضان خود اس کی انتفاع کے لیے فائض ہوتے ہیں۔ اسلئے آگے فرماتے ہیں ۵
مادیت در تو خزايد نے دروالم انتھى لفظہ الشریف)

جواب گفتن رُوباہ شیر را

دوڑی نہ شیر کو جواب دینا

گفت رُوباہ شیر را خدمت کنم

دوڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجاؤں گی

جیلہ و افسوں گری کار بست

جیلہ اور شتر بڑھنا میرا پیشہ ہے

از شیر کہ جانب جویش تافت

بہار چرسے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی

پس سلائے گرم کرد پیش رفت

گرم چش سے سلام کیا اور سامنے آگئی

گفت چونی اندیریں صحر آشک

بول: اس خشک میدان میں آپ کیسے پہنچے

گفت خرگرد غم و درارم

گدھ سے کہا میں غلام ہوں یا جنت میں

شکر گویم دوست اور خیر و شر

اتھان اور بڑائی میں دوست کا شکریہ ادا کرتا ہوں

چونکہ تمام اوست کفر آمد گہ

جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکریہ نہ کرے

باز گفت العصب مفتاح الفرج

پھر اس نے کہا صبر کی کنجش ہے

رافضیم من قسمت قسام را

میں تقسیم کر لے دے گی تقسیم پر راضی ہوں

بہرہ وراز نسبت اوصاف عام

ہر کی نسبت سے خاص و عام ناغہ آجاتے ہیں

مرغ و ماہی قسمت خود بخود

پرندہ اور چھپیاں اپنا حق کھاتے ہیں

جیلہا سازم ز عقالش کنم

تعمیر میں کروں گی انکو عقل سے بچاؤں گی

کار من دستاں واز رہ بُردنت

میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

یک خبر مسکین لاغرا بیافت

ایک کمزور مسکین گدھے کو ایسا

پیش آں سادہ لے درویش رفت

اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آگئی

در میان سنگلاخ و جانے خشک

بترکلی زمین اور خشک بجے میں

قسمت حق کرد من ایں شاکرم

اللہ نے میرا حق بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

زانکہ بہت اندر قضا از بند تیر

کیونکہ تم خداوندی میں میرے سے بھی زیادہ براہ

صبر باید صبر مفتاح الفصلہ

صبر کرنا چاہیے، صبر طریقہ کی کنجش ہے

صابراں رکے رسد خود و خرج

صبر کرنے والوں کو کسنتی اور ملے گی کتنی؟

کہ خداوند دست خاص عام را

کیونکہ وہ خاص و عام کا آتا ہے

میرساند روزی و خوش و ہولام

وہ خوشی و غم اور کھانے پکھانے کو دیتی ہے

مور و مار از قسمت اومی بخزند

چیمٹھان اور سانپ اس کی قسمت کھاتے ہیں

لے گفت۔ دوڑی نے گدھے

سے کہا آپ میں خشک پہرے

جھل میں کیوں پڑے ہوئے

میں گفت۔ فرنگ سے کہا

یہ نعمانی تقسیم ہے جو سیرا

حق ہے میں اس پر راضی

ہوں۔ تاکہ انسان کو پر

مالت پر مسکرا کر اپنا

اور سوچنا چاہیے کہ اللہ قسم

نے اس کو اس سے بدتر

مالت میں نہیں کیا۔ چونکہ

اللہ کی تقسیم پر شکوہ نہ کرے

انھیں صبر کرنے سے ناکام

پیدا ہو جاتی ہے

لے راضیم زرق عدا

تقسیم کر دے ہے جبکہ وہ

سب کا ایک ہے فرض

کی تقسیم پر راضی رہنا

ضروری ہے۔ بہتان۔ کیلئے

کوڑے ترخ جس قسم کا

ہو صبر اس کی ہی منتظر

سے رزق حاصل کرے ہے

دنیا کی ساری مخلوق اس کے

ہی عین نعمت سے نفعی

مخلک کر رہی ہے

لے گفت۔ دوڑی۔ دوڑی نے شیر سے کہا میں تم کی تقسیم کروں گی اور اپنے تہجر سے شکار کو بے خوف بنادوں گی۔ رشتہاں۔ مکر۔ خیرتیں۔ یعنی دھم دھول کا لکھنا۔ دوڑی اس کے پاس پہنچی اور اس کو گرم چوش سے سلام کیا۔

تھلے ہی محمد ساری خلق
 کو وہ دھڑی پہنچا رہا ہے کئی
 جاندار مذہبی سے علوم نہیں
 ہے غرق حق اللہ کے صوفی
 سب دھڑی پہنچ رہا ہے
 دوست ہے خود رسد گاہ
 دھڑی سے کتنا میری ہے۔
 ملے شکر کن جس حالت
 میں ہیں جو ہے اس کی شکل
 گزار رہا ہے کس سے
 بڑی حالت میں نہیں ہے
 تارہ جب تک مجھے رسول
 روزی حاصل ہے میں صفا
 روزی کی خواہش نہ کرنا
 کیونکہ ہر صفا کے
 ساتھ کوئی نہ کوئی تکلف وہ
 بات ضرور گئی ہے تو
 کے ساتھ ساپ ہے پھل
 کے ساتھ کاٹنا ہے۔
 ملے حکایت اس حکایت
 سے یہ سمجھنا ہے کہ کس میں
 عقل کے گھوڑوں کو کچھ
 خوراک حتیٰ قریب کے
 ساتھ نہیں دیکھیں یہی
 کاٹنے پر ہے۔ درختوں
 انسان کو پانی کے بغیر
 اور اللہ کی حاجت کا طالب
 بنے اگر اس کو یہ چیز حاصل
 ہو جائے تو مصائب کی تمنی
 شیریں سے مل جائے گی
 اگر انسان نہ آتی ہوئی نعمت
 کی تمنا کرے گا تو اس کے
 ساتھ کی نصیب سے پریشان
 ہو جائے گا۔
 ملے چٹا کہ دنیا کی برکت
 کے ساتھ نہ نصیب رہا ہے
 چھ روز ہے تو اس کے ساتھ
 مال میں ہے انسان راندی
 تھا کرتا ہے لیکن نہ مال
 سے فاضل ہوتا ہے۔

خوان اوستا ستر عالم گرفت
 اس کے دست فرما لیے مرے عالم کو گھیرا ہے
مئی خورد و پخت کم نایدازاں
 وہ کار ہے ہیں اور اس کوئی کمی نہیں آتے
باش راضی گرتوئی دل زندہ
 اگر تو رحم دل ہے ، راضی رہ
غیر حق جملہ عذوقند اوست دست
 اللہ (حقانے) کے علاوہ سب چیزیں وہ دوستی
شکر کن تا نایدت از بد بتر
 شکر ادا کرنا وہ تاکر ہے نہ سے ہر تر نے
تا دہد دوشم خواہم انجبین
 جب تک وہ مجھے دے گا میں نہ ہوں انگریز
گنج بے بارو گل بے خار نیست
 خزانہ بغیر ساپ کے اور پھل بغیر کانٹے کے نہیں ہے
یک حکایت یاد دارم از پدر
 مجھے یاد آئی ایک کہانی یاد ہے

بر سر خورش خلافت
 خلق اس کے دست فرما پر تہہ میں ہے
کیست بے روزی بگواند کجہاں
 ہوتا ، دنیا میں بے روزی کون ہے؟
کو رساند روزی ہر بندہ
 وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے
باعدا از دوست کوہ کے نکوست
 دشمن سے دوست کا شکوہ مکمل ہوتا ہے؟
ورنہ مانی ناہاں در گل چو خر
 روز تو کچھ کے گھسے کی طرح رہ جائے گا
زانکہ ہر نعمت عے دارد قری
 کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی فخر نہیں ہے
شاری بے غم دریں بازار نیست
 بزم فخر کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے
در نصیحت گفت روزی کے پسر
 میں نے ایک در نصیحت میں کہا اسے بیٹا!

حکایت دیدن خرسقائے بانوائے اسپان نازی را در
 نئے کے گھر کا خاص عقل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھڑوں کو دیکھنے کی
آخر خاص و متمنا بردن آں دولت را در موعظ آنکہ تمنا
 حکایت اور اس دولت کی تمنا کرنا اس نصیب کے بارے میں کہ
نباید بردن الا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنج
 سوائے مغفرت اور مہربانی کے حقا کرنا چاہیے خواہ سینکڑوں تکلیف ہوں
بوجود رنج لذت مغفرت بود ہمہ شیریں شود باقی ہر روز
 جب مغفرت کی نعمت حاصل ہو جائے گی وہ تکلیف سب شیریں ہو جائیگی تب ہر
کہ آں را نا آزمودہ تمنا میری باں رنجے قریب ست
 دولت کی بلے آزمائے تو بہت کرے قریب کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو
کہ آں را نمی چننا کہ از ہر دایم دانہ پیدا شود و
 میں دیکھ رہا ہے ۔ چنانکہ ہر مال کا دانہ نکلا ہوا ہوتا ہے اور مال پہنچا ہوتا ہے

فتح پنہاں تو دریں یک دم ماندہ و متناہیبری
 ترابں بالیں بچے سے خوش رہتا ہے اس شخص کہ اس مانے
 کہ کاشکے باآں دانهارفتے پنداری کہ آں دانهیا
 تلم تلم پاتا خوشحال کرتا ہے کہ وہ مانے
 بیدام است
 میر جان کے ہیں

ملے تاجن۔ اُس گمے کی
مصیبتوں کی دوج سے سوت
کی ترقی تھی۔ جو کہا۔ اس
گمے کو جو دور کا خشک
گمہ جس کی بیٹ بھرت
تھی اور ہر وقت اس کی
سج سے ٹھکانا جس سے
اُس کی ہمت زخمی تھی میرزا
دارو شعلیں۔ آگاہ حرف
وال مژمی ہوئی شعل کا
ہوا سے بدست نہ بے
زبان۔ آخر تھو۔ رشامی
شعلیں۔

اے محمد رسول اللہ کے گھر سے
 لے کر شاہی اہل بیت میں
 گھر سے دیکھ کر جبریت خود
 حالت میں تھے۔ تیرہ بابہ۔
 اہل بیت کی زمین پر چڑھ کر اوتار
 اور اس کا اندر اور برکت
 سب گھنٹوں کو کرتا جاتو۔
 ان کے بدن پر کھڑے پڑا پستہ
 اور ایش چوتی جگہ۔ جس
 گھر سے نے ہرمان کی طرف
 کھینچ کر کے و ماشرع کر
 کراہیاں میں بھی تیسری
 فوق ہوتی ہیں اس میں
 میں کہیں چلا۔

گشتہ از محنت و تپاچوں خنجرے
 شفقت کی وجہ سے ملنے کی طرح اُٹھ کر گیا تھا
 عاشق و حویلیئے روزِ مرگ خویش
 وہ اپنا سوت کے دن کا جواں اور عاشق تھا
 در عقب زخم و سیخ آہنے
 بیچے زخم اور لوہے کی سیخ
 کاشنائے صاحبِ غمِ بودِ مرد
 کیونکہ وہ گدھے کے ایک کاشنا سا تھا
 کز چہ ایں خزر گشتے تابجو دل
 کہ یہ کدواں کی طرح کیوں اُٹھ کر چو گیا؟
 کہ نمی باید بچا ایں بستہ دَہن
 کیونکہ اس نے زبان کو بچ نہیں دے ہی
 تا شود در آخرِ ششہ زورمند
 تاکر شہی اصبل میں عاشقہ بن جائے
 در میان آخرِ شلٹاش بست
 اُس نے اُس کمر شہی اصبل میں باغ دیا
 بانوا و فر بہ و خوب و صید
 با سرِ سامان اور سونے اور مہ اور گنے
 کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
 محاسن اور پیرِ برکتِ مادہ
 پوز بالا کمر کا رے رت مجید
 جس نے کھو دیا تھا بارے بزرگِ ہندو گار

بؤ دستقائے مرا ورایک ختمے
 ایک سقہ کا ایک گد مہا تھا
 پشتش از بار گراں رہ جارش
 ہماری بھوک دجے انکی گردش مگرے نہ تھی
 جو کچا از کھ خشک او سیرنے
 جو کیاں ! وہ خشک مٹاں بھی پیٹ نہ رہتا تھا
 میرا آخر دید اُدرا ز جسم کرد
 اسبل کے دار و درے اسکو رکھا، اور مٹ گیا
 پس سلاش کرد و پریشش حال
 اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا
 گفت از روشنی و قصیر من
 اس نے کہا میری مجلس اور کوتاہی سے
 گفت بسیارش بمن تور و زخند
 اس نے کہا اُس کو چند دن پہلے میرے پیر دگر
 خرب و لیسر دوا از حمت برست
 اس نے کہا اُس کے پیر دگر دوا اور صحت سے
 خرزہر سو مرکب تازی بدید
 مجھے لے ہر باب عربی محمدی دیکھے
 زیر پاشاں روفتہ و آبے زہ
 انکے پاؤں کی زنجی جماند ہی پہنکی اور ان کی ہرگز
 خارش و مالش مراں ہاں را بدید
 گندڑوں کی مالش۔ اللہ کھرا دیکھا

۳۵ شب۔ دن کی پٹائی
جسے نرات بھر دو دیں اور
بہرگ میں گدازتا چلے اور ہر
وقت موت کی تھاکر رہیں
یہ جی کوڑے کس قدر میں د
مشرقت میں ہیں تو نے بے
میں کیلئے کیوں مخصوص
ہے۔

حکما ناگیاں کی جو ہیں دن صد
جنگ کا اٹھ بولیا اور ان
عری گھوڑوں پر زین کے
چلنے کا سرتق کیا۔ زینتبا
یہ گھوڑے فتح کے ساتھ
میدان جنگ میں گئے اور
دباں دشمنوں کے پیروں اور
تیر دلت سے زخمی ہوئے اور
جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے
اصطبل میں چت کر گئے۔
پا پتہ ای سلیندوں نے ان
کے پاؤں فراسے کسے اور
تیر نکالنے کے لئے ان کے
جروں میں شکات کرنے شروع
کر دیئے۔

۳۵ عری غر۔ زعفری کے گھوڑے
نے جب عری گھوڑوں کی یہ
مالت دیکھی تو دما کرنے لگا کہ
میں فقر اور عافیت پر راہی
ہوں ساز و سامان کے ساتھ
یہ زخم خوری بے حق نہیں
ہے۔ گفت۔ گھوڑے کی تقریر
سن کر زعفری نے کہا اضمتم
کا حکم ہے کہ رزق تمہارے کو
لہذا حلال رزق کی طلب نہی
ہے۔

نکہ مخلوق تو اُم گیرم خرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں نا تاکہ میں یکے جا ہوں
شب گزشتہ درویشیٰ از جوع کم
رات کو کر کے درو اور پیٹ کی بھرک سے

حالِ ایں اسپاں خنیں خوش بانوا

ان گھوڑوں کی ایسے سازشیاں کے ساتھ عروہ حالت

ناگہتاں آوازہ پیکار شد

ایمانک جنگ کا اعلان ہو گیا

زخمہائے تیر خوردند از عدو

انھوں نے دشمن کے تیروں کے زخم کھائے

از غر باز آمدند آں تازیان

وہ عری گھوڑے جنگ سے واپس آئے

پایہاں شان بستہ محکم بانوا

فارسے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے آئے

می شکافیدند نہاںش انیش

انھوں نے شتر سے ان کے جروں میں پیرا دیا

چوٹ خراں را بدیست آ خدا

جب گھوڑے انھیں دیکھا کہ ہر اتھا لے خدا

زاں نوا یز ارم و زین زخم زشت

میں اس سرد و سالاک اور اس بھنے زخم کے چھڑا ہوا

۳۵

از چہ زار و پشت ریش لاغرم
میں کس دہر سے عاجز اور زخمی کر اور فرہوں
آرزو مند م بہر دن و بندم
لحمہ بہ لحمہ میں مرنے کا آرزو مند ہوں

من چہ مخصوصم بتعذیب بلا

میں غلاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

تازیان را وقت زین و کار شد

عری گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا

رفت پیکانہا درایشاں سوبو

جنگ جگہ ان میں تیر کش گئے

اندر آخر جملہ افتادہ ریشاں

اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

نعلبند ایں استادہ در قطار

نعلبند و تن میں کھڑے تھے

تا بروں آرنہ پیکانہا ز ریشاں

تا کہ زخم سے تیر ہر نکالیں

من بفقر و عافیت ادم رضا

میں نے فقری اور آلام پر رضا مندی دی

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت

جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی



شرح

لوٹری نے شیر سے کہا کہ میں حضور کی خدمت کروں گی اور میں
ایسی تدبیریں کروں گی کہ شکار کو احمق بنا دوں گی۔ چالاکی
اور مستر چھوٹا تھا تو۔۔۔ میرا خاص کام ہے کہ وہ میرا کام ہی فریب دینا اور بے راہ کرنا

ہے۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئی۔ وہ پہاڑ پر سے ندی کے طرف جا رہی تھی کہ ایک بے چارہ گدھاراہ میں اُسے مل گیا اُس نے اُسے نہایت تپاک سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اس احمق فقیر کے پاس گئی وہاں جا کر اُس سسلی کہا کہ آپ اس خشک جنگل میں پتھر ملی زمین اور خشک مقام میں کیوں رہتے ہیں۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں ہوں یا راحت میں۔ جس حال میں بھی ہوں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا یہ حصہ اسی نے مقرر کیا ہے۔ اور میں اس دوست کا بھلائی، بُرائی ہر دو حالت میں شکر ادا کرتا ہوں۔ بھلائی میں شکر کرتا تو ظاہر ہے بُرائی میں شکر اُس کرتا ہوں کہ تقدیر الہی میں بُری حالت سے بھی زیادہ میری حالت ہے پس میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اسٹل مجھے زیادہ بُرائی سے بچا لیا اور جو کہ تقسیم کرنے والا وہ ہے اسٹل میں گلہ نہیں کرتا کیونکہ خدا کی شکایت کفر ہے بلکہ شکر کرتا ہوں۔ اور صبر بھی جانتے ہیں کیونکہ صبر انعام خداوندی کا ذریعہ ہے یہ جواب اسٹل لومڑی کو دیا اور یہ بھی کہا کہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے، اسٹل میں صبر کرتا ہوں کیونکہ صابروں کو تکلیف اور تنگی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا صبر تکلیف کو کالعدم کر دیتا ہے۔

الغرض! میں قسام ازل کی تقسیم پر راضی ہوں کیونکہ وہ عوام و خواص سب کا مالک ہے اور سب کی خبر لیتا ہے اسٹل انعام سے عوام و خواص سب متمتع ہیں اور وہ وحوش اور کیڑوں سے سکڑوں تک کو روزی دیتا ہے۔ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں اور حیوانی اور نباتی تک اس کی نعمت کھاتے ہیں اس کا خوان عالم کے اس سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس خوان پر مخلوق بیٹھی ہوئی متعجب ہے کیونکہ وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔ اب مولانا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ تم بتلاؤ کہ۔۔۔ جہاں میں کون ہے جسے رزق نہیں ملتا۔ لاعمالہ۔۔۔ تم۔۔۔ یہی کہو گے کہ کوئی نہیں تو جب حق سبحانہ ایسے منعم اور ایسے محسن ہیں کہ ہر کسی کو لاعمالہ رزق پہنچاتے ہیں تو اگر تم زندہ ولی ہو تو تم کو خوش رہنا چاہیے کیونکہ وہ ہر بندے کو روزی پہنچاتا ہے

لہذا تم کو بھی پہنچائے گا اور ہرگز شکایت نہ کرنی چاہیے کیونکہ جس تم شکایت کرو گے وہ غیر خدا ہو گا اور غیر خدا دشمن ہے۔ پس یہ شکایت ہوگی دوست کی دشمن سے اور دوست کی شکایت دشمن سے کب بھی بات ہے اور جو حالت بھی ہو۔ اس پر تم کو شاکر رہنا چاہیے تاکہ اس زیادہ برائی تم کو لاحق نہ ہو۔ ورنہ تم مصیبت میں یوں پھنس کر رہ جاؤ گے جیسے گدھا دلدل میں۔

اس مضمون کو ختم کر کے گدھے کے بیان کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گدھے نے کہا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب تک مجھے چھاپھ (قوت لایوت) میں شہد (عمدہ غذا) نہیں مانگتا۔ اسی لئے کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک مصیبت ہوتی ہے اور جس طرح کوئی خزانہ بے سانپ کے اور کوئی گل بے خار کے نہیں ہے یوں ہی دنیا میں کوئی خوشی بے غم کے نہیں ہے پس یہ نعمت کی خواہش کو ناتما ہے اس مصیبت کے جو اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق مجھے اپنے باپ کے ایک حکایت ہے سنو! انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے

کہا تھا کہ بیٹا ایک سقہ تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ گدھا تکلیف کے سبب حلقہ کی طرح ٹیڑھا ہو گیا تھا اور بھاری بوجھ کے سبب اس کی کمر متعدد مقامات سے زخمی تھی اور وہ مصیبت کے سبب اپنی موت کے دن کا عاشق اور اس کا طالب تھا۔ اُسے قوت کہاں نصیب تھی!..... گھاس بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آڑ کے کوچوں سے... پیٹھ زخمی ہو رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر داروغہ اصطبل نے اس پر رحم کیا۔ کیونکہ وہ گدھے والے کا دوست تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز داروغہ مذکور سقے کے پاس آیا اور سلام کیا اور حالت دریافت کی اور کہا کہ یہ گدھا حرف دال کی طرح خمیدہ کیوں ہو رہا ہے اس کے جواب دیا کہ میری مفلسی ہے اور کمی معاش کے سبب۔ کیونکہ اس نے زبان کو جو نہیں ملتے اس نے کہا کہ اچھا چند روز کے لیے

تم اسے میرے حوالہ کر دو تاکہ یہ شاہی اصطبل میں رہ کر قوی ہو جائے اسلئے گدھا اس کے
 حوالے کر دیا۔ اور خود مصیبت سے چھوٹ گیا۔ داروغہ نے اسے لے جا کر شاہی اصطبل
 میں باندھ دیا۔ گدھے نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف عربی گھوڑے کھڑے ہیں جو کہ
 با سامان اور موٹے تازے اور عمدہ اور نئے ہیں ان کا تھان صاف اور چمک کاؤ کیا ہوا
 ہے اور وقت پر گھاس ملتا ہے اور وقت پر جو آتے ہیں نین اسلئے دیکھا کہ ...
 گھوڑوں کے کھرا کیا جاتا ہے اور ان کو کلا دلا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اسلئے
 آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور۔ کہا کہ اے اللہ! رب مجید! مانا کہ میں گدھا ہوں مگر کیسا
 تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور میری کمزوری ہے
 اور دُلا ہوں۔ اور رات کو پیٹھ کی تکلیف اور پیٹ کی بھوک سے ہر دم مرنے کا
 متمنی ہوں۔ مگر گھوڑوں کی جگہ ایسی اچھی اور با سامان ہے۔ پس میں اس
 عذاب اور مصیبت کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہوں اسلئے بعد دفعۃً اعلان جنگ ہو گیا
 اور گھوڑوں پر زین کئے اور ان سے کام لینے کا وقت آ گیا اور وہ دشمن کے مقابلہ پر
 بھیج دیے گئے وہاں انہوں نے دشمن کے ہاتھ سے تیر کھائے اور
 ان کے جسموں میں ہر طرف پیکانیں گھس گئیں۔ آخر کار وہ جنگ سے واپس آئے
 اور اصطبل میں ان کو چت لٹایا گیا اور ان کے پاؤں نوار سے مضبوط باندھے
 گئے اور تلبد قطار و قطار کھڑے ہوئے۔ ان کے جسموں کو نشتر سے چیرتے تھے
 تاکہ ان کے زخموں سے پیکانیں نکالیں جب گدھے نے یہ حالت دیکھی تو
 کہا کہ اے اللہ! میں فقرا اور عافیت پر راضی ہوں اور انہیں ساز و سامان اور زخم سے
 براءت ظاہر کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص عافیت چاہے اس کو چاہیئے کہ دنیا کو چھوڑ دے
 اور تلذذات و نعمات کے پیچھے نہ پڑے۔ فائدہ ۱ ہر کہ خواہر عافیت
 مولانا کا مقولہ ہے جو بطور انتقال کے ہے۔ واللہ اعلم

جواب گفتنی رُوباهِ خرّار

روزی نہ کہے کہ جواب دینا

کہ عالم اسباب دینا مایہ
اسباب ہے یہاں بلا تیر
اور سب اختیار کے کوئی قصد
پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وابتغوا
قوتی تم کہ جو کہ کوئی ناز
سے ناراض ہو کر اذیّت کا ضلّی
رزق طلب کرو۔ گفت۔
آپ نے فرمایا کہ اذیّت کا لے
رزق کے دروازے بند کر دینے
ہیں اور دروازوں کو متقل
کر دیا ہے انسان کی کست
اور کماناں توں کی کٹی ہے
لے لے لے لے لے لے لے لے
کوئی تا نہیں گھٹتا ہے ہذا
رزق حاصل کرنے کے لئے
کا نا ضروری ہے۔ کہ تو۔
روزی نے کہے کہ یہاں
تو کوئی کے اندر جا کر بیٹھ
ہائے تیرہ ہاں رزق
جو دل کرتے نہ گھٹت۔

فرض باشد از برائے امتثال
نعم بھالانے کے لئے سرس ہوتا ہے
می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے
تا نیاید غصب کروں ہجو مخر
تا کہ پیٹے کی طرح جھینٹا نہ پڑے
دُر و روست مست و برود قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پڑا لے ہیں
ہست منتقلے براں قفل و حجاب
اُس تالے اور پردے کی کٹی ہے
بے طلب ناں منت انت
بیر شجر کے رون، اذیّت کی سنت نہیں ہے
رزق کے آید برت لے دُفون
تیرہ ہاں رزق ک آجھا، اے صاحبِ تالیا

گفت رُوب جستن رزق حلال
روزی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا
عالم اسباب رزق بے سبب
یہ عالم اسباب ہے اور بے سبب کے رزق
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ اَمْرٌ
اور اذیّت کا فضل طلب کرو۔ علم ہے
گفت پیغمبر کہ بر رزق مفتی
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ لے لے لے لے لے لے
جستن آمد شد و اکتساب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کسنا
لے لے لے لے لے لے لے لے لے
بیر شجر کے رون، اذیّت کے لئے کی راہ نہیں ہے
گرتو نشینی چاہے اندر
اگر تو کوئی میں جاتا ہے

شرح

لو مڑی نے جواب دیا کہ روزی حلال کا تلاش کرنا اعلات
امر خداوندی کے لیے فرض ہے نین عالم اسباب ہے اور
رزق بے سبب کے حاصل ہو جائے ہو نہیں سکتا۔ لہذا طلب ضروری ہے
اسی لئے حق سبحانہ کا حکم ہے کہ وَاَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ جسک معنی ہیں۔
روزی تلاش کرو۔ پس تم کہ روزی تلاش کرنا چاہیے، اور چیتے کی طرح
دوسروں کے مال پر خواہ مخواہ قبضہ کرنا نہیں چاہیے۔
دیکھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رزق کا دروازہ
بند ہے اور اس پر قفل لگے ہوئے ہیں اور ہماری حرکت اور دوڑ دھوپ

اور ہمارا کسب اس قفل کی کنجی ہے جس سے وہ کھلتا ہے اور بدول طلب کے روزی ملتا
خدا کی عادت نہیں ہے۔ دیکھو! اگر تم ایک کنوئیں میں بیٹھ جاؤ تو رزق تمہارے پاس
کہاں سے آجائے گا۔ پس ان امور پر نظر کر کے تم کو رزق طلب کرنا چاہیے۔

جواب گفتن آن خرواہ را

اس گدھے کا روزی کو جواب دینا

گدھے نے کہا کہ سب کے
بے روزی کا رزق تو اس کے
کدام ہے وہ روز اگر خدا
پر اور اس کو کیا ہائے گدھے
خدا آتا ہے۔ بزرگ دنیا میں
کے لئے کھنڈ کر دیئے گئے ہیں
روز رزق تو خود بخود ملتا ہے۔
گدھے آدم پر تے دلہا و زور
آگاہ۔ زیادہ کھانے والا۔
تو جی۔ چونکہ انسان بے حجب
اس لئے روزق کی تلاش میں
اور ادا ہوتا ہے

ورنہ بدبہناں کے کو داد جاں
روز وہ دونی دہی، رتا ہے جس نے جان لی ہو
کم نیاید بقیہ ناں اے پسر
لے بیٹا! (پس میں) اگلے روز کا تو کم نہیں
نے پئے کسب اندونے خال رزق
زور کمانی کے روئے ہیں، روزق کو لانے والے
قسمت ہر ایک بہ پیش می بند
ہر ایک کا حق اس کے سامنے رکھ دیتا ہے
نچ و کو ششہا نہ بے صبری نت
محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

گفت از ضعف توکل باشد آن
اس نے کہا توکل کی کمزوری سے۔ ہوتا ہے
ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے
والم و در جملہ شدہ اکال رزق
چونکہ اور ہر گز سے بے روزق کھانے والے ہیں
جملہ رزقائی روزی می دہد
سب کو روزق دینے والا روزی دیتا ہے
رزق آید پیش ہر کہ صبر و حجت
جس صبر و احتیاط کا رزق ان کے سامنے آجائے

اس کے جواب میں گدھے نے کہا کہ یہ باتیں تو کل کی کمزوری کے

شرح

سبب ہیں ورنہ جو بے طلب جان دیتا ہے وہ ہی بے طلب رہتی
بھی دیگا۔ پس ہم کو توکل کو قوی کرنا چاہیے۔ اور روٹی کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے
کیونکہ توکل اعلیٰ ہے اور جستجوئے رزق ادنیٰ۔ طلب اعلیٰ کی ہونی چاہیے ادنیٰ خود مل
جاتی ہے۔ مثلاً جو کوئی سلطنت اور فتح کا طالب ہوگا۔ روٹی اسے خواہ مخواہ مل جائیگی
پس ہم کو پست ہمت کیوں بننا چاہیے اور سلطنت کیوں نہ طلب کرنی چاہیے۔
دیکھو! چرندے، درندے سب اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں حالانکہ وہ کسب کے
درپے ہیں اور نہ روٹی پتے باندھے پھرتے ہیں۔ پس خدا سب کو روزی دیتا ہے

اور جس قدر اس کے لیے مقدر ہے اتنا اس کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص صبر و حیا کرتا ہے اس کو روٹی ضرور ملتی ہے۔ پس زحمت کسب اور رزق کے لیے ...
 کوششیں یہ سب تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہیں!

جواب گفتن رو باہ خر را کہ من را ضیم پر قسمت خود

روزی کا گھر کے لیے اس بات کا جواب دیا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت رو بہ آں توکل نادرست
 روزی نے کہا، یہ توکل ناپاب ہے
 گردنار گشتن از نادانی ست
 ناپاب کا پڑھنا نادانی ہے
 چون قناعت پیر گنج گفت
 جب قناعت کو پیڑ گنج سے پوچھا کہ
 حذر خود بشناس و بر بالا میز
 اپنے رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ
 جہد کن و اندر طلب سچے نما
 محنت کر اور طلب میں خوشش کر
 کم کے اندر توکل ماہرست
 بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں
 ہر کے را کے رو سلطانست
 ہر شخص کو شاہی کہنے کو اسے کب یہ تر ہے؟
 ہر کے را کے رسد گنج نہفت
 ہر شخص کو پیمبر خدا تک بتا ہے؟
 تانیفتی در نشیب شور و شر
 تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے
 چوں نداری در توکل ہمسرا
 جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

تک گفت رو بہ روزی نے
 گھر کے لیے کہا اس قدر توکل
 کو رفق خورائے بہت کیا ب
 ہے بہتر کے۔ توکل کا رتبہ
 صرف شاہوں کو حاصل ہے
 قناعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اور میر کو خدا سے قہر کیا
 ہے غلط ہر شخص کے اندر
 نہیں آتا۔

لے خود انسانوں کو
 اپنے رتبہ پر جتنا چاہئے
 محبت میں جتنا ہر طبقہ کا
 جبکہ توکل کا رتبہ حاصل نہیں
 ہے تو انسان کو رزق کی
 تلاش کرنی چاہئے۔ گفت خ
 گھر کے لیے روزی نے کہا تو
 ان بات کرتے ہو توکل سے
 نہیں بلکہ اللہ سے مدد خد
 و خری جتنا چاہئے۔

شرح

روزی نے کہا کہ جو حقیقی توکل ہے وہ شاذ و نادر ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو توکل کے ماہر ہیں۔ پس جبکہ توکل بہت ...
 کم یاب ہے تو اس کا متلاشی ہونا حماقت ہے کیونکہ ہر کسی کو بادشاہی نہیں ملتی اور
 چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کو خزانہ فرمایا ہے اس لیے یہ خود
 دلیل ہے اس کی کیا بیانی کی۔ کیونکہ مخفی خزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ پس تم کو اپنے
 مرتبہ پر رہنا چاہیے اور زیادہ بلند پڑازی نہ کرنی چاہیے۔ تاکہ تم شو و شر کے گڑھے
 میں نہ جکرو۔ اور چونکہ تم توکل کی حالت میں صبر نہیں کر سکتے۔ جس کی اس میں
 ضرورت ہے۔ لہذا تم کو کوشش کرنی چاہیے اور طلب رزق میں سرگرم ہونا چاہیے

باز جواب گفتن خیر رو باہ را

گمے کا دربارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خیر معکوس میگوئی بدلیں

گمے نے کہا مجھے تو نے اتنی بات کہہ رکھی

از فضاغت ہیج کس بے جاں نشد

تسامت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے

ناں زخوکان و سگان بژود ریغ

لذت خوردن اور لٹکوں سے بھی زکام ہوا نہیں ہے

آپخنانکہ عاشقی بر رزق زار

جس طرح تو رزق کا عاشق زار ہے

گر تو نشتابی پیاید بر درت

اگر تو زود زے کا نتیجے سے دور آئے گا

شور و شر از طمع آید سوئے جاں

جان کی جانب شور و شر لای ہے آتا ہے

از تر لہی ہیجکس سلطان نشد

لاج کرنے سے کوئی شخص ایشاء نہیں بنا ہے

کسب مردم نیست این باران و میغ

بارش اور آبر ان فوں کی کمانی نہیں ہے

ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوا

رزق ہیں، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

و ر تو بشتابی دہد در در سرت

اگر تو دوزے کا دہیرے میں سر میں ادا کرنے کا

۱۵ آرتنامت - خلعت

معر نہیں ہے اور میں خیر

نہیں ہے۔ آج۔ نقد سوا

لذت خوردن کو بغیر کئے لذت

بارش اور آبر ان فوں کی کمانی

کے بغیر ہوتی ہے آجکل۔

جس طرح انسان رزق پر

عاشق ہے تو رزق ہی الہی

بہ عاشق ہے انسان جبر کہے

تو ر خود دھانے پر آجاتا

۱۶ دیکھو یہ ایک ٹھہرنے

توکل کے سب رزق ہوئے

آنا یا نہ خبر سے بہت تھ

ایک پیاز کے بجائے بائیل

خدا سے خواہش کی ہے

راست۔ ہجر۔ یکدو تنہا۔

اور تقریر معنی توکل حکایت آن اہلکہ توکل الامتحان میگرد

توکل کے معنی کی تقریر اسی زاہد کا تھی جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور

وازا سباب منقطع شد و از شہر بیرون آمد و از شوارع و

اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر پہنچا تھا اور راستوں اور

ریگزد خلق دور شد و پس بن کو ہے مجبور رعایت گری

دلوں کی ریگزد سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جگہ کے تھے انتہائی جگہ کو

متر بر سنگ نہاد و یا خود گفت توکل کردم بر سبب سازی

حالت میں ایک تجربہ شروع ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ اللہ خدا میں نے

رزائی تو و از اسباب منقطع شدم تا بنیم بیعت توکل را

تیری سبب سازی اور رزائی پر توکل کیا ہے اور اس سے قطع ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بن سکوں

۱۷

آن یکے زاہد شنید از مصطفیٰ

ایک زاہد نے مصطفیٰ (کی جانب سے) سنا

گر خواہی در خواہی رزق تو

خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تمہارا رزق

از برائے امتحان آن مرد رفت

امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا

۱۸

گر تفسیر آید بجاں رزق از خدا

کہاں کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

پیش تو آید دواں از عشق تو

تیرے مشق میں دوزخا ہمارے سامنے آجاتا

در سیا یاں نزد کو ہے خفت رفت

جگہ میں پہنچاؤ کے پاس جلد آسویا

تھے متجن بین وہ زاہر
توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔
غور نہ کیا۔ اکیلا۔

تھے آدھر۔ وہ قافلہ دارے
اس کے پاس آئے انہیں
کو بلا یا کہ جس نے جان بچو
کہناوشی اختیار کر لی آزمائش
میں غافل کسی کی وجہ سے پہچن
ہو گیا ہے۔ قافلہ قافلہ۔

لے لے لے لے لے لے لے
چوکر زاہر لے لے
بھینچے تھے انہوں نے
چھری کے ذریعہ اس کا منہ
کھولا اور خورے میں روٹی
کے ٹکڑے بیکر کر اسکو کھانے

گفت۔ میں زاہر لے لے
دل سے کہا کہ تو راؤ کر جاتا
ہے اور یہ آزمائش بدنامی
کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔
دل نے جواب دیا کہ اے
اس کا علم ہے کہ کبھی مجھ کا
رازی اضر ہی ہے۔ بہ حال۔
مولا نواز تھے میں اس سے بہتر
استحسان اور کیا ہوگا جس سے
مسلم ہو گیا کہ صابر رہے
پاس رزق تو ملے گا کہ تمہارے
تاجدار کی یقیناً توکل اختیار
کرتا چاہیے جس کو کراہا
ہے۔

کہ بینیم رزق مے آید من
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے
کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آگیا
گفت ایں مردایں طرف چو نشت
برو یا یہ شخص اس طرف آگیا کیوں ہے!
لے عجب مردہ است یا زندہ کلاؤ
قہقہہ ہے، یہ مردہ ہے یا زندہ کہ وہ
آمدند و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اس پر دھرا

ہم تجنید و خنبدانید
ہاں بھی نہیں اند نہ سہر ہا
پس بگفتند ایں ضعیف کے مراد
پھر انہوں نے کہا۔ یہ بے مراد کمزور
ناں بیاوردند و در یگے طعام
وہ روٹی اور دہی میں کھانا لائے
پس بقاصد مردندان سخت کرد
تو اس شخص نے جان بوجھ کر کھانا بند کر کے
رحم فرماں آمد کہ ایں نہیں مینواست
آن کر مر آیا کہ بہت بے سرو سامان ہے

تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے
سوے کوہ آن متجن را خفتہ وید
بھاؤ کی جانب اس آزمائش کو نہ لے کر سوتا گیا
در بیاباں از رہ و از شہر دور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دور
می نترسد بیچ از گرگ و عدو
بھڑکے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے
قاصد اچیزے نکفت آل و جند
اس تک نکت نے جان کر کچھ نہ کہا

وانکر از امتحاں بیچ او بصر
آزمائش کیلئے اس نے بالکل آنکھ نہ کھولی
از مجامعت سکستہ اندراؤ فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے
تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اس کے منہ اور گلوں میں ٹال دیں
تا ببیند صدق اک میعاد مرد
تاکہ وہ شخص وعدہ کی چھان و دیکھے
وز مجامعت ہالک مرگے فتاد
اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

بستہ دندانہاںش را بشکا فتند
انہوں نے اس کے بند دانتوں کو کھو
می فشر دند اندرو نان پارہا
اس کے اندر دانتوں کو روٹی کے ٹکڑے کیے چنے
راز میدانی دنانے می کنی
تورا ز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے
رازق اللہ ست بر جان و ختم
میری جان اللہ رحم کا رزق دینے والا ہے

کار و آورند و قوم اشتا فتند
وہ بھری لائے اور لوگ روز پڑے
ریختند اندر دہانش شور با
انہوں نے شورا اس کے منہ میں ڈالا
گفت اے دل گریخ خود تن میزنی
نہ لے کہا لے دل! اگرچہ تو خاموش ہے
گفت دل و انم بقاصد می گنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قاصد اگر براہوں

امتحان زیر بیشتر خود چوں بُو
بس سے زیادہ کیا آزمائش ہوگی ؟
تا بدانی وز توکل نگذری
تا کہ تو سمجھے اور توکل سے درگزر کرے
بعد ازاں بکشادان مسکین بہن
اس کے بعد اس مسکین نے منہ کھول دیا
ہر چہ گفتی کمال سول پاک جیب
جو کچھ اس بزرگ دل رسولؐ نے فرمایا

رزق سوئے صابران خوش میرُو
صابروں کی جانب رزق ابھی طے آتا ہے
حرص آور دن چہ باشد از خری
حرص کرنا کیا ہوتا ہے ؟ گدے ہیں ہے
گفت کردم امتحان رزق من
کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا
ہست حق نیست دروے پیچ ریب
ہست حق ہے اور اس میں کوئی خدشہ نہیں ہے

۱۵ ہدایاں جب حافظ
دل سے جبرائیلؑ زام کو کہا
کہو پکے قوس ناہنے منہ
کہلا اور کہا میں نے رزق
کے سدا میں آزمائش کے
فرمان کو فرمایا وہ بھلی
ہے عرض برائیت کرنا۔
چند انگلیں۔ تا مار کا کھوٹنی۔
رست۔ غلط ہے اور اس
نے دیکھے ہیں کہ اسی سے
لام کرنا بھی بھلا اور کار
دوسروں کی بھی مدد کر۔

شرح

گدھے نے کہا کہ دیکھ ! تو الٹی گفتگو کر رہی ہے کہ قناعت کو
موجب وقوع درفتنہ و فساد کہہ رہی ہے کیونکہ فتنہ و فساد طبع
سے آدمی کو لاحق ... ہوتے ہیں نہ کہ قناعت سے اور تو جو مجھے ترک قناعت و اختیار حرص
کے ترغیب دیتے ہیں اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قناعت سے کوئی شخص مرنے نہیں
اور محض حرص کے بدوں اعانت تقدیر الہی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت
میں قناعت کو کیوں چھوڑا جائے اور حرص کو کیوں اختیار کیا جائے۔ روٹی تو سبوں
اور کتوں کو بھی ملتی ہے پھر اس کے لیے دوڑ دھوپ کیوں کی جائے۔ اور بالفرض
طلب رزق کے لیے کوشش بھی کی جائے تو اس میں بھی آخر میں توکل کی ضرورت ہے
کیونکہ مبادی رزق غیر اختیاری ہیں مثلاً بارش اور ابر میں بندوں کے کسب کو کچھ دخل
نہیں تو جبکہ کسب کا مال بھی توکل ہی ہے۔ تو کسب کیوں گوارا کی جائے ابتداء ہی سے
توکل کیوں نہ کر لیا جائے۔ جو ہمارے لئے رزق کا سامان کرتا ہے وہ پہنچا بھی دیگا
یاد رکھی ! جس طرح تم رزق پر عاشق ہو یونہی رزق ہی تم پر عاشق ہے۔
پسے اگر تم اس کی طرف نہ دوڑو گے۔ تو وہ تمہاری طرف خود دوڑے گا اگر تم اس کی
طرف دوڑو گے تو وہ تمہیں پریشان کرے گا کیونکہ اس حالت میں وہ مطلوب ہے۔

عشق رزق کے ثبوت کے لیے ہم ایک واقعہ تم سے بیان کرتے ہیں سنو کسی نے
 نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حق سبحانہ کی جانب سے رزق جاندار
 کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پس خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ تمہارا رزق تمہارے عشق سے ضرور
 تمہارے پاس آئے گا۔ یہ شکر وہ شخص آزمائش کے لیے چلایا اور جنگل میں ایک
 پہاڑ کے پاس جا کر لیٹ رہا۔ بدیں خیال کہ دیکھوں میرا رزق میرے پاس بھی آتا ہو
 تاکہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اتفاق سے ایک قافلہ راستہ
 بھول گیا اور پہاڑ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر آزمائش کر نیوالے کو سوتا پایا اس وقت
 اس نے کہا کہ یہ آدمی یہاں جنگل میں رستہ اور شہر سے دور بے نرسا مان کیوں پڑا ہے
 نہیں معلوم کہ یہ مردہ ہے یا زندہ۔ اگر زندہ ہے تو تعجب ہے کہ وہ بھیڑیے اور دشمن
 سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہ خیال کر کے وہ لوگ آئے اور اُسے ٹوٹنا شروع کیا اس شخص قصداً
 کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہا نہ اس کی حرکت کی اور نہ سر ہلایا اور آزمائش کے سبب اس نے آنکھ
 بھی نہ کھولی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ زندہ تو ہے مگر حرکت نہیں کرتا تو انہوں نے کہا
 کہ یہ بے مراد ناتواں بھوک کے سبب بے حس حرکت ہو گیا ہے۔ یہ خیال کر کے
 وہ ایک دیگی میں کھانا لائے تاکہ اس کے حلق میں ٹپکا دیں۔

یہ حالت دیکھ کر اس شخص قصداً دانت بھینچ لئے تاکہ اُس دعدہ کی سچائی اُس
 پر پورے طور پر روشن ہو جائے اس شخص کو اور بھی رحم آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ چپارہ
 بہت ہی ناتواں ہے اور بھوک کے سبب بے حس ہے پس وہ لوگ دوڑ کر پھری لائے اور اس
 بند دانتوں کو کھولا۔ اور اس کے منہ میں شوربا ٹپکا دیا اور روٹی کے ٹکڑے اس میں ٹھونس
 دیے یہ حالت دیکھ کر اس شخص اپنے دل سے کہا۔ کہ لے دل! اب کیوں خاموش
 ہے تو راز جانتا ہے اور ناز کرتا ہے تجھے ایسا نہ چاہیے دل نے کہا کہ جی ہاں! میں
 جانتا ہوں مگر قصداً ایسا کرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ خدا مجھے روزی پہنچا رہا ہے۔
 اب تم سمجھو کہ اس زیادہ امتحان کیا ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صابرین

۱۵۔ چتر کے سامنے بیٹھے
ہر شخص دھڑکے کی کان کا
مناجہ تھا ہر پیشہ ہر پیشہ
کو ملتا ہر پیشہ کو ملتا دھڑکے
کی دھڑکے۔ دھڑکے پرستی
پنے پیشے سے اتنی دگن کیڑ
کرتا ہے جس سے ہم بچتا
۱۶۔ جن۔ ضیا سا شوق ہی
احادیس سے قائم ہے۔ طیارے۔
پیشہ بن کر پردے۔ رات۔
نست طریقہ میں ہے کہ
انسان کو کسب کرنا چاہیے
جو اب گفتی گم سے نے کب
توکل میں ایک پیشہ ہے اور
ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے
بہس کے مقابل میں اس نے
کہہ پیشہ دراپنے ایسا بہت
کر کے دھاک سے اپنے آٹا
ہے اور یہ دھاک توکل پرست
ہے اور توکل خواہ اس چیز
کو اس میں کسی دوسری چیز
کی ضرورت نہیں ہے۔

گفت رویاں حکایتِ اہل
 روضی نے کہا اس قدر کہ بھڑ
 دستِ اوستت خدا کا ہے بکن
 خدائے قادر دے، بھو کام کر
 پھر کے در کے پامی نہد
 جو شخص کان میں قدم دغا ہے
 زانکہ جملہ کسب نایدازی کے
 اس کے کسانے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے
 چوٹل بانہا زیت عالم برقرار
 دنیا مشرکت سے قائم ہے
 طبلخواری درمباد شریعت
 دکن میں پیشہ بن مناسب نہیں ہے

دستہا در کسب زن جہدِ المقل
 لہذا کوشش سے کام لےنا ہوتا ہے
 گئے کن یاری یارے بکن
 کان، کسی دوست کی مدد کر
 یاری یاران دیگر میسند
 دوسرے دوستوں کی مدد کرنا ہے
 ہم دروگر ہم سقا ہم حاکم
 سنی میں ہر سقا، بچنے والا میں
 ہر کے کارے گزیند زانفتار
 ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے
 راہ سنت کار و کسب گزینت
 سنت کا راستہ، کام اور کان کرنا ہے

54

۱۵ مکتبہ پیٹھ - نتیجہ
نیر شمال - یکصد قرآن میں
فرمایا گیا ہے ۔ اگر تم جو کچھ
توبہ اور زیادہ دیکھو ۔ تو توکل
توکل میں کامی ہو گے ۔ اور اگر
اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے
طریقوں میں اس کی ضرورت
پڑتی ہے اور اس میں کسی
دوسرے بچہ کی ضرورت نہیں
انسان جو جس طریقہ اختیار کرتا
ہے اس میں دعا کرتا ہے اور
خاصہ طور پر دعا کا اہتمام کرتا ہے
۱۶ ریح - پیدلدار - غراتہ
آدنی - بستاناں - لوزی کے
کما بقیہ پاؤں ترک کر دینا چاہیے
آپ کو کچھ میں ڈالنا ہے
اور اپنے آپ کو کچھ میں
ٹھکانے کی سافٹ ہے ۔

۱۷ جوتار چتر - ترخوہ ہے ۔
وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا
جنت میں چکا ۔ کہ کوئی کچھ سبز
آگہ ہوا ہے ۔ انھیں آگاہی
سبز ہے جس میں انڈیا
برساتا ہے ۔ جڑ کھوٹ جڑ
اندری ۔ گھاہ ہریل گھاہ
تھانواں نافرمانی ہے اس سے
یہ نہ ہوا کہ لوزی سے کبشتا
کہ اگر تیرا بیان سمجھ سے تو
کہوں جہاں ہے ۔

گفت من بہ از توکل بر رہے
اُس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہت
کشت کش رانی دامن ندید
مناکر یہ یاد کرنے کی کامیابی میں کوئی تیر نہیں چلتا
خود توکل بہترین کسبہاست
خود توکل بہترین کامیوں میں سے ہے
کامے خدا کا رہا تو راست آکر
کلیے خدا ! قریبے کام کو دست کرنے
در توکل یہیچ نبودا احتیاج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے
بحث شاں بسیار خداوند خطا
بات چیت سے ان کی بہت بحث ہوئی

می ندانم در دو عالم کبستے
دو عالم جہاں میں کوئی کامی بہترین جانتا ہوں
تا کشت شکر خدا رزق مزید
خوشی کا اندازہ شکر مزید رزق کو کھینچ لانا ہے
زانکہ در ہر کسب سنت بر خداست
کیونکہ ہر کام میں تو خدا کا ماب ہوتا ہے
وہی دعا ہست از توکل دیر آرز
دراصل یہ دعا توکل ہی ہے ، سب سے
فارغی از نقص ریح و از خراج
قریب دار اور آمدنی کے گھاڑ سے ناسخ ہے
ماندہ گشتند از سوال از جواب
وہ سوال اور جواب سے تنگ نہ گئے

جواب گفتن روہاء خررا لوزی کا حکم ہے کہ جواب دینا

بعد از ان گفتش کہ اندر مہسلکہ
انکے بعد اس نے اس سے کہا کہ اندر مہسلکہ کے
صبر در محلے خشک سنگلاخ
خشک اور چٹیلے جھ میں مسہ کرنا
نقل کن زیں جالسوئے مرغزار
اس جگہ سے سبز زار میں منتقل ہو جا
مرغزار سبز مانند چنان
جنتیوں کی طرح کا سبز زار
حرم آن حیوان کہ او انجا رود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے
ہر طرف درے یکے چتر ہواں
اس میں ہر جانب ایک چتر ماری ہے
از خری اور انیسگفت کہ لغین
گدے میں سے انکو نہیں کہتا تھا کہ لے طعن ا

نھی لا تلقوا بآیدی تھلک
اپنے آپ کو کھات میں نہ ڈالو کہ نہیں وار دینا
اتقی باشد جہاں حق فرخ
حالت ہے ۔ اٹھ کر دینا دینا ہے
می چرا انجا سبزہ گرد و جہار
وہاں چٹیلے کے کنارے پر سبزہ چتر
سبزہ رستہ اندر انجا امیاں
وہاں کہنک سبزہ آگہ ہوا ہے
اشتر اندر سبزہ ناپید شود
اُس سبزہ ہی اڈٹ چپ جاتا ہے
اندر حیوان مرفوہ درماں
وہاں حیوان اس میں خوش میض ہے
چوں از انجائی چرازاری چنیں
جیکہ قوس جگہ ہے ۔ ایسی گور کیوں ہے؟

گوشا فریبی و سرتو
تیری خانی شوکت اور شاہ کی خوشی کہاں؟
شرح روضہ گردوغ و زوریت
اگر باغیچہ کی تفصیل جوٹ اور فریب ہیں؟
ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی
یہ بھکاری ہیں اور نمبرہ بین
چوں زخم آدی چوں تو خشک
میکہ تو چھو پرے آئی ہے زخما کیوں؟
گر ٹومی آئی ز گلزار جہاں
اگر تو جنتوں کے باغیچے آ رہی ہے
زانیو میگونی و شرخش میکٹی
تو جہم کہہ رہی ہے اسکا بھی تفصیل کوئی؟

چہیت ایں لاغر ترن مضطرب تو
تیرا پریشان اور کدو جسم کیوں ہے؟
پس چرا چشمت آزاں مخموریت
تو تیری آنکھیں اس سے مست کیوں نہیں ہیں؟
از گدائی تست نز بگلز بگی
بھکاری ہونے کی وجہ سے پتہ نہ کدواری سے
گر تو ناف آہونی کوٹوئے مشک
اگر تو برن کا ناف ہے تو مشک کا خیر کہاں؟
دست گل کو برائے ارمغان
تمہد کے لئے غلامہ کہاں ہے؟
چوں نشانے در تو نامدائے سنی
اے سنی! تجو میں مس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

گاہ تر گدا دھڑی سے
کہتا کہ اگر وہ جنگل ان فریلا
کسے جوتیمان کہہ دیو
تو اس جھل کے آنچے کا کار
توہ ہر کیوں نہیں ہیں اور
تو کیوں لاغراں کدو رہے۔
پس تیرا اس دھل کا خیر
سے تیری نگاہیں مست
ہوتی چاہیں۔ ایں۔ تیرا
نہید میں تو آری کی وجہ
سے ہے سوزنی کی وجہ
سے نہیں ہے بگلز کی۔
ایں انا ترائی۔
گاہ تر گدا دھڑی سے
کہتا کہ اگر توجہ کے باغیچے
سے آ رہی ہے تو ترسنا
میں تیرے لئے گدہ ہوتا
چاہئے تھا۔ ناخو۔ تیرے
بائیں تائیں اُن سے تیرے
اگر شاہ کیوں نہیں ہے۔

شرح

لوٹری نے گدھے کی گفتگو سن کر جواب دیا کہ اس حکایت
کو چھوڑنا چاہیئے۔۔۔۔۔ اور گو تھوڑا ہی سہی مگر جس قدر

بھی قدرت ہے کسب کرنا چاہیئے۔ خدا نے ہاتھ دیئے ہیں سو اس لئے کہ کام
کرو۔ اور کسب کر کے اپنے انانے جنس کی مدد کرو۔ دیکھو! ہر کوئی ایک جدا گانہ کام کرتا ہے
اور اپنے دوسرے انان جنس کی مدد کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت کیونکہ
تمام کام ایک شخص نہیں کر سکتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑھئی ہی ہو جائے اور سقا بھی اور جولاٹا
بھی وغیرہ وغیرہ اور چونکہ عالم مشارکت فی الکسب اور ایک دوسرے کی اعانت قائم ہے
لہذا ہر کوئی ایک جدا گانہ کام اور پیشہ اختیار کرتا ہے مثلاً کوئی بڑھئی کا پیشہ کرتا ہے
کوئی لوہار کا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی حالت میں تم کو بیٹھے بٹھائے کھانا مناسب نہیں ہے
پس تم کو کوئی نہ کوئی کام ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ طریق سنت کام کرنا اور کمانا ہے۔

شرح

لوٹری کے جواب میں گدھے نے کہا کہ توکل خود ایک کسب ہے اور میں اسلے بہتر دنیا میں کوئی کسب نہیں دیکھتا کیونکہ کسب کا اصل

اختیار طریقی رزق ہے۔ اور توکل خود بھی حصول روزی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک کسب ہے اور چونکہ اس میں براہ راست استعانت من اللہ ہے اور دیگر مکاسب میں بواسطہ اس لیے یہ اُن سے ... بڑھ کر ہی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام جھگڑوں سے فارغ ہو کر طاعت حق میں مصروف ہوں جو کہ اس کا شکر ہے۔ پس میں بحالت توکل کسب شکر میں مصروف ہوں اور اسلے برابر کوئی کسب نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بحکم لَبِئْسَ شُكْرُ تَمْلَاذِیْدٍ نَکَمِ میرا شکر خدا بہت سا رزق میرے پاس لائے گا۔ اچھا اسکو بھی جاننے دیجئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمام مکاسب میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر توکل ہے کیونکہ ہر کسب میں تم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو اور کہتے ہو کہ اے اللہ! تو میرے کام کو درست کر دے۔ اور دعا حقیقت میں توکل ہے پس ہر کام کا مدار توکل پر ہوتا ہے۔ پس جبکہ ہر کام کا مدار توکل ہی پر ہے تو میں کام کر کے توکل کیوں کروں اور اسلئے ہاتھ ناک کیوں نہ کروں بلکہ براہ راست ہی توکل کیوں نہ کروں بالخصوص

کہ توکل میں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ اس میں کمی پیداوار کی فکر ہے اور نہ ادائیگی خراج کی۔ الغرض ان کی بہت کچھ بحث ہوئی حتیٰ کہ سوال جواب سے تھک گئے جبکہ بہت کچھ بحث ہو چکی اور ہر دو فریق تھک گئے تو اس کے بعد لوٹری نے آخری تقریر کی اور کہا کہ ہلاکت کے باب میں تم

شرح

حق سبحانہ کی مانعت اور ارشاد کَلَّا تَلْقَوْا بَیْکُم اِلٰی التَّهْلُکَةِ پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے پس اس خشک جنگل اور چھریلی زمین میں صبر کرنا جو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سخت حماقت ہو گا۔ خدا کی زمین وسیع ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر وسعت کے ہوتے ہوئے اس مقام پر اپنے کو بوجس

کر دیا جائے۔ تم کو یہاں سے فلاں سبزہ زار میں چلنا چاہیے اور وہاں ندی کے کنارے سبزہ چرنا چاہیے وہ سرسبز سبزہ زار ہے جو کہ جنت کے مشابہ ہے اور وہاں کمر کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے بڑی خوشی ہے اس جانور کے لیے جو وہاں جائے کیونکہ وہاں سبزہ میں اونٹ گم ہو جاتا ہے۔ اس قدر کثرت ہے اور ہر طرف چشمے جاری ہیں غرض کہ وہاں جانور خوشحال اور تکالیف سے بالکل مامون ہوتا ہے یہاں تک لومڑی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اپنے گدھے پن سے اسکی یہ نہ کہا کہ مرد جب تو ایسے سبزہ زار میں رہتی ہے تو پھر تو اس قدر تباہ حال کیوں ہے تیری فربہ کی نشاط اور تیری شان و شوکت کہاں ہے اور یہ ڈنگتا ہوا جسم لاغر کیوں ہے۔

اسکی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تو اس چمنستان کے حالات بیان کرتی ہے سب جھوٹ اور فریب ہیں کیونکہ اگر باغ کی یہ تفصیل واقعی ہے اور جھوٹ اور فریب نہیں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری آنکھوں میں اس کا نقشہ کیوں نہیں ہے یہ گداہشی اور ندیدہ پن۔ تو مفلسی ہی سے ہو سکتا ہے نہ کہ ریاست و امارت سے پیسے میں پوچھتا ہوں کہ جب تو چشمہ میں سے آتی ہے تو سوکھی کیوں ہے اور اگر تو نافہ ہے تو بتا بوائے مشک کہاں ہے اور اگر تو باغ جنت سے آتی ہے تو تحفہ کے لیے تیرے پاس گلدستہ کہاں ہے۔ غرض کہ جس سبزہ زار کی تو حالت بیان کرتی اور جس کی تو شرح کرتی ہے اسکے آثار تیرے اندر کیوں نہیں ہیں۔ کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ اے مبارک قدم تو کہاں سے آرہا ہے اسنے جواب دیا کہ تمہاری گلی کے گرم حمام سے۔ اسنے سنکر کہا کہ بجا ارشاد ہے خود آپکے گھٹنے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ حمام سے آرہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے اور نیز حال تیرے قال کو جھٹلا رہا ہے۔

نقل اس مثال کا خلاصہ ہے کہ بنا اوقات انسان کی حالت اس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

ملہ گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آئے ہیں اس نے کہا تیرے کوڑے تمام میں سے ہوں کہے آ رہا ہوں اس اونٹ کی زانیاں ہی ہوتی ہیں وہ طعنہ زدہ ہوا تھا کہ میں تمہاری زانیاں ہی ہوں تو تمہاری بات کی تصدیق کر رہی ہیں اور تم میری عزت رسوائی کے لئے اس نے خود کی جہالت برائی اس نے خود بکے خانا کے دھمکے کی تردید کر دی۔ بدلتی بینش کے پیش پر غرض کے تحت۔

ملہ غلطی قریب آگیا۔ دنیاوی لائقوں کی طرف اس سے تو حق نے انھیں نہیں کی قلت نہیں لکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا تہذیب ہو تو خود اس کا اس میں اس کی تکریب کر دیکھ اور اس کا دعویٰ فرمائی دعویٰ ہو گا کہ۔

خیر کے نور کے دیوار کی کھائی میں ہے کہ انسان جیسے ہزار ہر جاتا ہے۔ خیر جو چہرہ دکھائی پانی کا پتھر کھانا ہے دنیا میں لے جیسا پانی نہیں دیکھا ہے۔ تھوڑے۔ زیادہ کا ایمان بعض عقیدے کے مشابہہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس سطر۔ عقیدہ ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آتا ہے چوں کہ یہ عقیدہ جتنی بھی اسی کے بعد کھوکھلیاں رکھتا ہے۔ ہوجاتا ہے۔

مثل آوین اشتر در میان آنکہ در مخبر دولتے فرو و اثر آں چو اونٹ کی مثال لایا اس بارے میں کہ اقبال کی بات کرنے والے میں مکمل شان و خرم

نہیں جاتے، متہم و مشتعل باشند کہ او مقلد ست دران

اذا را اگر تو دیکھے تو بہت لگانے کا موقع ہو گا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

از کجای آئی اے اقبال پئے
لے مبارک دم! تو کہاں سے آ رہا ہے؟
گفت خود پیداست از زانے تو
مجھے کہا، کہ تیری زبان سے خود ہر ہے
فہلے میخواست نرمی می نمود
نہت چاہے گا اور نرمی برتا تھا
شد تر شستی چو بہت اور پئیں
زیادہ نرم ہو جاتا اگر ذہب کا خواہے
نحوہ متہم و مشتعل چو شد
اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟
بہر یک کہے چہ دست این چاہیو
تو ایک پہلے کی وجہ سے یہ خواہے نہیں ہو؟
دانکہ رُوح خوشہ غیبی ندید
سمجھنے کو تیری دماغ نے غیبی خوش نہیں دیکھا جو
الشجائی رنگ عن دار الغرور
دور کے کے جہان چمے تیرا بھاء
آپ شیریں رانیدست اودد
اس نے مجھے پانی کی مدد میں دیکھی ہے
زنیے ایماں رانیدہ جان او
اس کی جانی نے ایمان کا پر وہیں دیکھا ہے
ازدہ درہزن ز شیطان الرحیم
راستہ اور ڈاکر کا کون شیطان کی جانب ہے
ز اضطرار بات شک اوساں شود
و شک کی پریشانیوں سے سکون پاتا ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ان
گفت از تمام گرم کوئے تو
اس نے کہا، تیری گل کے گرم تمام میں سے
مار موسیٰ دید فرعون عنود
موسٰی نے فرعون سے (مغرب) موسیٰ کہاں گیا
زیر کاں گفتند بایتے کہیں
خلندوں نے کہا، پانی سے شاکر ہے
مبجزہ گراژدہ گر ماربد
نہیں خواہ اڑو یا سانپ تھا
رب اعلیٰ گرویت اند جلوس
اگر نہ تخت پر بلند خدا ہے
نفس تو توست لعلت نبید
تیرا نفس جب تک پیسے اور شراب کا ستی
کہ علامات ست زان دیدار تو
کیونکہ اس نور کے دیدار کی حالتیں ہیں
مُرخ چوں بر آب شوے می تند
پرمند جب کھاری پانی کا پتھر دلائے
تبلکہ تقلید ست آل ایمان او
بلکہ اس کا وہ ایمان نقل ہے
پس خطر باشد مقلد را عظیم
لہذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے
چوں بہیند نور حق امین شود
جب وہ اندھنائی کا نور دیکھتا ہے مطلق ہوجاتا ہے

تاکلف دریا نیاید سونے خاک
 جب تک دریا آجھاک زمین پر نہیں آتا
 خاکی سناں کف غریبیت اندر آب
 وہ جگہ ناک ہے ، پانی میں بے دل ہے
 چونکہ حشیش باز شد آن نقش خواند
 جب اس کی آنکھیں اس نے دیکھیں پندیا
 گرج بار ویاہ خراسرار گفت
 اگرچہ گھر سے دُشمن کو آسراستانے
 آب را بستود او تائق نمود
 اس نے پانی کی ترقیق کی مشتاق نہ تھا
 از منافق عذر در آمد نہ خوب
 منافق کا عذر مردود ہے ، جھٹلا نہیں ہے
 بوی پیش ہست جز بے بیگ
 اس میں سبب کی خوشبو ہے اور سبب کی بدبو
 حملہ زن در میان کارزار
 میدان جنگ میں عدوت کا حملہ
 گرج می بینی چو شیر اندر صفش
 اگر تو اس صف میں مشرک کی طرح دیکھے
 دای آنکہ غفل او مادہ بود
 اس پر افسوس ہے جس کی غفلت ، مادہ پر
 لاجرم مغلوب باش عقل او
 لامحالہ اس کی عقل مغلوب ہوگی
 حملہ مادہ بصورت ہم خریست
 مادہ کا حملہ دیکھتے ہیں ہی بہادرانہ ہے
 وصف حیوانی بود بر زن فزوں
 صفت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے

کاصل او آمد بود در اضطراب
 جہش کی اصل ہے وہ اضطراب میں رہتا ہے
 در غریبی چارہ نبود از اضطراب
 بے وطن میں اضطراب سے چارہ نکلا نہیں ہے
 دیو را بروے دگر دستے نمائد
 شیطان کا پھر اس پر دست برد نہ رہا
 سر سری گفت مقلد وار گفت
 سرسری اندر پردہ رکھے اور مقلدانہ کہے
 رخ درید و جامہ او عاشق نمود
 شہ نوا اور کپڑے بھانڈے ، عاشق نہ تھا
 زانکہ در لب بوداں نے در فکرو
 کیونکہ وہ بوں پر ہے ، دلوں میں نہیں ہے
 بود او جز اپنے آسیب نے
 اس میں غرض ہے ، ستانے کے برا نہیں ہے
 نشکند صف بلکہ گرد کارزار
 صف شکن نہیں ہے ، بلکہ کام بگڑاتا ہے
 تیغ بگرفتہ می نرزد کفشش
 اس نے تلوار بگڑائی ہے (لیکن) اس کا ہاتھ نرزد
 نفس زشتش ثروا مادہ بود
 اس کا برا نقشہ ثروت اور مادہ پر
 جز موسیٰ خسران نباش نقل او
 نقل کے برا اس کی منتقل نہ ہوگی
 آفت او ہم چو آں خراز خریست
 اس کی مصیبت میں اس گدھے کی طرح گدھے جیسے
 زانکہ موسیٰ رنگ بود ارد رکوں
 کیونکہ اس کا مہی رنگ اور بڑی طرف ہوتا ہے

لے کھت دیا۔ دیا کی طرح پر
 غش کی کی چیزیں ہوتی ہیں جب
 تک وہ دریا میں رہتی ہیں تب
 اضطراب طاری رہتا ہے جب
 وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں
 جوں کی اصل ہے تو ساحل
 بر جاتی ہیں۔ چنگ۔ جب
 مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور
 وہ جی ٹھکے دے دیتا ہے تو
 پھر اس پر شیطانی فائز نہیں
 پاتا ہے۔ گرج۔ گدھے نے
 دُشمن سے حقائق پر مبنی
 تقریریں کیں لیکن مشکل ساری
 باتیں تقلید میں نہیں ہذا دُشمن
 کے جانتے میں بتایا۔
 لے آت۔ گدھے کی باتیں
 ایسی ہیں نہیں جیسے کوئی غفل
 پانی کی ترقیق میں کسی گدھے
 پیاسا نہ ہو ، عاشق کا غلبہ
 بنائے اور حقیقت عاشق نہ ہو
 از منافق منافقین مذہ پیش
 کرتے تھے لیکن وہ حقیقت
 پر مبنی نہ ہوتے تھے لہذا مردود
 تھے۔ قوی۔ منافقین مومن
 کی خبر کو پیدا کریتے تھے لیکن
 ان میں ایمان نہ ہوتا تھا اور
 خوش مسلمانوں کو نقصان
 پہنچانے کے لئے اختیار کر
 لیتے تھے۔
 لے حاکم۔ دُشمنی اللہ
 گدھے کے سرک میں گدھے
 کے لئے ایسے ہی تھے جس میں
 میدان جنگ میں حرکت ملے
 تھے بگڑتے۔ عورت ہاتھوں
 تلواروں سے مینے سے لگیں
 اس کا دل نر ہوتا ہے غلابی۔
 جس شخص کی عقل مادہ پر
 نفس دُشمن کی تباہی لادی

ہے۔ لاجرم۔ زنا عقل لا مایہ را در نفس سے مطلوب ہوجائے گی۔ حملہ مادہ۔ عدوت کے حملہ کا انجام
 دیا ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا خاکہ آخر میں دُشمن نے اس کی پیش کیا۔

ملے دفعہ جمال مایہ ناز
رنگے رو کا تو اس کو کہتے ہی
لیکن اُس میں عقل کا نام نہیں
ہے کہ حقیقت بکٹ چٹکیاں
عزت میں جا کر ہر دم و دیوانی
ہے عقل سے کام لیکر حقیقت
بیک نہیں پہنچتی ہے عقل۔
اگر انسان میں عقل پر عمل پیر
تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی
ہے۔
ملے رنگے بڑی ہنس مارے
نے رنگے رو کو کہا عقل سے
کام نہ لیا تو نہ نہ وہ عقل
دوست کا نام کا تاجہ قابی
کے اسباب دل میں نہ دتھے
یہ یہاں جو اس کا کوئی کیا
باز کا منظر ہی جیسے اسرار
موجود نہ ہو جو کہ عقل کو یک
باری ہے جس میں انسان
کھتا رہتا ہے لیکن اس کا
بیک نہیں ہوتا، آجہر و خیر
ہے القیہر و جلتانہ الخلیع
میر کا کہی کہ کسی ہے عقیدہ
مستفید کے دول سے نہانے
ہوتے ہیں نہایت، مستفید کے
دول کا ہی حال ہوتا ہے یہاں
کو سبکیں پر فکس نہ رہا جائے
ملے فکر شاہہ کیلئے سالوں
کا وہ کہ کہ حسرت ہے۔۔۔
و کتابہ رنگے حاصل کرنے کے
لئے دعائی عوام کی ضرورت
ہے۔ جو عقل میں قسم کی
روحانی خفاں کائنات کے بعد
شاہہ کا مرتبہ حاصل کر دے کہ
مستفید، سروروں کی روزی اور
حکمت جب حاصل ہوتی ہے
سب کا ہوا وہ لکھ لکھائی
کے ہی کہ کہی کہ کسی ہے عقیدہ
مستفید کے دول سے نہانے
ہوتے ہیں نہایت، مستفید کے
دول کا ہی حال ہوتا ہے یہاں
کو سبکیں پر فکس نہ رہا جائے
ملے فکر شاہہ کیلئے سالوں
کا وہ کہ کہ حسرت ہے۔۔۔

اے خنک آگس کہ عقلش نہ زبود
 شخص قابی بنا رکھا ہے جس کی عقل زبود
 عقل جزویش نہ زو غالب زبود
 اس کی جزوی عقل ضرور غالب
 نگہ بوی سبز و زار آں خرنشید
 اس گدے لے سبز و زار کے رنگ ہو کر گھٹا
 تشہ محتاج نظر شد و ابر نے
 پیاسا اپش کا محتاج ہو گیا اللہ ابر نہیں ہے
 اسپر آہن زبود صبر لے پدار
 لے بار! صبر رو کے کی فعال ہوتی ہے
 صد دلیل آرد مقلد و رسیاں
 مقلد تو دلیلیں بیان کرتا ہے
 مشک کو دست آنا مشکت
 مشک آلود ہے، لیکن مشک نہیں ہے
 تار کٹے مشک گرد دے مرید
 اسے فریاد: تاکہ لیکن مشک بنے
 کہ بناید خورد و جو بھیج خراں
 گدوں کی طرح خورد کھانے چاہئیں
 جزو نفس یا سمن یا گل مجر
 رنگ یا پنبیل یا صوب کے برانہ بخر
 بعدہ راخو کن بدال یحان و گل
 اس ریحان اور گلاب کا بعدہ کا مادی بنانے
 خوی معدہ زیر کہ وجو باز کن
 اس گھاس اور جو سے جسے کی عادت پڑا
 معدہ تن سوئی کہداں میکشد
 جسم کا معدہ پڑ کر فوت لے جاتا ہے
 ہر کہ کاہ و جو خورد و شرباں خود
 جو گھاس اور جو کھاتا ہے تو خور ہو جاتا ہے

نفس رشتش مادہ و مضطر بود
 انس کا نفس مادہ اور بے چین ہو
 نفس انقی را خرد سائب بود
 مادہ نفس کو عقل سبب کر نیاں ہوتی ہے
 جملہ محتہ از طبع اور میر
 جس کی حیثیت میں سے ساری عقلیں ہوا کرتی ہیں
 نفس را جوغ البقرہ صبر نے
 نفس کو انتہائی بے رحمی و صبر دیتا
 حق نوشتمہ بر سر خانہ الظفر
 خدا اقبال نے اسے نعل پا کر رکھا ہے نہ ہول
 از قیاسے گوید آں را ز عیاں
 وہ قیاس سے بتا کر ہے نہ ذکر مشاہد سے
 بوی مشکش ویر خزن نکست
 اس میں مشک کی بو ہے لیکن بیٹن کے گھونکے میں
 سالہا باید در آں روضہ خرید
 سالوں اس باغچہ میں پھرنا چاہیے
 آہوانہ درختن چسرا غواں
 ہنزوں کی طرح درختن میں بھی جاہز پڑ
 روضہ آئے فتن با آں نفر
 اکی درگاہ کے ساتھ فتن کے جس میں پڑھا
 تابیا بی حکمت و قوت رسل
 تاکہ قرصوں کی دوزی اہمیت حاصل کرے
 خورین ریحان و گل آغاز کن
 ریحان اور گلاب، نکما یا شہر رخ کرے
 معدۃ دل شوی ریحاں میکشد
 دل کا سدرہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے
 ہر کہ لوہ حق خورد تر آں شود
 جو اٹھا کر کھا تا ہے، تر آن میں جاتا ہے

نیم تو مشک ستیمی پشک میں
 غم دار ایتر آھا مشک اور آھا یعنی ہے
 آن مقلد صد دلیل و صد بیان
 وہ مقلد تھو دلیس اور تھو بیان
 جان او غالی ازاں گفتار او
 اُن کی جان اُن کی گفتگو سے خالی ہے
 چونکہ گویندہ ندارد جان و فر
 چونکہ کہنے والا جان اور شان و حرکت نہیں رکھتا ہو
 میکند ستاخ مردم را براہ
 وہ انسانوں کو راست دھن میں دیر بنا آتا ہے
 پس حدیثش گرچہ بس بافرود
 اُن کی بات اگرچہ بہت شان و حرکت والی ہو

ہیں میفر ایشک آفر ایشک میں
 غم دار! میٹھی نہ بڑھا میں کاٹشک برٹھا
 در زبان آردندار دیتج جاں
 زبان پر لا آتا ہے، کرنی جان نہیں رکھتا ہے
 کلا آتش بے مغز زباں سرار او
 اُس کے اسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے
 گفت او را کے بود برگ و دثر
 اُنکی گفتگو میں پہل اوستے کب برنگے!
 او کجاں لرزاں ترست از برگ کاہ
 وہ کہاں کے پتے سے زیادہ جان سے لرزتا ہے
 در حدیثش لرزہ ہم مضمر بود
 لیکن اُس کی بات میں جیکساں بے مضمر ہوگی

کی فدا ہوتا ہے تھو کہ جو جس
 جہاں فداؤں کا مادی ہوتا
 ہے وہ پاک ہوتا ہے
 نورانی فدا سے انسان حق
 کی طرح تھو کہ جو جس
 تھو کہ انسان میں اور حق میں
 جی جہاں میں اور حق میں
 آن مقلد، دشمن جو فتنائی
 اُن کی بیان کرتا ہے اُن کی
 مرضہ بالی تقریر ہوتی ہے
 اُن ہی کوئی جان نہیں ہوتی
 ہے نہ اُس کے دماغ میں اُن
 کے اسرار ہوتے ہیں۔
 لے چکر جب کہنے والے
 میں کوئی جان نہ ہو تو شکی
 بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔
 حق گو، در سرور کو خود
 بہادر بنا آئے ہیں خود زنا
 ہے پس اُن مقلد تقریر
 اگرچہ پر شوکت ہوتی ہے
 لیکن اُن میں خوف ہی خفیہ
 ہوتا ہے۔ ترک شیخ ۱۷
 اور ناقص انسان کی رہائی
 میں بڑا فرق ہے شیخ نورانی
 صاحب نورش میں رہائی کا
 ہے وہ اُن کی بات پر تاشیر
 ہوتی ہے۔
 لے چکر، انسان کو خود
 صاحب لہ جتنا پیچھا کرے
 میں تاخیر ہو کہ نورش کی بات
 کے لئے بہتر احوال رہی کے
 ہو جو فخر کے آغوش لازی ہے
 اور اُس حرف بہ تقاضی کامدراجا
 ہے تھو کہ۔ باتیں نورش
 طرح بہت ہر مانا ہے سر میں
 لے چکر اور وہ جب ہم کا
 نورش میں لائی جا رہا ہے تو
 پھر اُس طرح کی تاثیر رکھش
 قوم پر ہوتی ہے۔ فرمودہ
 آئینہ و مجسمہ، تھو کہ اب
 نورانی شخص جو بات کہی کیے
 میں ہی نور اور پاکیزگی ہوگی۔

فرق میان دعوت شیخ کامل و اصل و میان سخن
 لاں شیخ اصل سخن کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات سے درمیان فرق جو ناقص
 ناقصان فاضل کہ فضل تحصیل پر خود بستہ اند
 کے فخری ہیں اور انھوں نے دوسری سے فضل لیکر اپنے آپ کو دانت کر دیا ہے

شیخ نورانی زہر آگ کُند
 نورانی شیخ راہ حق سے آگاہ کرتا ہے
 جہد کن تا مست نورانی شوی
 تو کہ کشی کر تا مست اور صاحب نورانی بنائے
 ہر چہ درد و شاب جو شیدہ شود
 جو چیز انکسور کے شیر سے میں جوش دیدی جائے
 از جزر و زربہ پہ وز گر دگاں
 گاہر از سبب اور بہی یاد اور خود
 علم اندر نور چوں فرغودہ شد
 علم اب نور سے گھٹتی ہی
 ہر چہ کوئی باشد آں ہم نور پاک
 تو جو کہ کہے وہی نورانی ہوگا

با سخن ہم نور را ہمہ کُند
 بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے
 تا حدیث را شود نورش روی
 تا کہ اُس کا نورش ہی بات کے ساتھ ہو
 در عقیدہ طعم و در شائش شود
 عقیدہ میں اُن کا وہ انکسور کے شیر سے کامدراجا
 لذت و شاب یابی تو ازاں
 تو اُن میں انکسور کے شیر سے لازمہ یا بیگا
 پس ز علمت نور یا بد قوم لُد
 تو تیرے ہم سے سرکش قوم نور ماس کر دے
 کا سماں ہرگز نسبت ارد غیر پاک
 کیونکہ آسمان پاک کے ملا نہیں برسا کرتا ہے

نورانی شیخ کی بات پر تاشیر ہوتی ہے۔

آسمان آسمان اور ایکو پائیا
 نال پانی ہے پیرا نال کو پانی
 انا جس ہے آسمان کا ہے
 ملے ملے غم کو غمیش نکر اور
 خیال کی مثال پیرا نال کے پانی
 کی کسی ہے اور دوس کی مثال
 اب کی کسی ہے آپ باران
 بارش کا پانی سیکنڈوں میں نال
 کا سبب ہے کہ نال والا پانی
 غمنا پڑ دوس سے جھگڑے
 کا سبب بنتا ہے۔

آسماں فتو ابر شو باراں ببار

آسمان بہن جا، اُبرین جا، بارش برس

آب اندر ناودان عاریت

پرنار میں پانی مانگا ہوا ہے

فکر و اندیش ست مثلِ نادر

فکر اور خیال، پر مال جیسا ہے

آبِ باراں باغِ صدنگ آورد

بارش کا پانی، باغ کو تیز رنگ کا بنا دیتا ہے

باز کردم سومی آن روباہ وخر

میں کو مری اور کہ مجھے نی طرف لوشا ہوں

ناوداں بارش کند نبود بکار

پرنال بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندرا برودریا فطرسیت

آبرادر دریا میں اصل جاتی ہے

وحي مكشوف ست ابرو آسماں

کھل ہوئی دھوپ، آبرادر آسمان ہے

ناوداں ہمسایہ درجنگ آورد

پرنالہ پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیا ہے

تاچاس ازراہ برداں حریر

دیکھ اس طرح کے لوگوں پرناؤ۔

شرح

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ جب حال قاتل کے مخالف ہوتا ہے

تو وہ قال کے جھوٹ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس کے

لیے ہم ایک اور نظیر تم کو سناتے ہیں سنو! جبکہ دعویٰ نے جو کہ مدعی الوہیت اور قائل

انار بکمالی تھا مومن علیہ السلام کے اژدھے کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور

جنگ کے لیے مہلت مانگی اور نرمی کرنے لگا۔ اس وقت کے عقلا نے یہ حالت

دیکھ کر کہا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس کو تو اور سخت پہنچا ہوتا۔ معجزہ موسیٰ خواہ اشد ہاتھوں سے۔

یاسانے اس کے ساتھ مملوک اور مخلوق تھا۔ پھر اس کی خدائی سخت وقہر کو کہا گیا کہ وہ

یہ گستاخی اور مقابلہ دیکھ کر جنبشِ رحم نہیں آتا۔ بس معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ

الکاحجھٹا سے کہیں کہ اگر الفضا میں سے ہوا کے اس کا دعویٰ ہے

تاک کہ کھڑے نہ ہو کر خشاں ہوں۔

کے لیے یہ سب سے زیادہ اہم ہے کہ انہیں واقعات سے اپنے آپ کو

کہ جب تک مہاراجس محل و میدان میں نہ آئے ہوں گا۔

ان میں سے پہلے ہے اس وقت تک خواہ وہ لٹا ہی دموئے ولایت لڑے باطل سے

ہے۔ اور اس خوشہ طیبی (غذائے روحانی) کا مشاہدہ ہمیں لیا ہے۔ لیونہ اور محسن

ہو۔ اور یہ بات تم میں پائی نہیں جاتی۔ پس دعوائے ولایت ملامت غلط ہے کیونکہ
 قاعدہ ہے کہ اگر کوئی جانور آب شور پر گرے تو سمجھا جاتا ہے کہ آب شیر میں کی دانی
 نہیں دیکھی علیٰ ہذا جبکہ اسکو غنائے جمائی کی طرف رغبت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے
 غنائے روحانی نہیں دیکھی۔ بلکہ ہنوز اس کا ایمان تقلید کی ہے اور اسکی روح نے حقیقی
 ایمان کی صورت نہیں دیکھی ایسی حالت میں اسکی لیے سمٹ خطرہ ہے کیونکہ مقلد کو راہ اور
 راہزن یعنی شیطان رجیم کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن جبکہ وہ نوری سجانہ دیکھ
 لے گا اسوقت بے کھٹکے ہو جائے گا اور شکوک کے باعث جو اسے اضطرابات لاتی تھیں
 ہیں وہ جاتے رہیں گے اور اسے بالکل سکون ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک
 خس خاشاک دریا زمین پر نہیں آتے جو کہ ان کی اصل ہے اس وقت تک وہ پانی کے
 ٹکڑوں میں مضطرب رہتے ہیں کیونکہ وہ خاکی ہیں اور پانی میں مسافرت کی حالت میں نہیں
 اور مسافرت میں اضطراب اور خلل لازمی ہے لیکن جبکہ وہ خشکی میں پہنچ جاتے ہیں
 جو کہ ان کا وطن اصلی ہے۔ تو انہیں سکون ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا جبکہ اس کو عالم غیب سے
 تمکّن ہو رہا ہے اس وقت اسکی تمام اضطرابات فنا ہو جاتے ہیں اور جبکہ ان کی آنکھیں
 کھل جاتی ہیں اور اس تحریر غیبی کو پڑھ لیتا ہے جو کہ اس کی روح پر لکھی جاتی ہے تو اب
 شیطان کو اس پر تسلط نہیں رہتا اور وہ اِنْ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ کا۔
 مصداق ہو جاتا ہے خیر تو گدھے نے گولہ مڑی سے اسرار بیان کئے تھے۔ مگر چونکہ وہ
 مقلد بنا۔ اور یہ امور اسکو ذوقاً معلوم نہ تھے بلکہ سنی سنائی کہتا تھا۔ اسلئے اس نے
 جو کچھ کہا وہ اوپر سے دل سے اور مقلدانہ کہا اور اسکی گویائی کی تعریف کی۔ مگر اسکے دل
 میں اسکی وقعت نہ تھی اور وہ اس کا مشتاق نہ تھا۔ اور گواشی منہ نوجا اور گریبان بھڑا
 مگر وہ عاشق نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ فعل اس کا محض بناوٹ سے ناشی تھا اور دل
 نہ تھا۔ پس چونکہ اس کے الفاظ باوجود پر مغز ہونے کے محض زبان سے تھے نہ کہ
 دل سے۔ اسلئے وہ محض بے حقیقت تھے۔

یہی وجہ ہے کہ منافقین کا عذر قشہد انک لرسول اللہ مردود قرار پایا اور پسندیدہ نہ ہوا۔ چنانچہ اس کے جواب میں فرمایا گیا و اللہ یشہد ان المنافقین۔ لکذبون۔ کیونکہ وہ منہ ہی منہ میں تھا۔ دلوں میں نہ تھا اور اس کے پاس بوئے سیب تو تھی مگر سیب نہ تھا اور محض بوئے سیب بجز موجب مضرت ہونے کے اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ جس چیز میں بوئے سیب ہو۔ اور کوئی اس کو سیب سمجھ کر کھائے تو وہ خواہ مخواہ اسے نقصان کریں گے۔ کیونکہ اس میں سیب کے خواص و فوائد نہ ہوں گے۔ جس کی اُسے نہ تھی۔ بلکہ اور خواص ہوں گے جن کی اسے ضرورت نہ تھی نیز اس کا یہ جملہ محض فرقا نہ تھا۔ اور جنگ میں عورت کا حملہ دشمن کی صف کو تو درہم برہم نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے خود اپنی فوج کی حالت تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اگرچہ تم اس کو صف میں شیرازہ تلوار لئے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ مگر بردہ کی سے اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے پس وہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں گے اور بھاگے گی اور دوسری فوج پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ جبکہ تم کو جنگ میں عورت کی حالت معلوم ہوگی۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ افسوس ہے اس شخص کی حالت پر جس کی عقل مادہ ہو اور اس کا نفس زشت نہ اور اس کے مغلوب کرنے پر مستعد ہو۔ کیونکہ اس حالت میں عقل لامحالہ مغلوب ہوں گے اور اس طرح۔۔۔ خسارہ کی طرف جائے گی۔ کیونکہ وہ مادہ ہے اور مادہ کا حملہ بھی اگرچہ بظاہر بہادرانہ ہو

مگر تاہم بیکار ہے کیونکہ اس گرسے کی طرح یہ بھی احمق ہے اور جس طرح گرسے کی حماقت نے اس کے حملہ کو بے کار کر دیا تھا اور اس طرح اسے نقصان پہنچایا تھا۔ یوں ہی حماقت عقل عقل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ عورت ہے اور عورت پر وصف حیوانی غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگ و بو اور تلذذ و تنعم کی طرف مائل ہوتی ہے اور تلذذ و تنعم میں اس کا صفت حیوانی ہے لہذا عورت پر غلبہ حیوانیت لازم ہے اور غلبہ حیوانیت کیلئے قتل لازم ہے پس عقل مغلوب نفس ضرر احمق ہوگی اور اس کے قتل کے یونہی نقصان پہنچایا جائے گا جس کی حماقت نے گرسے کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ عقل کے مادہ حیوانی کے لئے معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں وہ شخص جس کی عقل نہ ہو اور اس کا نفس مادہ و مجبور اور اس کی عقل

جری نہ اور غالب ہو دراصل نفسِ فانی کی عقل کو چھین لیا اور اس کی قید سے کر لیا ہوا اسے نفس اس کا تابع ہو۔
 خیر یہ مضمون تو استطراد ہی تھا۔ اب سمجھو کہ گدھے نے جبکہ سبزہ زار کی رنگ
 اور بو کا حال سنا تو تمام دلائل اس کی طبیعت سے کافر ہو گئے اور وہ پیاسا
 اور ابر کا محتاج ہوا مگر وہاں ابر نہ تھا۔ یعنی وہ سبزہ زار کا طالب ہوا۔ حالانکہ وہاں
 سبزہ زار نہ تھا۔ اور نفس کو سخت بھوک لاحق ہوئی اور وہ بے صبر ہو گیا اور جبکہ بے صبر
 ہو گیا تو سارا کام بگڑ گیا۔ کیونکہ صبر ایک لوہے کی ڈھال ہے جو سخت سے سخت کو
 برداشت کر دیتی ہے ایسے کہ حق سبحانہ نے صبر پر فتح لکھ دی ہے پس صبر کی پیہر
 سے مصائب پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

الغرض گدھا لغزش کھا گیا اور منشا لغزش تقلید تھا۔ کیونکہ مقلد گو سینکڑوں
 دلائل بیان کرے مگر وہ صرف عقلی گدھے لگتا ہے اور معائنہ و مشاہدہ یعنی ذوق اور
 حال سے نہیں کہتا۔ اسلئے اس کا بیان شک آلود ہو جاتا ہے۔ مگر مشک نہیں ہوتا
 اور بوئے مشک رکھتا ہے۔ مگر واقعی میں مینگی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یعنی مقلد کی
 گفتگو کا ظاہر اچھا ہوتا ہے مگر باطن خراب! پس اگر تم اپنی مینگی کو مشک
 بنا نا چاہتے ہو یعنی اپنے بظاہر اچھی اور باطن بُری گفتگو کو ظاہر باطن دونوں حالتوں
 میں اچھی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم کو گلہ از معرفت میں برسوں تک چرنا اور اس کے مستفید
 ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس مینگی کے مشک بننے کے لئے ضرورت ہے کہ برسوں تک
 باغ میں چرا جائے بہذا تم گدھوں کی طرح کاہ و جو یعنی غذائے جسمانی نہ کھاؤ۔
 بلکہ فتن یعنی عالم غیب میں جا کر ارغوان یا قنقل یا سمین یا گل چسرو اور اہل
 اللہ کے ساتھ صحرائے فتن یعنی عالم غیب میں جاؤ اور اپنے معدہ روحانی کو بیکان و
 گل کا عادی بناؤ۔ تاکہ تم کو ادراک حقائق علی ماہی علیہ خاص ہو جو کہ پیخروں کی غذا
 اور تم اپنے معدہ کو کاہ ... وجو یعنی غذائے جسمانی سے الگ کرو اور ریحان و گل
 یعنی غذائے روحانی کھانا شروع کرو۔ کیونکہ معدہ جسمانی یا خانہ میں لے جاتا ہے اور معدہ

روحانی خلائے روحانی کی طرف لے جاتا ہے جو کہ ریحان ہے منیر جو کاہ و جو کھاتا ہے وہ فنا ہوتا ہے اور جو کہ نور حق کھاتا ہے قرآن کی طرح باقی اور مدد اسرار الہیہ اور معظّم و مکرم ہوتا ہے۔ ہاں تم کاہ و جو نہ کھاؤ اور نور حق کھاؤ۔

دیکھو: تم آدھی مشک ہو اور آدھی مینگنی یعنی ایک جُز تمہارا روح ہے جو کہ علو ہے اور ایک جُز جسم! جو کہ بُرا ہے۔ سو تم مشک کو ترقی دو اور مینگنی کو نہ بڑھاؤ یعنی روحانیت کو بڑھاؤ اور جسمانیت کو ترقی نہ دو۔ خیر حاصل یہ ہے کہ مقلد صوفیوں بیان کرتا اور سو تقریریں کرتا ہے۔ مگر اس میں روحانیت بالکل نہیں ہوتی اور اس کے روح میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور اس کی کھوپڑی ان کے اسرار سے بالکل خالی ہوتی ہے اسی لیے ان دیلوں اور تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب کہنے والے میں روحانیت اور باطنی شان و شوکت نہ ہو۔ تو اس کی گفتگو بھی بے نتیجہ ہوا کرتی ہے وہ آدمیوں کو راہ چلنے پر دلیر کرتا ہے مگر بوجہ عدم یقین کے۔۔۔ خود اس کی جان پتے سے زیادہ کانپتی ہے اور اس کی گفتگو نہایت ہی پر شوکت ہو۔ مگر روح کے اثر سے اس میں بھی لرزہ اور تھراہٹ مُستتر ہوتی ہے۔ پس یہ لرزہ مخفیہ قبول سے مانع ہوتا ہے۔ برخلاف عارف کامل کے کہ وہ ہر بات اور راہنمائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ نور بھی جتنا ہے۔ جس سامعین کے دل میں سکون اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اور اس لئے وہ اسے قبول کرتے ہیں پس تم اس کی کوشش کرو کہ شراب معرفت سے مست اور نور معرفت سے منور ہو جاؤ۔ تاکہ

تاکہ نور تمہاری گفتگو کے تابع ہو۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جو چیز شیرہ انگور میں عقیہ (ایک قسم کا کھانا ہے) کے اندر پکائے جاتے ہیں اس میں شیرہ کا مزہ آ جاتا ہے اور خواہ وہ گاجر ہو یا سیب یا بھی اخروٹ اس سے تم کو شیرہ انگور کا مزہ آتا ہے یوں ہی جب علم نور میں لتھڑ جاتا ہے تو اس ذلت تمہارے علم سے معاذین تک کو نور حاصل ہوتا ہے خواہ وہ اپنے عناد سے اس کو رد کر دیں۔ یہ دوسری بات ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو

وہ ایک نور اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس وقت تمہاری حالت آسمان کی سی ہوتی ہے اور آسمان سے جو کچھ برستا ہے وہ میل کچیل اور نجاستوں سے پاک ہوتا ہے یوں ہی جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی ظلمت شکوک سے پاک صاف ہوتا ہے۔ پس تم آسمان اور ابرہ بن جاؤ اور مینہ برساؤ اور پر نالہ نہ بنو۔ کیونکہ پر نالہ کی بارش کسی کام کی نہیں اسلئے کہ اس میں مٹنوں کدورتیں اور نجاستیں شامل ہوتی ہیں۔ نیز پر نالہ کا پانی عاریتی ہوتا ہے اور ابرہ و دریا کا پانی فطری جو خود اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ عقل قیاس کو چھوڑو اور کشف الہام حاصل کرو۔ کیونکہ عقل و فکر کی مثال پر نالہ کی سی ہے۔ جسکے مدرکات میں کدورت و شکوک و اہام شامل ہوتے ہیں۔ اور وحی کشفی ابرو آسمان کے مشابہ ہے چونکہ صانی عن الغبار ہوتا ہے۔ نین بارش کا قاعدہ ہے کہ وہ باغ و صمد رنگ تیار کرتی ہے اور پر نالہ پڑوسی کو لٹائی پر آمادہ کرتا ہے۔ پس وحی کشفی روح میں سینکڑوں معرفت کے پھول کھلانی لگی اور گفتگوئے قیاسی جنگ جمل پیدا کرے گی۔ خیر اب ہم لومڑی اور گرہے کی طرف ٹوٹتے ہیں دیکھیں اس شکل اسے کیونکہ گمراہ کیا ہے۔

مطلب آدمی گمراہ ہے۔ اب گمراہ
کو تفسیر و تفسیر نے ہسکو
اس طرح گمراہ کر دیا۔ جو
گمراہ نے و غری پر جہاں
کئے گئے ہیں جو کہ عقیدہ تھا
آخر میں خود پہاڑی بکلی
چوہا گمراہ کو نور ہستی میں
دعا اور مری کا کمر اس پر
غالب آگیا اور گمراہ کی
حوص نے دیوں کے ہوتے
ہوئے اس کو ذیل کر دیا۔
حکایت۔ اس حکایت سے
یہ بتایا ہے کہ عقیدہ دیں
ایسی ہی ہے جیسے ہجرے
کی حکایت اور

زبول شدن خرد و دست رواہ از حرص علف

گمراہ کی حرص کی وجہ سے گمراہ کی وری کے ہاتھ میں غلبہ برہما

خرد و رہ حملہ برد و سخت کرد
گمراہ نے وری پر دوسرے سخت حملے کئے
ظنظنہ ادراک و بینائی نہداشت
وہ ہم اور بصیرت کا کڑوہ فرما کر گستا
حرص خوردن اینچنان کہ شوق زایل
کھانے کی حرص نے اس کو ایسا دوسل کیا
چوں عقلمند فریب او بخورد
چو کہ عقلمند تھا اس کا فریب کہ ایسی
دردمرو رو بہ برد و سکتہ گماشت
وہ مری کے کرنے اس پر سکتہ طاری کر دیا
کہ زبولش کرد با یا نصدر دلس
کہ مری ستر و بلیں ہوتے ہوئے اس کو مغلوب کر دیا

حکایت اکلِ مُخَنَّثِ پُرسیدنِ لوطی از دُرُ حَالِ لواطت

بجز آنکه اندر لوطی کا دولت کی حالت میں اس سے دریافت کرنا

کہ ایں خنجر از ہر حیثیت گفت از ہر آنکہ ہر کہ با من پند اندیشد

کہ خنجر کس کو کہنے ہے اُن نے کہا اس نے کہ جو میرے ساتھ پڑی بات

شکمش بشکافم لوطی بر سرِ او آمد و شدِ میکرد و میگفت

سوئے گا میں اس کا پٹ بھاڑوں گا لوطی اُس پر چڑخت اور اُترتا تھا

الحمد للہ کہ من باتو بد نمی اندیشم

وہ کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھے بڑے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیمت

میرا شعبہ کافر ہی نہیں ہے ایک خطہ ہے

بزل من بزل نیست تعلیمت

سب اُفاق اُفاق نہیں ہے تعلیم ہے

تو له تعالیٰ اِنَّ الله لَا يَسْتَحْيٰ نَضْرِبَ مَثَلًا لَّكَ بَعْضَ مَا قَوْفَهَا

اے تعالیٰ کا توں ہے جنگ اٹھ جائیں کرتا اس باتے میں کہ وہ بھوک مثال بیان کرے

لے مَا قَوْفَهَا فِي تَغْيِيرِ التَّغْوٰسِ بِالْاُنْكَارَاتِ مَا ذَا اَرَادَ اللهُ

پس اس سے میں زیادہ (بھولی بھڑکی) جو انکار کی جو سے نفس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس

بِهَذَا مَثَلًا وَاَنْكَ جَوَابٌ مِّمَّا يَدِ اِيْسِ خَوَاتِمِ يَضُنُّ بِهٖ كَيْدًا

یہی جی ہر ہوں (تغویں کی) اس مثال سے اٹھ کر کیا اللہ جو اور یہ کہ جواب دہانہ کہ گویا چاہا

وَيَهْدِيْهِ كَيْدًا اَكْبَرُ فَتَنَةً يَّجْمِزُ اَنْتَ كِهٖ سَارِ اَزْوَ سُرْخْ رُو

اس سے بڑھ کر گراہ ہوں اور بڑھ کر ہایت ہائیں کو نہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بت اُس سے

شوند و سياراں بے مُراد شوند و لَوَاتَمْتُ فِيْهِ فَلَيْلًا

شہر خرد ہوجاتے ہیں اور بہت سے بے ترازو ہوجاتے ہیں اور اگر تو اس میں ترازو سامی خور

لَوَجَدْتَ فِي تَتَايُحِ الشَّرِّ يَفْعَةُ كَثِيرًا

کرے تو اس میں بہت سے عہد خواہ لائے گا

کون رہے را لوطیے در خاندِ بُرود

ایک عظام کرانہ لے کو ایک عظام کرانہ لوطیے گیا

بر میانش خنجرے دیداں نغیس

اُس لمون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا

گفت آنکہ با من اُر یکدے نش

اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدینت یہ نہ

مترنگوں افگندش و درے فشرد

اُس کو اذہا گرایا اور اس میں گھیر دیا

پس بگفتش در میانِ چیت ایں

تو اُس سے کہا تیسری کریں یہ کیا ہے

بد بیندیشد بد زرم شکمش

بڑے نام کا ارادہ کرے تو اس کا پٹ بھاڑ

لے افگندش۔ اس دلوں نے

ظنرا کہا بیت پہلا بیت

شعر کے معنی میں اور اور مراد بیت

کافر ہی کے معنی میں ہے یہی

میرے اختیار میں بہت سے

مسائل ہیں بزل میں چونکہ

مولا نے کہا بہت نفس

تغیر نقل کیا ہے اس کی توجیہ

کرتے ہیں

لے آیت اللہ۔ قرآن نے

سمجھانے کیلئے سب سے پہلے اور

اُس کے بیک شاہیں دوس

نکارنے اور اس کی کفران

میں ایسی ہر ہر ہر ہر ہر ہر

کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن

نے اُس کے جواب میں کہا

کہ نہایت کیلئے اس طرح کی

مثالیں دینا کوئی بڑی بات

نہیں ہے بلکہ ایک آزمائش

ہی ہے کہ اس قسم کی مثالیں

کیا قبول کرے کہ گراہ ہوں اور

بجز ہوں۔

لے کون ہے۔ عظام کرانے

والہ اس سے کندہ اور گندہ بنا

ہے جہان کر۔ چشم چیت۔

گفت لو علی محمد بنہ را کہ من
 اعظم کرنے والے نے کہا اذکر مکرر کہ میں نے
 چونکہ مردی نیست خنجر باچہ سود
 جبکہ بہادری نہیں ہے خنجروں سے کیا نماند؟
 از علی میراث داری ذوالفقار
 حضرت علیؑ سے تھے ذوالفقار ایشیں تھیں
 گر قسوںے یاد داری از مسیح
 اگر تو حضرت مسیحؑ کی ڈھادیاد رکھتا ہے
 کشتی سازی ز توزیع و فتوح
 تو بہت سے اور غزائوں سے کشتی بناتا ہے
 بہت شکست گیرم ابراہیم وار
 اگر کہ میں تیرے پاس نہیں ہوں
 آن دیلے کو ترا مانع شود
 وہ دیلے جو میرے لئے مانع ہے
 خاتمقان راہ را کردی دبیر
 تو نے راستہ میں رہنے والوں کو بہار بنا دیا
 بر ہمہ درس توکل می کنی
 تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے
 لے مفتش پیش رفت از سپاہ
 اسے پیچھے رہنے پر تو شکرت کرتے ہوئے
 چوں زنا مردی دل آگندہ بود
 جب نامردی سے دل بگندہ ہو
 تو بہ کن اشکباراں چوں نظر
 تو بہ کر۔ یا ہشت کی طاع آنہر بہا
 داروی مردی بخور اندر عمل
 مس میں مردانگی کی دوا کب
 داروی مردی کنی و عین مشوی
 مردانگی کی دوا کہ اور نامزد نہ بن

بدینندیشیدہ ام باتو بطن
 کسی فریب سے تیرے ساتھ بڑا ارادہ نہیں کیا
 چوں نہ باشد دل ندارد سود خود
 جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی
 بازوی شیر خدا بہتت بیار
 تیرے پاس شیر خدا کا بازو ہے تو لا
 کو لب دندان عیسیٰ اے وقیح
 لے لے شرم! (حضرت عیسیٰ کا ہونٹ اور دانت کا)
 کوئی کے طراح کشتی بہچو نوح
 (حضرت نوحؑ) کیسا کوئی ایک قلع کہاں ہے!
 کو بت تن را فدا کردن بنار
 جس کے بت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے!
 تیغ چو میں را بیاں کن ذوالفقار
 اس کے زور پر کلہاڑی کی تھار کو ذوالفقار بنانے
 از عمل آں نعمت صالح شود
 اس عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے
 از ہمہ نریاں نری تو زیر زیر
 نیچے نیچے تو سب سے زیادہ نرزنے والا ہے
 در ہوا تو پیش را رگ مینری
 تو سب میں مجھ کی رگ پر نقش کرتا ہے
 بر دروغ و ریش تو کیرت گواہ
 تیرے جھوٹ اور دھرم پر تیرا گواہ ہے
 ریش و سبلت موجب ہوؤد
 دھرم اور موچھیں ہنس کا سبب ہوتی ہیں
 ریش و سبلت را ز خندہ باز خر
 دھرم اور موچھ کر مذاق سے ہنس
 تاشوی خورشید گرم اندر حمل
 تاکہ تو درج، غل میں گرم سورج میں پانی
 تا بروں آئند صد گوں خوبی
 تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

لے جو کہ۔ جب ان
 میں بہادری نہ ہو تو اس کے
 لئے خنجر اور شکر کی بوجہ کی
 جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔۔۔
 ذوالفقار، خنجر کی مشہور
 تلوار حضرت علیؑ کے پاس
 تھی شہر خدا، حضرت علیؑ کا
 لقب آنکشاہ ہے۔
 لے تو کسے۔ اگر کوئی
 مسیحؑ کی طرح دم نہ کھائے
 جس سے شہرے زندہ ہو
 جلتے تھے تو وہ حضرت مسیحؑ
 کے ہونٹ اور دانت کہاں
 سے لائے گا۔ تو تیرے چنہ۔
 نوحؑ خدا کا نوحہ حضرت
 ابراہیمؑ نے اپنے جبرائیل
 میں نکال دیا تھا اگر کہیں۔۔۔
 دین در عمل میں ہے۔ مانع
 جو دین میں سے مانع ہے
 وہ خراب نہیں ہے۔
 لے خاتمقان۔ لے مس، سنا
 دوسروں کو مدد کا کبر نہ ہوا
 بناتا ہے خود بڑوں کی مدد
 ہے۔ نہ ہوا۔ ایسا لاپرواہی ہے
 کہ ہمیں مجھ کے نضر مار کر
 اس کا خون پینا چاہتا ہے۔
 کیر۔ آواز ناسل میں سے نر
 محرم جوتا ہے۔ ریش۔ ہونٹ
 کی دھرم ایک مذاق ہے
 تو بہ کن۔ یا ہشت کی طاع
 یا ہشت کے دودھ اٹھ کے
 ابراہیمؑ گر گیا۔ ان کا کہ
 لے غل۔ سورج جب بری
 غل میں ہوتا ہے اگل شام
 زمین پر بہت تیز گرم ہوتی ہیں
 عین۔ نامزد۔ تا بروں۔ مکرر
 حسین املا وہی ہوتی ہے۔

ہند۔ مہا بے کرتے روئے
رنگے تو جہ نوا دعویٰ میسر
آئے گا۔ اگر تو راہ سلوک
کا کوہم نہ بنا چاہتا ہے تو چاہے
کے خیمے سے نفس کشی کر درود
خون کی طرح چارہ اور دھ کر
خارشین بن جا۔ بکند۔ راو
سلوک میں مختلف سے ہی آئے
قدم رکھے ہر طرح ہو گا۔ مادہ
سولی۔ بکات۔ جالا

بعدہ را بگذاڑ سوی دل خرام
بے سہرہ جہڑ اور دل کی جانب چل
رستمی گریادت خیمہ بگبیر
اگر تجھے رستم بن چاہیے، منہ پکڑ
رستمی گریادت جوشن پر پوش
اگر تجھے رستم بن چاہیے، درہ پہن ہے
یکند و گامے زو تکلف ساز خوش
ایک دوتہم چل، عجب سخت کر
برتر میداں جو مرداں پائیدار
میدان میں مزدوں کی طرح ہم
تا کے از جامہ زناں پچھو زناں
مزدوں کی طرح ننگہ لباس سے کب تک (تعلق کیا)

تا کہ بے پردہ زرقی آید سلام
تا کہ اندر (تسلے) کی جانب سے ہر جگہ سلام
ورکیزی مالی چارہ بگبیر
اگر تو بھولے ہیں کی جانب اس سے ہر جگہ سلام
ورکیزی مالی زو کوں فروش
اگر تو بھولے ہیں کی جانب اس سے ہر جگہ سلام
تا تر عشقش کشاند پرش
اگر تجھے عشق، اپنی آغوش میں بٹھانے
تا نگردی بے مستلہ در پائے دار
تا کہ ز سول کے نیچے بے مستلہ نہ ہو
ورصف مرداں در آہنجوں بنال
نیزہ کی طرح مزدوں کی صف میں آ جا

شرح

گدھے نے لومڑی پر دو تین حملہ سخت کئے لیکن چونکہ مقلد تھا۔
اسلئے آخر کار لومڑی کے دھوکے میں آ گیا اور چونکہ وہ شوکت
ادراک بصیرت نہ رکھتا تھا اسلئے لومڑی کے فریب نے اسے دم بخود کر دیا اور کھانے
کی حرص نے اسے اس قدر ذلیل کیا کہ باوجود پانچ سودیلوں کے اسے مغلوب کر دیا
اس مقام پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی۔ گو سہے تو فحش مگر ہمیں اس نصیحت
مقصود ہے اسلئے ہم اسکی فحش ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

کیوں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ان الله لا يستحي ان يعص ب مثلاً ما
بعوضه فما فوقها یعنی لوگ جو مچھر کی مثال بیان کرنے پر اعتراض کرتے ہیں
سو ان کو واضح ہو کہ حق سبحانہ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتے خواہ وہ
مچھر ہو۔ یا معترضین کی نظر میں اسکی بھی بڑھ کر قابل انکار و اعتراض ہو۔ ماذا
اگر ادا الله بھذا مثلاً۔ یعنی حق سبحانہ کا ایسی مثال سے کیا مقصود ہے اس کا جواب
یہ ہے یضربہ کثیراً و یضربہ کثیراً یعنی اس سے بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں

اور بہت سوں کو ہدایت فرماتے ہیں۔ گمراہ لوگ کہتے ہیں جو اس ظاہر کو دیکھ کر۔۔۔
اعتراض کرتے ہیں اور ہدایت وہ پالتے ہیں جو اس نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس
..... کو قابل اعتراض نہیں جانتے۔ پس یوں ہی ہم نصیحت کے لئے ایسی
مثالیں بیان کرتے ہیں جو کہ بظاہر قابل انکار ہیں اور باطن پر نصیحت۔ تاکہ بُروں کی
بُرائی اور اچھوتوں کی اچھائی ظاہر ہو جائے۔

اچھا اب حکایت سنو! ایک اғلام کرنے والے کو ایک معلم اپنے گھر لے گیا اور اسکو اوندھا ٹاکرا اسگ بدلی کر لے لگا۔ اسی اٹنار میں اسگ اس کی کمر میں خنجر لگا دیکھا اس پر اس نے کہا کہ تیری کمر میں یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی بد طینت میری نسبت شرارت کا خیال کرے تو میں اسگ اس کا پیٹ چاک کر دوں۔ یہ سنکر اғلام باز نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری نسبت برائی کا خیال نہیں کیا۔ اسگ تم یہ نتیجہ نکالو کہ جب مردانگی بھی نہ ہو تو خنجر بے کار ہیں۔

اور جب دل ہی نہ ہو تو خود سے کیا فائدہ۔ علیؑ ہذا جب عمل ہی نہ ہو تو محض دلائل کیا کام دے سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ تمہارے پاس علیؑ کی ذوالفقار ہے مگر بازوئے شیرِ خدا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ لاؤ۔ اور ہم نے مانا کہ تم کو مسیح علیہ السلام کا افسوس یاد ہے مگر لٹ و ندان علیؑ کہاں۔ ضرورت تو اسکی ہے۔

علیٰ ہذا ہم نے مانا کہ تم چندے اور دیگر آمدنی سے نوح علیہ السلام کی کسی کشتی بنا سکتے ہو۔ مگر نوح کا صلاح کہاں ہے۔ نیز ہم نے فرض کیا کہ تم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح بُت توڑ دیئے مگر اُن کی طرح بُتِ جم کو آگ میں جھونکنا۔ یہ بات تم میں کہاں ہے پس جس طرح تم ذوالفقار سے علی۔ اور انسویٰ مسیح اور کشتی سے نوح اور بُت شکنی سے ابراہیم نہیں ہو سکتے۔ یوں ہی محض دلائل سے ولی اور صاحبِ کمال نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہارے پاس دلائل ہیں تو اُنکو عمل میں لاؤ اور اس طرح اپنے۔۔۔۔۔ غیر موثر دلائل کو ذوالفقار اور موثر بناؤ۔ ورنہ محض دلائل کس کام کے۔ بلکہ وہ تو بجائے مفید ہونے کے اُٹا مُضر ہیں کیونکہ جو دلیل عمل سے مانع ہو یعنی جس دلیل پر عمل نہ ہو وہ تو عذابِ الہی کا ذریعہ ہے

کیونکہ یہ دلیل خدا کی حجت ہے بندہ پر۔ جس کی بنا پر وہ اسکو سزا دے گا۔ اور کہے گا کہ جب تو جانتا تھا تو تو نے عمل کیوں نہیں کیا۔ تم راہِ خدا سے ڈرنے والوں کو تو جرات دلاتے ہو لیکن درپردہ تم سب زیادہ ڈرتے ہو۔ اور تم سب کے سامنے توکل کا وعظ کہتے ہو۔

مگر تمہارے حرص کی یہ حالت ہے کہ تمہارا میں مجھ کے فصد کھولتے ہو۔ بدیں خیال کہ شاید اس میں سے خون مل جائے۔ یعنی جہاں کہیں تم کو نفع کا دھوکا بھی ہوتا ہے تم وہیں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ارے بھڑے جو کہ فوج کے آگے آگے ہے تیری دھوکا دینے والی داڑھی کے دھوکا پر تیرا ذکر شاہد ہے۔ ہم نے مانا کہ تیری داڑھی مونچھ ہے اور تیری صورت مردانہ ہے لیکن یہ امر تیرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ تو بزدل ہے اور قاعدہ ہے کہ جب دل بزدلی سے پُر ہو تو داڑھی اور مونچھ موجبِ فخر ہوتی ہیں کہ موجبِ فخر یعنی لے بنے ہوئے شیخ اور مدعی کمال جو کہ مُریدوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ تیری حالت خود تیرے فریب کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہ وضو صوفیانہ تیرے بے کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر ظاہری حالت مشائخ کی سی ہو۔ اور باطن پلید تو یہ وضع اہلِ فہم کے نزدیک موجبِ تمسخر ہے نہ کہ قابلِ وقعت۔ پس تو اس حرکت سے توبہ کر اور مینہ کی طرح آنسو برس۔ تاکہ تو آفتابِ حمل کی طرح دوسروں کی روحانی سرسبزی شادابی کا باعث اور جزوِ شادار اور بابرکت ہو جائے۔

دیکھ تو نامرد مت بن۔ بلکہ رجولیت کا علاج کو تاکہ ہر طرف سے سیکنڈوں تم کے حسین تیرے لیے نکل آئیں۔ یعنی تو اپنی اصلاح کو تاکہ تو فیوضِ ربانیہ کا مرجع بن جائے اور تو پُری معدہ کے کو چھوڑ کر پُری دل کی فکر کو؛ تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے بے جہانہ کچھ پر سلام ہو۔

[فائدہ: بے جہانہ سے رفعِ حجاب خاص مراد ہے جو کہ عوام اور حق سبحانہ درمیان ہے۔ ورنہ مطلق حجاب مرتفع نہیں ہو سکتا]

ہم تم کو نصیحت کر چکے اب تم کو اختیار ہے اگر تم کو رستی درکار ہے تو خنجر لو

اور اگر ہجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستی درکار ہے تو جوش پہنو۔ اور اگر ہجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اعلان کراتے پھرو۔ خلاصہ یہ کہ ہم کو مشیخت اور عالم کا طریق بتا چکے اب یہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیا دار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شفت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس راہ کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تاکہ آئندہ تمہارے لیے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لیکر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو۔ اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس و شیطان میں قدم جاؤ۔ تاکہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زمانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑو اور سنال کی طرح مردوں کی صف میں آ کر شامل ہو اور مردوں کی طرح جدو جہد کرو۔ اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

غالب شدن جلد رواہ براستعصام و تعفف خروکیشن
 محمد نے کہا اور مخالفت پر روزی کے جلد غالب آجاتا اور روزی کا
 رواہ خروا بسوئے بیشہ شیر
 محمد نے فرمایا کہ ہمارے جانب سے بھیجے گا

روہ اندر جلد پائے خود مشرد
 روزی نے منادی میں قسم دے کر
 مطرب آل خانقاہ کو تاکہ تفت
 اس خانقاہ کا حال کہاں ہے؟ کو بند
 چونکہ خروغیے برد شیر کے بچا
 جب خروغیے شیر کو کنویں میں پہنچا
 گوش را بر بند و افسونہا نخر
 کان بند کرے اور منتر نہ سن
 ریش خرو گرفت و آل خروا بہ برد
 محمد کی اڑی بکری اور اس کے بچے کو
 وف زند کہ خربزفت و خربزفت
 وف ہمارے کہ گرفت می، گرفت می
 چون نیار در رو بہ خرتا گیا
 تو روزی محمد کو گھاس کے پاس بکڑنے بھیجا
 جز فسون آل ولی داد گر
 اس فریاد رس ولی کے منت کے ہوا

مخالفت جانا تلف پاکارت
 دیکھ بھائی
 آٹھ پانی تو دھو دینے کو
 ہر گز ریش خرو گرفت بینی
 غالب آئی، خطرت پہنچتہ
 گندھ کا ہے کہ خربزفت
 کی نوس میں اس سے سرخیا
 نے ایک سولی کا گھاس لٹکایا
 تھا چونکہ پہنچتہ گندھ کا
 ہے کہ خرو گرفت نے دھ کے
 شیر کو کنویں میں پہنچا دیا
 لے کر گوش را بر بند و افسونہا
 نصیحت کرتے ہیں کہ گرفت
 شیخ کے قول ہمیں کہ

لہ منارہ - بلند چتر پر چڑھ کر
 اعلان کیا جا تا ہے کہ کسی
 چیلنے بھار آفتاب میں شمع
 کاں روزگار میں مستحق ہیں
 چشمہ آب ساکوں کی صحت
 عطر میں منتظر طالع ہے
 نیک کے بعد بقا باشد حاصل
 کر کے ناناغہ کا نرو گدیا تھا
 لہ قوتوان مطہر ہے کہ
 زینت حضرت مصطفیٰ کی دما
 سے فوجان ہیں گئی تھی شہزاد
 یہ ہے کہ روح کی کزوری کے
 بدام کو زجرانی ماحصل
 ہو گئی چہند مشہد ہے کہ
 کلا داد کی دھول سے نظریہ
 زایل ہوجاتی ہے۔ تو جان
 یہ احوال جو ذکر کئے گئے ہیں
 خود تیرے ہیں تو ان سے
 خوش رہ تاکہ دنیا حاصل نہاد
 حاصل کر لے اگر ہے۔ اگر
 لوہری گدے کو پاک کر ہی
 ہے کہ لے دے تو گدھا زین
 اور پھر بے فکر نہ رہ۔
 لہ حکایت۔ اس حکایت
 سے یہ بتا ہے کہ اگر انسان
 انسان ہیں جانتے تو پھر گدھا
 پکڑنے والے سے کہے کوئی
 غلو نہیں جب تک انسان
 گرہا ہے وہ زین کا گدھا
 ہے۔

آں فسونہا خوشتر از طلوائے اُو
 اس آفرین کے موعے سے یہ منتز بہتر ہیں
 خمبائے خسروانی پُر زمرے
 شہزاد سے پُر مشابہی شکوں نے
 عاشق سے باشد آں جان بعید
 وہ دامن سے دور جان شراب کی عاشق ہو گئی
 آب شیریں چوں زمیند مرغ کور
 آہستہ آہستہ چوں زمیند مرغ کور
 اندھا پند جب بیٹھا پانی نہیں دیکھے گا
 موسیٰ جاں سینہ را سینا کند
 رومانی موسیٰ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے
 خسرو شیریں جان نوبت ز رست
 روح کے شیریں فناء نے ڈنکا بیٹ رہا ہے
 یوسفان غیب شک می کشند
 غیبی مصطفیٰ شک کش کر رہے ہیں
 اشتراک مصر را و سوئے ما
 مصری اور ان کا شرف ہماری جانب ہے
 شہر ما فسر را پُر از شکر شود
 حق کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا
 در شکر غلطید لے طلوائیاں
 اے طلوائیو! شکر میں غرق
 نیشکر کو بید کار اینست و بس
 کہ انہ کھند و بوس ہم ہیں ہے
 یک تشر در شہر ما کنوں نہاند
 ہمارے شہر میں اب کوئی کھنک نہیں رہا
 نقل بر نقل ست و مے برے ہلا
 آگاہ نقل بر نقل، شراب پر شراب ہے
 سرکہ نہ سالہ شیریں میشود
 زلف کا سرکہ سیف ہو جائے گا

آنکہ صد خلواست خاک پائے اُو
 کیونکہ سینکڑوں موعے اس کے پاؤں کی خاک ہیں
 مایہ بزرہ از مے لبہائے وے
 اس کے ہر ہون سے مٹا یہ ماحصل کیا ہے
 کوئے لبہائے لعاش را ندید
 جس نے اس کے نعل سے یہی ہر ہون کی شربت دہی
 چوں نگر دگر چشمہ آب شور
 وہ کھاری پانی کا پکڑ کیوں نہ لے لے؟
 طوطیان کور را بسنا کند
 انہی طوطیوں کو بیٹا بنا دیتا ہے
 لاجرم در شہر قندار زان شدت
 لاجرم شہر میں شکر سنتی ہو گئی ہے
 تنگہائے قند مصری میر رسند
 مصری شکر کے پورے پہنچ رہے ہیں
 بشنود لے طوطیاں بانگ درا
 اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو
 فخر آرزان ست آرزان تر شود
 شکر سنتی ہے اور آواز سنتی ہو جائیگی
 ہجو طوطی کوری صفر اسیاں
 طوطی کی طرح، صفرانی دو گن گدھے کی طرح
 جاں برفا شناید یا اینست بس
 جان چھوڑ دے بس دوست میں ہے
 چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
 چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو شہزادے میں
 بر متارہ زو بزین بانگ صلا
 منارہ پر چڑھ جا، بادے کا اعلان کر دے
 سنگ مرمر مل و زریں میشود
 سنگ مرمر مل اور زینبرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک کے شک زبا

سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے

چشمہا مخمور شد از سبزہ زار

سبزہ زار سے آنکھیں نمیں ہو گئی ہیں

چشم دولت سحر مطلق میکند

دولت کی آنکھ پورا مان کر رہی ہے

شد ز یوسف آن زلیخا لوجا

یوسف کی وجہ سے زلیخا جلاں ہو گئی

آتش اندر دل خود بر فسرور

اپنے دل میں آگ روشن کر لے

تو بحال خوشتن میباش شاد

تو اپنے حال پر خوش رہ

گر خیرے رامی بزد روبر ز سر

اگر لڑی گمے کا سر کاٹ دیتی ہے

ذربا چوں عاشقان بازی کناں

ذربے عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

گل شگوفہ میکند بر شاخار

گل شبنم پر پھول کھل رہے ہیں

روح مند منصور انا الحق میزند

روح منصور بن محمد ہے انا الحق کا لہرہ کھینچا

عشرت از سر گہ خوش خوش دلا

خوشی عوامی ستر سے از سر فرمیش دلا

دفع چشم بد پسندائے بسوز

نظر بد کے دھنکے کے لئے کلا داد بولا

تا بیابی در جهان جاں مراد

تا کہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرے

گو بر تو خرمباش و غم مخور

کھٹے کاٹ لے، تو گدھان میں اور غم آد کا

حکایت آل شخص کہ از ترس خوشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو تمسیر میں ڈال دیا، رُخساروں

ز ہزار در کردہ چوں زعفران لبہا کہ بود چوں نیل و دست

کہ زعفران کی طرح زرد رنگے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح بنادے ہوئے، ہاتھ دست

لہر زان چوں برگ درخت خداوند خانہ پُرسید کہ خیرست

کہ پتوں کی طرح ہلکا تر ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیرون خرمی گیرند بنجرہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیٹا میں گمے کھڑا ہے میں جس نے کہا

تو خرمیستی چہ میترسی گفت بچہ می گیرند و تمیز برخواست است

تو کہ گمان نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ کوشش کر کے پکڑا ہے میں اور تمیز نہ کرتی ہے

امر و ترسم کہ مرا خرم گیرند

اسی وقت ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آل یکے از ترس در خانہ گرخت

ایک شخص خوف سے گھر میں جاگ آیا

چہرہ زرد، ہونٹ نیلے رنگ تھ

آرامی
دوسرے لوگوں کی پکی چوٹی
باقوں سے شیخ کی بات نہ بولتا
بہتر ہے۔ عجیبی سی بات
میں شیخ کی باتوں کی کتنی
سے آتی ہے۔ ماضی شخص
شیخ سے مدد ہو اور اس
نے شیخ کی باتوں کی کتنی
ماہی کی ہوگی وہ غراب کی
کتنی سے محبت کر سکیگا۔
لے آتے شہری۔ چونکہ
شیخ کی باتوں کی کتنی سے
مرد وہ ہے اس لئے دوسرے
کی باتوں پر حیران رہتا ہے۔
کتنی ہی شیخ کا شیخ بن
کہ وہ کھانا پاتا ہے۔
شیخ نے ملوہ عام دے دی
ہے ہی ہے اس وقت شہر
میں قند اڑا رہا ہے۔
لیب۔ اس سے مراد روحانی
طبیعت ہیں حضرت جو
کی نسبت سے قند مری
کا ذکر کیا ہے جس سے مدد ملی
آرامی۔
لے ہونٹوں کی پکی چوٹی
شیخ۔ زرد جس کی گھٹ۔
طواریاں۔ وہ مالک جو امر
کے طالب ہیں۔
جس شخص میں غلط فہمی کا
ظہور ہوگا۔ اُس کی کتنی ہی
ضمیمہ گئی اس سے مدد کریں
ہیں۔
آرامی۔
نوش جس سے تولا کر پتے

لے آئے بے خبری سے
 بچا میں بڑے جاہل سے
 ایک تھیں زور کیا کریں
 غصہ کی بیدار کے عزت
 نام نہان کی ایک شہر
 سے بخورہ بیگار نہوں۔
 ایک جان
 لے غصت صاحب ماہ
 نے ب۔ گھر میں ہے
 کیا کرتا ہے بتوید
 سوئی ہے وہ
 کے لئے گھر سے دور ہو گئے
 کی خبر نہ ہو سکتی ہے
 جب بے خبری دار ہی
 تو گھر کی جائے ہو گئے
 گھر سے کہیں پڑ سکتے
 ہیں۔
 لے نیست۔ اس شہر میں
 اس حکایت کی شہر کی ہے
 خبر میں چوں نہ خورہ ہے۔
 کوئی انسان بن جائی؟
 ہنس کی مہنت جوتا
 چاہئے خبر میں نہتا چاہئے۔
 چرخ چارم بجک اسی کو
 سیفت مہنت ہونا چاہئے۔
 تو کیا کہ صحت میں چوتھے
 آسان ہیں اس مہنت
 انسان کا ہر مقام چاہئے
 آسان ہے۔
 لے گرج۔ جانت دینے اور
 پانے کے لئے انسان کو دنیا
 میں بھیجا گیا ہے۔ جیڑ
 اصل میں ہونے سے گھبرا
 ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ
 اصل میں ہے۔
 لیکن گھبرا نہیں ہے۔۔۔۔۔
 اس طرح اہل اندر دنیا میں
 رہتے ہوئے دنیا دار ہیں
 ہیں۔ جی۔ مولا کا اپنے آپ
 کو خطاب ہے کہ گھر کے
 قہر کو چھوڑ کر مالہ آخرت

صاحب خانہ بگفتش خیر بہت
 گھر کے مال نے اس سے کیا خبر ہے
 واقعہ چوست چوں بگرختی
 کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھلا؟
 گفت بہر شخروہ شاہ حروں
 اس نے کہا غلام بادشاہ کی بیگار کے لئے
 گفت میگیرند خراے جان غم
 اس نے کہا کہ بچا کی جان، وہ گھر کے پڑا ہے
 گفت بس چند و گرم اند گرفت
 اس نے کہا کہ پڑنے سے مت بھٹ اور مگر مہیا
 بہر خبر گیری برآوردند دست
 گھر کے پڑنے میں نہیں۔ نہ اندر سے ہیں
 چونکہ تیس تیراں ہاں سرورد
 چونکہ بے تیز وک۔ اسے۔ اور اس
 نیست شاہ شہر یا یہودہ گیر
 ہاں سے شہر کا بادشاہ خواہ پڑ نہ لائیں
 آدمی باش وز خبر گیری اس ترس
 تو آدمی میں ما اور گھر کا پڑ نہ لائیں سے نہ
 چرخ چارم ہم نور تو رست
 جو تھا آسان میں تیرے زور سے پڑ ہے۔
 تو زرخ و آخران ہم برتری
 تو آسان اور ستاروں سے ہی بالاتر ہے
 میرا آخر گرج در آخر بود
 اصل میں کا داروئے اگرچہ اصل میں ہوتا ہے
 میرا آخر دیگر و خس دیگر است
 داروئے اصل میں دوسری چیز ہے اور گھر کا دوسری
 چہ درآقا دیم در و نبال خرد
 ہم گھر کے بچے کیا پڑ گئے
 از انار و از شرج و شاخ سیب
 انار کی اور سیب کی اور سیب کی ٹہنی کی

کہ ہی کر ز در ترا چوں بید دست
 کہ تیرا اتھ بید کی طرح نہ ہو۔ اسے
 رنگ رخسارہ چنیں چوں بختی
 رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا؟
 خرمی گیرند امروز از بروں
 آج باہر سے گھر کے پڑا ہے۔ یہو
 چوں نہ خرد و تر از بس چیست غم
 چونکہ تو گھر کا نہیں ہے جاگے اس سے کیا غم ہے
 گر خرم گیرند ہم نبود شگفت
 اگر گھر میں گھر کا نہیں تو غیب نہیں ہے
 جد جہ تمیز ہم بخر فاست است
 بہت کوشش میں آئیں ہیں آٹھ گئی ہے
 صاحب خرا بجاے خرم برند
 گھر کی بجائے گھر کے کو کھڑے جانگے
 بہت تبیش سمیع مست صہیر
 انکو تیرے۔ ۱۰۰ سنے اور دیکھنے والا ہے
 خرم لے عیسی دواں ترس
 تو گھر کا نہیں ہے لے داپے در کے میں توڑ
 حاش بشکہ مقامت آخرت
 خدا بجائے کہ تیرا حق امر مضطرب ہو
 گرج بہر مصلحت در آخری
 اگرچہ مصلحت تو مضطرب میں ہے
 ہر کہ اورا خبر بگوید خرم بود
 جو اس کو گھر کا ہے، وہ گھر سے
 نے ہر آنکو اندر آخر شد خرم است
 یہ نہیں ہے کہ جو مضطرب میں ہے وہ گھر کا ہے
 از گلستان گوئی وز گلہائے تر
 میں اور تر پھولوں کی بات کر
 وز شراب و شاہدان بے حسیب
 اور شراب کی اور بے حساب مشرق کی

یا ازاں دریا کہ موہش گوہرست
یا اس دریا کی جس کی مروج موت ہے
یا ازاں مرغیاں کہ گلچیں می کنند
یا ان پرندوں کی جو پھول چھتے ہیں
یا ازاں بازاں کہ گبکاں پر وند
یا ان بازوں کی جو پکڑیں پاتے ہیں
فرد بانہا نیست نہاں رجاں
دنیای میں معنی سیرجیاں ہیں
ہرگزہ راز دربانے دیگرست
ہرگزہ کی ایک دوسری ہی خبر ہے
ہر یکے ازاں دیگر نے خبر
ہر ایک دوسرے کی حالت ہے بے خبر
ایں راں حیران اداں جیغش
یہ ہنگامے ہیں جہاں کہہ کس چیز سے خوش ہے
صحن ارض اللہ واسع آمدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے
برزخاں مشکر گویاں برگ شاخ
درون پرپے اور شاخیں مشکرا کر آتی ہیں
بلبلان گردش گوفہ پر گرہ
بلبلیں نہ پر گونے کے چاروں طرف کھینچتی ہیں
ایں سخن پایاں نثار دکن رجوع
یہ بات غارت نہیں رکھتی ہے ، واپس کی

گوہر ش گویندہ وینا درست
اس کا موتی تو کیا اللہ جیسا ہے
بیضا زریں ویمیں می کنند
سولے اور ملائی کے اڈے دیتے ہیں
ہم نگوں شکم ہم استاں می پرند
پیت کے بل بھی اور پیت بھی اڑتے ہیں
پایہ پایہ تا عیان آسمان
درجہ بدرجہ آسمان کی بلندی تک
ہر روش را آسمانے دیگرست
ہر دستار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے
ملک با پھناوے پایاں و سر
ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور لمبے انتہا ہے
واں دریں خیرہ کہ حیرت جیش
دو ایک لمحے میں وہاں ہے کاشکی حیرت کس پہ ہے
ہر درختے از زمینے سر زوہ
ہر درخت ایک زمین سے اگلا ہے
کز ہے ملک نہ ہے عرصہ فراخ
کہ جب تک ہے اللہ مجب وسیع ملاقا ہے
کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ
کہ اس میں سے کیا کھارے؟ ہمیں دے
سوی آں گواہ و شیر و غم و جوع
اس لڑائی اور شیر اور چاروں اور جنگ کی جانب

لے آگے بٹکان۔ یہ سب
جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔
اس سے مراد ذات حق ہے
میرکان یعنی ملائی اور افراط۔
آقاں یعنی ملائکہ۔ کیکان۔
یعنی نفوس قدسیہ۔ نرکانا۔
یعنی مروج کے حلقے یا تے
بہ مشہور ہے کہ اڑتے تھلے
کی جانب مایاواے راستے
انسانوں کے فاسوں کی قدر
کی بقدر ہیں۔ قتای فضا جو
نظر آتی ہے۔ آدیش زمین ملک
لے ہر ایک۔ ہر ملک پر جو
جتنی ہے دوسرا اس سے بجز
ہے حتیٰ کہ باران کا مہ
پر جو تھل ہوتا ہے شیخ اس سے
بلے خبر ہو سکے۔ آتی ہر ملک
چو کہ دوسرے ملک کی جتنی ہے
بلے خبر ہے اپنے وہ دوسرے
عیان ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ خرابی
استعداد سے ہے کہ میں حرا
طرح کے معاملہ گھٹتے ہیں۔
لے برزخاں۔ ہر درخت
کی شاخ و برگ کوئی تسبیح
میں مصروف ہے۔ بلبلان۔
یعنی بچے ماضی۔ ایں سخن۔
یہ عالم فب کا بیان نہ ختم
ہونے والا ہے۔

شرح
لوٹری دھوکا دینے پر جم گئی اور بالآخر اس دھوکا دے لیا
اور گدھے کی ڈاڑھی پکڑ کر لے گئی۔ کہاں ہے اس خائفہ کا قاتل
جس کا قصہ دفتر دوم میں مذکور ہوا۔ تاکہ وہ تیزی کے ساتھ گائے، گدھا چل
دیا۔ گدھا چل دیا۔ کیونکہ یہ بہت اچھا ہو

سچ ہے کہ فریب بُری بلا ہے اسکی ذریعہ سے ایک خرگوش شیر کو گنوں میں
 پر لے جا کر ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو دفترِ اول میں معلوم ہوا اور جب کہ خرگوش شیر
 کو گنوں میں ڈال کر ہلاک کر سکتا ہے تو ایک بوڑھے گدھے کو سبزہ تک کیوں نہ
 لے جاسکے گی خود لے جاسکے گی۔ اور لے گئی۔ بس تم اپنے کان بند کرو۔ اور مجھ
 افسوس ملی حق کے کسی کا افسوس نہ سُنو! ولی حق کا کون سا افسوس! اس کا وہ افسوس
 جو کہ شیریں اور مفید ہونے میں حلوے سے بڑھ کر ہے اور اس کا وہ افسوس کہ سینکڑوں
 حلوے اسکی پاؤں کی خاک ہیں۔ اُس ملی حق کی یہ شان ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے
 شاہی مٹکے اس کے برتنوں کے شراب سے کب انکار کرتے ہیں اور ایسی حالت میں
 اس شراب معروف کا وہی عاشق ہو سکتا ہے جس نے اُس کے لبِ لعل کی شراب نہیں
 دیکھی اور ایسے کو اس پر عاشق ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ جب کوئی اندھا جانور آب
 شیریں کو نہ دیکھے گا تو وہ چشمہ آبِ شور کا طواف کیوں نہ کرے گا ضرور کرے گا پس
 جو اسکی شراب لبِ لعل نہ دیکھے گا وہ ضرور اسی شراب پر عاشق ہوگا۔

صاحبو! وہ موسیٰ روحِ سینہ کو طورِ سینا کی طرح مہبطِ الوار الہیہ بنا دیتا ہے اور
 اندھی طوطیوں یعنی مجاہدین کو بینا اور صاحبِ بصیرت کر دیتا ہے اس روح کے شیریں
 خسرو نے جو نقارہ بجا یا ہے تو ہمارے شہر میں شکرِ مستی ہو گئی ہے کیونکہ شاہدِ انِ علی
 کثرت سے آرہے ہیں اور قندِ مصری کی گونوں پر گونیں چلی آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں
 شکر کو کون پوچھتا ہے۔ ارے طوطیو! مصر کی قند سے لدے ہوئے اونٹ ہماری
 طرف آرہے ہیں۔ دیکھو! وہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے۔ پھر کل کو ہمارا شہر شکر سے
 بھر جائے گا اور کچھ تو شکرِ مستی ہے کل اور بھی مستی ہو جائیگی اور لے شیریں کے
 شائقو! تم طوطی کی طرح لوٹو۔ گو مبتلا نے صفحہ سرا۔۔۔ لوگوں کو
 اسکی ناگواری لاحق ہو اور اب تم گئے چوسو۔ کیونکہ اب اسکی سوا کچھ کام نہیں ہے۔
 اور بس معشوق پر جانِ فدا کرو۔ کیونکہ صرف یہ ہی ایک شخص ہے جو معشوق
 کے قابل ہے۔ جبکہ اس شیریں خسرو نے شکر افشانی شروع کی ہے اس وقت

سے ہمارے شہر میں ایک چیز کھٹی نہیں رہی۔ سب میٹھی ہو گئیں۔
 نقل پر نقل اور شراب پر شراب ہے۔ دیکھو! تم منارہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو!
 کہ آؤ جیسی شراب پیتے ہو نیزاب تو سال کا پرانا سرکہ شیریں ہو رہا ہے اور سنگ
 مرمر، لعل اور زریں ہو رہا ہے۔ آفتاب فلک پر تالیاں بجا رہا ہے اور ذرے شوق
 میں اُجھل کود کر رہے ہیں۔ سبزہ کی یہ حالت ہے کہ سبزہ زار کے دیکھنے سے آنکھوں میں
 نشہ آتا ہے اور شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں اور چشم دولت کا غضب کا جادو
 کر رہی ہے کسی کو پانی میں نہیں چھوڑا۔ سب پر اپنا تسلط چسایا اور ان کو مہوش
 کر دیا۔ اور روح منصور بن کر..... انا الحق کہہ رہے ہیں اور اس یوسف نے زلیخا
 کو نوجوان کر دیا ہے پس تم اب نئے سرے خوش خوش عیش و عشرت میں مصروف اور اپنے سینہ
 میں عشق کی آگ جلاؤ اور رنج چشم بد کے لیے یہ سپندان روشن کرو اور اپنی حالت
 میں خوش رہو۔ تاکہ عالم روح میں تمہارا مقصد حاصل ہو۔ اگر گدھے کو لومڑی سر
 پکڑ کر لے جاتی ہے تو لے جانے دو۔ تم گدھے نہ بنو اور پرواہ نہ کرو (خلاصہ یہ کہ عارف
 کامل ہی مطلوب ہے لوگوں کو اسی کا طالب بننا چاہیے اس کے وقت میں فیوض ربانیہ
 کی کثرت ہوتی ہے۔ اور اہل معنی کے لیے وہ نہایت عیش کا زمانہ ہوتا ہے اور اس وقت
 بہت دلوں کی بگڑی ہوئی سنور جاتی ہے اور جو لوگ ان کی صحبت سے آدمی ہو جاتے
 ہیں ان کو شیطان اور نفس کا خطرہ نہیں رہتا) ایک شخص خوف سے ایک گھر میں بھاگا۔
 خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ ہونٹ نیلے تھے اور منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں
 اس کی یہ حالت دیکھ کر صاحب خانہ نے پوچھا کہ میاں خیر تو ہے۔ تمہارا جسم بید کی طرح کانپ
 رہا ہے۔ بات کیا ہے اور تم کیوں بھاگتے ہو اور تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اڑ گیا ہے
 اسٹن جواب دیا کہ بادشاہ کے بیگار کے لیے لوگ باہر گدھے پکڑ رہے ہیں یہ سن کر اس
 نے جواب دیا کہ میاں گدھے ہی تو پکڑ رہے ہیں جبکہ تم گدھے نہیں ہو۔ تو تمہیں کیا فک ہے
 تم جاؤ اپنا کام کرو اسٹن کہا کہ جناب! وہ اس کام میں نہایت سرگرم ہیں۔ ایسی حالت
 میں اگر وہ مجھے بھی گدھا ہی سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے گدھوں کے پکڑنے پر سخت دست

ہم نے اس لیے کہا کہ آسمان تک درجہ بدرجہ مخفی سیڑھیاں لگے ہوئے ہیں اور ہر گز وہ کے لیے ایک جدا گانہ سیڑھی ہے اور ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان مرتب ہے اور ان لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک کے حال کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ ملک معنی نہایت وسیع اور بے حدود نہایت چوران کے احوال میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک دوسرے کو جوش دیکھ کر حیران ہے کہ یہ جوش کیوں ہے دوسرا اس کی حیرت سے متحیر ہے کہ یہ حیران کیوں ہے اس میں تحیر کی بات کیا ہے نین صحن ارض اللہ اور سر زمین قلب نہایت وسیع ہے اور ہر درخت معرفت ایک جدا گانہ زمین سے پیدا ہوا ہے اور درختوں کی شاخیں لپٹے (آٹا تاج) ہونے والے کا شکر کر رہے ہیں کہ عجیب فراخ زمین ہے اور... بلبلس (طالبین) شگوفوں کے گرد مجتمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو خدائے کھائی ہے جس تم کو یہ حسن و لطافت حاصل ہوئے ہیں اس تم ہم کو بھی دو۔ خیر یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی اس کو لوطی اور شیر اور اس کی بیماری اور بھوک کی طرف لوٹنا چاہیے اور ان کا بیان کرنا چاہیے۔

بُردن رو باہ آں خرد رایش شیر و جتن خرد شیر و عتاب کردن
 لوطی اس کے کہ شیر کے ساتھ ہے ۱۲ اور گے کا شیر کے گرد ہوتا اور لوطی
 رو باہ با شیر کہ ہنوز خرد و رُود کہ تعبیل کردی و عذر گفتن شیر و
 کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا بھی دور تھا کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا منفعت کرنا
 لا بہ کردن شیر رو باہ را کہ رو باہ دیگرش بفریب
 اور شیر کا لوطی کی خواہش کرنا کہ گدھا دوبارہ اس کو فریب دے

۱۲ بردن۔ لوطی کے کہ
 کہ بھوکا کہ شیر کے پاس لگتی
 گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر
 نے ۱۲ ممد کر دیا اور گدھا
 بھاگ گیا شیر نے لوطی کی
 خواہش کی کہ وہاں گدھے کو
 لا کر ۱۲۔ دور گدھا
 ابھی شیر سے دور تھا شیر نے
 ممد کر دیا۔

چونکہ رو باہ اس بونے مرغ بُرد
 لوطی جب اس کو گدھا کی جانب لے گئی
 دور بُرد از شیر و آں شیر از بُرد
 وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی رو سے
 گندمی کرد از بلندی شیر ہول
 ہر ناک خیر نے اچھا لہو سے چھانک لگا
 تاکند شیرش ہمہ خرد مُرد
 تاک شیر سے اس کو خرد بُرد کر دے
 تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
 اس کے نزدیک آہلنے تک صبر نہ کیا
 خود بُردش قوت امکان حمل
 اس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خمر و درش دید و گشت گریخت
 مدد سے اُس کو دور سے دیکھا اور بٹ گیا اور
 گفت رو بہ شیر راے شاہ و ما
 لوزی نے شیر سے کہا اے ہمارے ایشاہ!
 تا بہ نزدیک تو آید آں غوی
 تاکہ وہ گمراہ قید سے قریب آجائے
 کہ شیطاں ست تعمیل و شباب
 محنت اور جلد بازی شیطانی کا کر ہے

دور بود و محل را دید و گریخت
 وہ دور تھا اور محل دیکھ اور بھاگ گیا
 گفت من پند آتم بر حاست دور
 اُس نے کہا میں سمجھا طاقت بحال ہے
 یک گفتم زور من بر جا بود
 لیکن میں نے کہا میری طاقت بحال ہوگی
 نیز جوع و حاتم از حد گذشت
 لیکن میری ہموک اور خور و دست مدد سے گذشتی
 گر توانی بار دیگر از خسرد
 اگر حق منکس دی سے دوبارہ

برقت بسیار دارم از تو من
 مجھ پر تیرا بہت احسان ہے
 گر خدا روزی کند آں خرم را
 اگر اللہ قلمے اُس کو دے کہ میری روزی باندگا
 گفت آریے گر خدایاری دہد
 اُس نے کہا ہاں اگر خدا مدد کرے
 پیش فراموش شود ہونے کہید
 قہر اُس خوف کو قبول جائیگا جس نے دیکھا
 یک چوں آرم من او را بر تنار
 لیکن جب میں اُس کو آؤں وہ نہ بڑے

تا بہ زیر کوه تا زان نعل ریخت
 پہاڑ کے نیچے تک بس پہاڑ
 چون کردی صبر و وقت وفا
 تو نے میرے وقت میریوں نہ کیا
 تا بہ آنک حملہ غالب غوی
 تاکہ تو قہر سے حملے غالب پہاڑ
 لطف رحمانت صبر و اقتساب
 صبر اور اپنے آپ کو تاب دین رکھنا خدا کی مہربانی

ضعف تو ظاهر شد و آتو ریخت
 تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو زری ہو گئی
 خود دم زریں ضعف خود نادان
 اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور انا خدا
 نے کہ در من ضعف دست پا بود
 نہ کہ مجھ میں طاقت اور پاؤں کی کمزوری ہوگی
 صبر و عظم از تجوع یا وہ گشت
 ہموک کی وجہ سے میرا صبر اور عظم بیکار ہو گئی
 باز آوردن مرا و را می سزد
 اس کو پھر لاسکے تو مناسب ہے
 جہد کن باشد یار بیش یفن
 کوشش کو شاید کرے تو اُس کو دوبارہ لے کرے

بعد از ان بس صید ہاشم ترا
 اُس کے بعد مجھے بہت قمار بخوش سما
 بردل او از عی مہرے نہد
 اُس کے دل پر اندھے پن کی خبر رکھا دے گا
 از خری او نباشد ایں بعید
 اُس کے گم ہونے سے یہ ہمیشہ نہیں ہے
 تا ببادش ندی از بعیل باز
 تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُنکو مراد نہ کرے

سے قہر سے کروں چکاوکی
 ہونا محلہ طاقت شکن
 رفتن تیرو زنا و قبا جگ
 لڑکی گمراہ میں گمراہا مگر
 شیطانی مدد سے شریف ہو
 جلد بازی شیطانی ہے اور
 آج کل خدا کی جانب ہے
 لہ آت ریخت بے آبرو
 ہونا گفت شیرے کے انہیں
 کھانا کھائی میری وقت بحال
 ہے اور میں اپنی کمزوری سے
 نادان تھا۔ ایک شیرے نے
 کہا میں کھانا کھائی میں گشت
 ہے اور میرے ہاتھ پاؤں
 کمزور نہیں ہیں۔ نیز دھوک
 وجہ جلد عمل کی یہ بھی ہوگی کہ
 ہموک بہت لگ رہی تھی
 اور ہموک میں عقلم ہو گئی
 تھی۔ اگر توانی تیری عقلداری
 کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو مراد
 لے آؤ۔ بہت تیرا ہجو بہت
 احسان ہے میری کمزوری
 کو دوبارہ لے آئے۔
 لہ کر خدا اگر خدا نے مجھے
 مدد سے کی روزی دے وہی
 قوی کھا تو قوی ہوجاؤ گی
 پھر بہت قہر کرے گئے
 کھانا کھوں گا۔ گفت لوگو
 نے کہا اگر خدا کی مدد نہاں
 حال رہی تو پھر گدے کے
 دل پر اندھے پن کی خبر
 لگ جائے گی۔
 سے پس پہلے ملاخوت
 وہ ہوں جائیگا ایک لیکن
 اگر میں بدیں اُس کو لے آؤں
 تو جلدی کرے اُنکو مراد نہ
 کر دینا۔

گفت آری تجربه کردم که من
اس لئے کہ ان میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں

تابہ نزدیکیم نیاید خیر تمام
جب تک کہ وہ اس میں ہے پس نہ بیاہد
رفت رویہ گفت لے شہر ہنتمے
دوڑی روانہ ہوئی ، ہول اے شاہ

تو بہا کردست خسرا کردگار
گدھے کے لئے خدا سے بہت قربہ کر لی ہوگی

عقل خیر باز چکہ دستان ماست
گدھے کے عقل ہمارے کرکھ کھل رہا ہے

تو بہایش را بغن برہم ز نیم
ہم کر کے اس کی قربہ کر توڑ دیں گے

گلہ خنر گوئے فرزندان ماست
گدھوں کا گلہ خنر ہماری اولاد کی گیند ہے

عقل کاں باشد ز دوران زل
وہ عقل جو زل کی رفتار سے (پیدا) ہو

از عطار دوا ز زل دانا شد او
وہ عطار اور زل سے عقلند بنا ہے

علم الانسان خم طغرل ماست
علم الانسان ہمارے طغر کا دائرہ ہے

تربیہ اس آفتاب رویہم
ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں

تجربہ گردار دوا بایں ہست
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس کے ہوتے ہست

بو کہ تو بیشکند اس مست خو
ہو سکتا ہے کہ وہ کابل قربہ توڑ دے

سخت رنجورم مخاض گشتہ تن
سخت بیمار ہوں ، جسم زخمی ہو گیا ہے

من عظیم خفتہ باشم بر قوام
میں عظیم خفتہ ہوں بر قوام

تابہ پوش عقل اور اغفلتے
تا کہ غفلت اس کی عقل کو چھپا دے

کہ نگر دم غترہ ہر بانگبار
کہیں ہر ناہن کے دھوکے میں نہ آؤں

فکرش کتاوہ طفلان ماست
اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کیاں ہے

ما عد توئے عقل وعہد زوشنیم
ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

فکرش باز چکہ دستان ماست
اس کی سمجھ ہمارے کرکھ کھل رہا ہے

پیش عقل کل نادر داں محل
عقل کل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

ما زاد کردگار لطف خو
ہم مہربان خدا کی عنایت سے

علم عند الله مقصد لے ماست
ادرا علم ہمارے مقاصد ہیں

دینی الا حلال از او میں نسیم
جی ہے ہم دینی الا حلال کا نغمہ گاتا ہے

بشکند صد تجربہ زیں دیکر
سیکھوں تجربے اس کے ٹوٹ جائیں گے

در رسد شومی شکستن دلو
اگر وہ توڑنے کی بدستی اس میں اتر کرے

نقصان نہ پہنچا تا
نزدیک شیر نہ لہا پس بادہ

وہ قریب پہنچا تا بادہ کو
ورنہ تا کہ اس کے مطابق سوتا

دہل گیا بہت باطنی توجہ
لہا تا بکار ، تا لاف ، تا بیکر

کھلنا دستان بیکر کردہ
بچوں کے کھیلنے کی نرم کیاں

تو تہایش کوٹری نے کہاں
اس کی قربہ کر توڑ دیں گے

علاقہ کر گدھے ہمارے بچوں
کا کھلنا ہی اور ان کی عقل

ہمارے کرکھ کھل رہا ہے
حال شیطان اور مہم کا ہے

نقصان جس شاعر کے تاخیر
سے بچ کر عقل میں مذمت

پیدا ہوتی ہے لیکن عقل کی
مطاف کردہ عقل عقل کل کے

مقابلہ میں بھی ہے اور کھلا
عوام کی عقل فطاری اور

عقل شادوں کی تاثیر سے
ہی شیطان کی عقل خداوار

ہے۔
علم علم الانسان - ارشاد

ہم سوائے دوسری کوئی انسان
سے عقلی کام کے صفات پاتا

۳۵۰ تقیاب۔ اب مرہ ۴
سماعت ہی کہ اللہ کے عہد
اور قربہ کو روکنے سے بڑی
آتی ہے پہلی قرین تو ہر شخص
کی وجہ سے سوز اور ہند بنا
گئیں انھیں کی آست میں ہے
صدی مسخ تو نہیں ہے
لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی
دل سوز اور ہند رہن جاتا ہے
اور قیامت میں یہ انسان
اُس دل کی صورت اختیار
کرتے گا۔

۳۵۱ نقض عہد دے دینا
تھا کہ ہفت کے روز پہلے کا
تھا کہ نکلا نہ کریں گے لیکن
انھوں نے جس عہد کو قرار دیا
جس کے نتیجے میں اُن کو سزا کر کے
بند اور سوزنا پڑا۔ یہ ہے۔
ہفت کاروں ہیقت۔ فقہاء
غالب۔ توتیہ۔ بند رگشتہ
عہد کے بارہ ہفتہ کے روز بھی
کا شمار کیسے گئے۔
۳۵۲ اللہ انہیں آست محمدیہ
میں صوری مسخ نہ ہوگا بلکہ
مسخ ہوگا چوں کہ دل بوزینہ
جب انسان کا دل بند کا دل
ہو جائے تو اُس کا جسم بند
ہو جائے۔ دل سے ہی بد ہے۔
گر بزرگ جس دغلی میں موت
سے زیادہ دل متبر ہے۔۔۔
۳۵۳ صاحب کہف
کے نئے کا دل بولا حضرت
کی بڑائی سے اُس پر کوئی عیب
نہ آتا۔
۳۵۴ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسخ
یہ حکمت ہے کہ لوگ حضرت
عادل کریں۔ آرزو ہر اطمین
طوریہ کوں مسخ ہو جی جو
ہر شخص کی وجہ سے گرتے
اور سوز رہتے ہوئے ہیں۔

در بیان آنکہ نقض عہد و توبہ موجب بلا بُود بلکہ موجب مسخ
ہے کہ بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ
ست چنانکہ در حق اصحاب سبت اصحاب ماندہ عیسیٰ
سبب ہے۔ چنانچہ سبت داروں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان ملاں کے

علیہ السلام کہ وجعل منہم القردة والخنازیر واندیس
بابہ میں ہے اور کر دیا اُن میں سے پسند اور سوز اور اس آست میں
آست مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذلک وروزیات
دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے
تین را صورت دل دہند
دن میں کو دل کی صورت دے دینگے

نقض عہد و شکست توبہ
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا
نقض عہد و توبہ اصحاب سبت
سبت داروں کا توبہ اور عہد کو توڑنا
پس خدا اُس قوم را بوزینہ کرد
تو خدا نے اُس قوم کو بوزینہ بنا دیا
اندیس آست نہ بد مسخ بدن
اس آست میں جسمانی مسخ نہ تھا
چوں کہ بوزینہ گرد و آتش
جب اس کا دل بند کا دل ہو گیا
گر نہ ہو دے دش را ز اختیار
اگر اُس کے دل میں کوئی انسیاری نہ ہو
آں سنگ اصحاب خوش بدبیرش
اصحاب کہف کے نئے کی سیرت اچھی تھی
مسخ ظاہر ہو دایم سبت را
سبت داروں کا مسخ ظاہر تھا
از رہ ہر مرد ہزاران ذکر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں

موجب لعنت شود در انتہا
انہی کا لعنت کا سبب ہوتا ہے
موجب مسخ آمد و بالاک مقت
مسخ اور ہلاکت اور قاتل کا سبب بنا
چونکہ عہد حق شکستہ از بند
چونکہ انھوں نے خدا سے اللہ کا عہد توڑا
لیک مسخ دل ہو دے ذوق لطف
لیکن اسے سمجھا کہ دل کا مسخ ہوتا ہے
از دل بوزینہ شد خواراں گلش
اُس کی بیعت بند کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی
خوار کے ہو دے بصورت گل جا
تو صورت کے اعتبار سے وہ گرجا ذلیل کیوں ہوتا؟
بیج بوش منقصت اں حضورش
اُس مرتبہ کے اس کوئی نقصان تھا؟
تا بہر بند خلق تک ہر کبت را
تاکہ کلمہ ہوئے اندھے کو مخلوق کو دیکھ لے
گشت از توبہ شکستن خو کر
توبہ توڑنے کی وجہ سے سوز اور گرتے ہوئے ہیں

شرح

جبکہ لوٹری گدھے کو چراگاہ کی جانب اسلئے لے گئی کہ شیر اسے حملہ کر کے چٹ کر جائے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ گدھا ہنوز دُور تھا۔ شیر نے اس کے پاس آنے تک صبر نہ کیا اور اس ہولناک شیر نے اپنے سے جنت کی۔ مگر اس میں جنت کی قوت اور طاقت نہ تھی اسلئے وہ گدھے تک پہنچ سکا گدھے نے دُور سے یہ واقعہ دیکھا اور وہیں سے لوٹ گیا اور دامن کوہ تک اتنا کھاگا کہ بھاگتے ہوئے نعل بھی ٹوٹ کر گر پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر لوٹری نے شیر سے کہا کہ حضور! آپ نے معرکہ میں اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ وہ آپ کے قریب آجاتا۔ تاکہ معمولی سے حملہ میں آپ اس پر غالب ہو جاتے۔ یہ بات نہایت نامناسب تھی۔ آپ کو واضح ہو کہ عجلت شیطانی فریب ہے اور صبر اور عجلت سے پرہیز عنایت حق سبحانہ ہے (کما قال صلی اللہ علیہ وسلم العجلة من الشیطان والتسانی من الرحمن) وہ ہنوز دُور تھا آپ نے اس پر حملہ کر دیا اسلئے حملہ کو دیکھا اور بھاگ گیا اسلئے آپ کی کمزوری ظاہر ہوئی اور آجڑ جاتی رہی۔ شیر نے جواب دیا کہ میں سمجھتا تھا کہ اس قدر میری قوت قائم ہے اور مجھے اپنے اتنے ضعیف کی خبر نہ تھی۔ میں واقع میں نہایت کمزور تھا۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قدر میری قوت ضرور قائم ہوگی اور مجھ میں ہاتھ پاؤں کی اتنی کمزوری نہ ہوگی۔ ایک وجہ تو میرے حملہ کی یہ تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ میری بھوک اور احتیاج غذا حد سے بڑھ گئی تھی اور بھوک کے سبب میرا صبر اور میری عقل سب جاتے رہے تھے اگر تجھ سے اپنے عقل کے زور سے اس کو دوبارہ ... لانا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے میں تیرا بہت ممنون ہوں گا پس تو کو کشمکش کر۔ ممکن ہے کہ تو کامیاب ہو اور اسے چلا کر لے آئے۔ اگر خدا نے مجھے وہ گدھا دیدیا۔ تو میں تجھے سینکڑوں شکار دوں گا اس نے کہا اچھا! میں اُسے لاؤں گی بشرطیکہ خدا میری مدد کرے اور اس کے دل پر اندھے پن کی مہر کر دے اور جس خوف کو وہ دیکھ چکا ہے اس کو بھول جائے اور یہ امر اُس کے گدھے پن کے کچھ بعید نہیں ہے لہذا کامیابی کا ظن غالب ہے لیکن جب میں اُسے لے آؤں تو

دوڑ نہ پڑنا ورنہ غفلت کی بدولت وہ پھر ہاتھ سے جاتا رہے گا اس لئے کہا کہ بہت اچھا اب مجھے تجربہ ہو گیا ہے کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرا جسم بہت ڈھیل ہو گیا ہے جب تک وہ گدھالوڑے طور پر میرے قریب نہ آجائے گا۔ میں حرکت نہ کروں گا بلکہ ٹھیک طور پر لیٹا رہوں گا۔ یہ سنکر لومڑی چل دی۔ اور کہا کہ حضور عافرائیں کراؤں گی عقل کو غفلت چھپالے اُس نے خدا سے بہت توبہ کی ہے کہ اب میں کسی نالائق کے دھوکا میں نہ آؤں گا۔ لیکن وہ کیا چیز ہے اور اس کی توبہ کیلئے گدھوں کی عقل تو بہتر مگر کا کھلونا ہے ان کی فکر ہمارے بچوں کی چکی ہیضہ نرم پیس سے ہم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں کہ ہم اس کی توبہ کو اپنی چالاکی سے درہم برہم کر دیں گے۔ کیونکہ ہم تو عقل اور جان روشن کے دشمن ہیں۔ گدھوں کی کھوپڑی ہمارے بچوں کے گیند ہے اور ان کی عقل ہمارے مگر کا کھلونا ہے یعنی گدھوں کے دماغ اور اس کی عقل میں تو ہمارے بچے بخوبی تصرف کر سکتے ہیں پھر میں تو بالادنی کر سکتی ہوں عقل خرو عقل و باہ سے مولانا۔ عقل جزوی و عقل کلی۔ یعنی عقل معاش اور عقل معاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عقل جو زحل کی گردش کا نتیجہ ہو۔ عقل کل کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں تو عطار دار اور زحل کے اثر و اتالیقی آتی ہے اور ہم اہل اللہ کو حق سبحانہ کی خاص غایت سے دانائی حاصل ہوئی ہے پس کجا تاثیر زحل اور کجا تاثیر خالق زحل۔ ہمارے طغرائی کا خم علم الانسان ہے یعنی ہم کو تعلیم حق کا شرف حاصل ہے اور علم خداوندی دہی ہمارا مقصود ہے اور ہم اس آفتاب روشن کی تربیت یافتہ ہیں اسی لیے ہم خاص اُسی پروردگار کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو سب کے بالاتر ہے ایسی حالت میں ارباب عقل معاش ہمارے برابر کیونکر ہو سکتی ہیں۔

خیر تو لومڑی نے کہا کہ گوا اس کو تجربہ ہو چکا ہے مگر بائیں ہمارا فریب ایک تجربہ تو کیا اُس کے سو تجربوں کو پاش پاش کر دیگا۔ الغرض امید ہے کہ اس سست طبع کی توبہ ٹوٹ جائیگی اور اس کی توبہ توڑنے کی خواست اسے لاحق ہوگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ عہدوں کا توڑ دینا اور توبہ کی شکست آخر میں موجب لعنت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اصحابِ سبت کا عہد اور توبہ کو توڑ دینا انکی مسخ اور ہلاکت اور مبغوضیت کا سبب ہو گیا اور جبکہ انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا تو حق سبحانہ نے اسکو بندر بنا دیا تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ امت مسخ سے ماموں ہے اسلئے نقص عہود کا وبال ہم پر نہ ہوگا کیونکہ اس آیت میں مسخ ابدان ضرور نہیں ہے مگر مسخ قلوب تو ہے پس توپشکن کا دل بندر کے دل کی مانند ہو جاتا ہے اور اس بندر کے سے دل کے سبب اس کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اصل چیز دل ہے۔ نہ کہ جسم۔ پس اگر اس گدھے کے دل کے لیے اسکی اختیار سے کمال و انائی وغیرہ حاصل ہوتا تو وہ اپنے صورت خزانہ کے سبب ذلیل نہ ہوتا۔ دیکھو سگ اصحاب کہف کی سیرت اچھی تھی تو کیا صورت سگ سے اسکی تربیت میں کچھ کمی آگئی برگز نہیں پس معلوم ہوتا کہ اصل چیز دل ہے اسکی درستی درستی ہے اور اس کا فساد فساد۔ پس تم عدم مسخ صورت سے مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ نہ صلاح ظاہر کوئی وصف ہے نہ مسخ ظاہر کوئی عیب۔

رہی یہ بات کہ جب مسخ ظاہر منقصت نہیں ہے تو مسخ ظاہر سے اہل سبت کو کیوں سزا دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسخ ظاہر اسلئے تھا کہ لوگ اسکی قہر حق کا مشاہدہ کر لیں اور عبرت پکڑیں۔ ورنہ مسخ ظاہر تو فی نفسہ کوئی سزا نہیں تھی۔ الحاصل تو یہ توڑنے کی بدلت لاکھوں آدمی سزا دے گئے ہیں پس سے تم کو عہد شکنی سے نہایت احتراز چاہیئے۔

عہ یہ اقبیس، اُن لوگوں کا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام زمانہ میں ہفتہ کی تعظیم فرض ہوئی تھی مگر انہوں نے اسکی بے حرمتی کی تھی ۱۲ منہ۔

دوم بار آمدن رو باہ راں خیر گریختہ تا ما ز بفریبش
سگے ہوئے گدھے کے پس لڑی کا درباں آتا کہ اس مہر فریب دے

گفت خراز چوں تو بایے اندر
گدھے نے کہا، تو مجھے دوست سے بنا دے
کہ مرا بشیر کردی پیچہ زن
کوٹنے جیسے شیر سے ہسٹا دیا
کہ پیش اڑدھا بزدی مرا
کہتر جیسے اڑدے کے سامنے لے گئی
غیر خبثت جو ہر تو اے عنود
لے کر کش ہوا ہے تیری طبیعت کی خجاست کے
نار سیدہ اڑدے اُورا آفتے
بغیر دے کے کوئی تکلف ملکو اس سے پہنچے
نار سیدہ ز حش از ما و کاست
ہماری جان پہ کز مت اور نعمان پہنچے بغیر
از ہلاک آدمی در خرمنی ست
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے
خود طبع زشت خود را کے ہلد
وہ اپنی بڑی مادت کب چھوڑتا ہے؟
ہست سوی ظالم عدوان مانے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والا ہے
کہ در اندازد ترا اندر چھے
کتنے کسی کو تیری میں ڈال دے
تا در اندازت بحوضت سترنگی
تاکہ تجھے حوض میں اندھا گردا دے
اندرا فلکند آں عین در شور و فر
اس ملعون نے شر و مشہ میں ڈال دیا ہے
اندرا فلکند آں عین برشتن پیر
وہ ملعون کو تیری پرستے کیا (اور) اندر گرا دیا

پیش بیام زدور و رہ سوی خر
بہر بہت جلد لڑی گدھے کی جانب آئی
ناجواں مرداچہ کردم با تو من
لے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
ناجواں مرداچہ کردم من ترا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
موجب کین تو با جانم چہ بود
میری جان سے تیرے کین کی کیا وجہ تھی؟
ہمچو کردم کو گز دپائے فتنے
ہمچو کی طرح جو جان کے پاؤں میں کاٹتا ہے
یا چو دیوے کو عدوی جان است
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے
بلکہ طبعاً خصم جان آدمی ست
بلکہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے
از پئے ہر آدمی او نکلد
وہ ہر آدمی کا بیجا کرنے سے باز نہیں آتا ہے
زانکہ خبث ذات اوبے موجبے
کیونکہ اس کی فاق خبثت بغیر کسی سب کے
ہر زمان خواند ترا تا آخر گئے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی سگے نکالتا ہے
کفلاں جا حوض آبست غلی
کھن بگر پانی کی حوض ادھ پٹے ہیں
آدمی را با ہزاراں کز و فر
آدمی کو با ہزاروں شان و شوکت کے
آدمی را با ہمہ وحی و مذہر
با ہر طرح کی وحی اور مذاہم کے آدمی کو

لے پیش بیام زدور و رہ سوی خر
دوبارہ گدھے کے پاس آئی
ترس نے اس سے پناہ مانگی۔
آجواں گدھے نے لڑی کو
کہا اے بزدل! میں نے تیرا
کیا بگاڑا تھا کہ تجھے بغیر
کے باغیاں جا کر کیا آؤں گا۔
یعنی خیر
لے موجب گدھے نے لڑی
سے کہا تیری جان کی دشمن
میں باطنی خبثت کی وجہ
سے جی کو تیرے ہمچو بغیر کسی
وجہ کے صحنہ بدینہ کی وجہ
سے ڈک مارا ہے۔ آجواں
شیطان بھی انسان کو بغیر کسی
وجہ کے چوک کرتا ہے۔ بلکہ
شیطان کو انسان سے طبیعت
خصوصیت ہے اسی لئے وہ
ہر آدمی کے درپے ہے۔
لے تاکہ شیطان کی فاق
معات بغیر کسی وجہ کے اس
کو انسان پر ظلم کرنے کو تیار
کرتی ہے۔ ہزاروں انسان
کو خوش کنی بگڑ کر طرف ہٹا کر
کین میں مصروف دیریتا ہے۔
کڑواں لای و فکر شاگردیتا
ہے۔ آؤں، شاگرد آدمی کو
شور و مشہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیگنا ہے بیکزند سابقہ
 بغیر کسی پہلے خطا اور تکلیف کے
 کے رسید اور از مردم زبیتے
 انسان سے اس کو بڑا کب پہنچتی ہے؟
 گفت زوہ آں طلسم بصر بود
 لڑھی نے کہا وہ چارو کا طلسم تھا
 ورنہ من از تو بن سکیں ترم
 ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کرور ہوں
 گرنہ زان گو نہ طلسمے ساختے
 اگر اس بگ ایسا طلسم نہ بنتا
 نیک جان بینوا چوں پیل و آرج
 اچھے اور گھڑے جیسے بھوکوں کا ایک مال ہے
 من ترا خود خواہم گفتن بدیں
 میں تجھے سنانے میں خود کہنا چاہتی تھی
 لیک زت از یاد علم آموزیت
 تیسک تجھے علم سے گانا بھول گئی
 دیدیت در جوع کلب و بینوا
 میں نے تجھے جوع کلب میں اور بے سروساں کیا
 ورنہ باتو گفتے شرح طلسم
 ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی
 شد فراموش آنکہ گویم مرثرا
 میں بھول گئی کہ تجھ سے بر بھوں

کے رسید اور از آدم ناحقے
 کب اس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟
 کو و آدم آرد از غم پشتے
 کہ وہ بد وقت غم کے پھٹنے لگا رہا ہے
 کہ ترا در چشم چوں شیرے نمود
 جو تجھے شیر مینا دکھائی دیا
 کہ شب و روز اندر آنجا میجرم
 لیکن دن رات اس بگ بھرتی ہوں
 ہر شکم خواہے بد آنجا تاختے
 ہر چیز، دباں، دوز، جستا
 بے طلسمے کے بماند سبز مرج
 بغیر طلسم کے چراگہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟
 کہ چنان ہوئے اگر بینی مترس
 کہ اگر تو اس طرح ذریعے تو نہ ڈرنا
 کہ بدم مستغرق دل سوزیت
 کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی
 می شتابیدم کہ آئی تا دوا
 میں دڑ بڑی کرتی دوا تک آمانے
 کاں خیالے می نماید نیست جسم
 کہ ایک خیال نظر آتا ہے جسم نہیں ہے
 حل آن مشکل نمیباید لڑیا
 اس خوفناک دل کو اڑانے والی مشکل کا حل

۱۔ یکتا ہے انسان کی
 کوئی نگاہ نہیں انسان نے
 شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔
 گفت۔ لڑھی نے گھر سے
 سے کہا تجھے درخیز نظر آیا وہ
 کوئی حقیقتاً شیر تھا بلکہ
 ایک طلسم تھا جسے وہ مجرم
 خیال جو عیب فعل میں نظر
 آنے لگے وہ میرا ایک تصویر
 جس کی تیز و خیر و برتاؤ کا کافی
 ہے۔
 ۲۔ دوز، اگر حقیقی شیر ہو تا تو
 میں جو تجھ سے کسی کو مجرم کی
 ہوں وہاں کیسے کی سکتی تھی۔
 گرد طلسم بنانے کی دوجیا
 کہ ہر چیز دباں نہ بچ سکے
 ایک جہاں بیل اور گھڑے
 بصر کے پہلے ہیں اگر طلسم نہ
 ہوتا تو وہ چراگہ کو کھا دیتے
 آرج، گھٹا، میں تیرا میں تجھے
 پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت
 بتا دیتا تھا تو کچھ میں بھول
 گئی، گویم، چونکہ میں تیرے
 غم میں تھی اس لئے طلسم کی
 حقیقت بتا نہ بھول گئی۔
 ۳۔ جوع کلب، جوع، بھتر
 وہ بیمار کی میں ہر وقت
 بھوک لگ رہی ہے، دوا یعنی
 غذا کائنات میں بتا دیتی کہ وہ
 طلسم خیال چیز ہے کوئی
 حقیقی شیر نہیں ہے، مشکل
 یعنی وہی شیر گفت۔ گھر
 نے لڑھی سے کہا میں تیری
 بڑی صورت دیکھنا نہیں چاہتا
 میرے سامنے سے مل جائے
 خدا نے برکت بنایا ہے اور
 ورنہ مجھے کو بھی بے اثر
 رحمت نہ ملے۔



شرح

شیر کے کہنے سے لومڑی گدھے کے پاس آئی۔ گدھے نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ تجھ جیسے دوست سے بچنا چاہیے تو ہرگز دوستی کے قابل نہیں ہے۔ ارے نا جان مرگ۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کہا تھا کہ تو نے میرا شیر سے مقابلہ کر دیا۔ تجھ جوانی سے پہلے موت آئے تو بول تو سہی میں نے کیا بگاڑا تھا کہ تو نے کسی اژدھے کے سامنے لیا کھڑا کیا۔ آخر تیری عداوت اور غصہ کا سبب کیا تھا کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ تو فطرت الطینت ہے۔ اب مولانا نظائر سے اُسے خبث طینت کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ یونہی خبیث الطینت تھی جیسے چھو جو کہ آدمی کے پاؤں میں ڈنگ مارتا ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہوتا۔ یا جیسے شیطان جو کہ ہماری جان کا دشمن ہے حالانکہ مجھ سے اس کو کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچا وہ طبعاً آدمی کی جان کا دشمن ہے اور اس کی ہلاکت سے خوش ہے اور کسی شخص کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چھوڑے تو جب جبکہ

اپنی خصلت کو چھوڑے اور اپنی خصلت طبعیت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے پس آدمی کا پیچھا بھی نہیں چھوڑ سکتا چونکہ اس کا جث ذاتی بدن کے سبب اس کو ظلم و تعدی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے وہ ہر وقت تمہیں خیمہ کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ اس ساتھ سے تمہیں کوئیں میں لے جا ڈالے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ پانی کا حوض اور چشما ہیں وہاں چلو! او مقصد یہ ہے کہ تمہیں حوض میں سر کے بل گر دے۔ چنانچہ اس شیطان مردود نے باوجود آدم علیہ السلام کی شان و شوکت کے انکو قتلہ و فساد میں ڈال دیا اور باوجود جی الہی اور دھمکی کے۔ اس ملعون نے انہیں لے جا کر کنوئیں میں دھکا دیدیا۔ حالانکہ انہوں نے پیشتر اس کا کوئی قصور کیا تھا اور ان سے اس کو کوئی نقصان پہنچا تھا۔ آخر کوئی تلافی کہ ان کی طرف سے اس کو کوئی ناحق تکلیف کب پہنچی تھی اور انہی کے کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نوع انسان کی جانب سے کب اسے کوئی برائی پہنچی ہے کہ وہ دہم اس کے لیے غم کی ڈھیر لاتا ہے اور لا کر انکو پہناتا ہے یعنی غلین کرتا ہے کہیں بھی نہیں۔ پس ثابت ہو کہ مقتضائے طبیعتش ایست و ہذا ہوالمدعی۔ خیر تو لومڑی نے

اس کے جواب میں کیا جو کہ تمہیں شیر دکھائی دیتا تھا۔ وہ درحقیقت شیر تھا طلسم شیر تھا۔ ورنہ اگر وہ فی الحقیقت شیر ہوتا تو میں کیسے بچتے۔ میں تو تم سے زیادہ ضعیف ہوں۔ حالانکہ میں رات دن وہیں جاتی ہوں۔

دیکھو! اگر ایسا طلسم نہ بنایا جاتا تو ہر حریص وہاں دوڑ جاتا کیونکہ ایک عالم محتاج ہے مثلاً ہاتھی گینڈا وغیرہ۔ ایسی حالت میں وہ سبزہ زار میں سبز کیسے رہ سکتا تھا جانور؟ ہی دن میں اسے اُجاڑ دیتے۔ میں تو اول ہی تم کو یہ سبق پڑھا دینا چاہتا تھا کہ دیکھو! اگر اس قسم کی کوئی ہیبت ناک چیز تمہیں نظر آئے تو ڈرنا مت لیکن یہ تعلیم میری یاد سے جاتی رہی کیونکہ میں تمہاری دل سوزی میں مستغرق تھی۔ بدیں وجہ کہ میں نے تم کو بھوک میں مبتلا اور بے سروسامان پایا۔ اسلئے میں جلدی کرتی تھی۔ کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو۔ اپنی مرض کی دوا تک پہنچ جاؤ اس وجہ سے مجھے تم سے کہنا یاد نہ رہا۔ ورنہ میں تجھے اس طلسم کی حالت ضرور بیان کر دیتی۔ اور کہہ دیتی کہ ایک خیالی صورت دکھلائی دیتی ہے اور جسم نہیں ہے مگر کیا کروں۔ میں تم سے اس ہیبت ناک اور دل اڑا دینے والی شکل کا قصہ بیان کر دینا بالکل بھول گئی۔

جواب گفتن خرواہ را

گدے ۲ روزی کر جواب دینا

گفت روز وین ز شیم کدو
میں نے کہا اے دشمن میرے سامنے کسے درجہ
آں خدایے کہ ترا بندہ سخت کرد
جس خدائے تجھے بدبخت بنا یا ہے
بالکائیں روی می آئی بمن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے
زفتہ در خون و جاغم آشکار
تو کلمہ کتا میرے خون اور جان کے دے رہی ہوئی

لے تری سخت دوتی
بے حیائی کر گدن گیت نڈا
تو ز تو میرے خون اور جان
کے روپے تھی

تا نہ بینم زوئے تو لے زشت رو
لے در صورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں
روی زشت را و قبح و سخت کرد
تیری بھڑی صورت کہ بے شرم اور سخت بنایا
ایں جنیں مغرخی ندارد گردن
ایں بے حیائی گینڈا وہی نہیں رکشا ہو
کہ ترا من رہم برم تا فرغ غرار
کہیں تیرے ہی جنگل کے لئے رہ رہوں

تائیدیم گو
نے دوسری سے کہا تو نے غلط
کے سامنے لے جا کر اکیلا کر
جیلا سازی کے خرم۔ اگرچہ
میں جاؤں اور گھبراہٹ میں
ہلاک ہو جائیے پسند کر سکتا ہوں
مطلق مصائب سے بچ کر رہا
ہوں جاؤں۔

لے بیل۔ اس شیر کے
خوف سے میں نے اپنے آپ
کو پناہ پر سے اذہا گرایا۔
بنت۔ اس خوف سے میرے
پاؤں کام نہ دیتے تھے۔
کردم۔ اس وقت میں نے
ندائے عہد کیا تھا کہ اگر میرے
پاؤں کو ہول سے ترس کر
کے پناہ میں نہ آؤں۔

لے حق کشادہ۔ اس عہد
اور دعا کی برکت سے میرے
پاؤں کھل گئے اور میں
بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا
اور پھر ظاہر ہے شیر کے بچہ
میں یہ کیا حال ہوتا۔ آخر
اب کر کرنے کے لئے شیر
نے مجھے وہ اہم بھجایا۔
عرسی۔ شیر کی چھڑی جس
القوی۔ بڑا ساتھی۔

تائیدیم رومی عزرائیل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کو دیکھا
گرچہ من تنگ خرازم یا خرم
اگرچہ میں کرموں کے لئے سب شرم نہ جاؤں
اچنہ من دیدم زہوے بے آہا
جو میں نے بے پناہ دور دیکھا ہے
بیل دجاں از نہیب اش شہو
اس خوف کے اند سے بے دل اور بے ہوش

بستہ شد یا کیم در اندم از نہیب
اس وقت دور سے میرے پاؤں بندہ تھے
عہد کردم با خدا کائے دولہن
میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اس وقت تک
تا انوشم و سوسہ کس بعد از
اس کے بعد میں کسی کے پناہ میں نہ آؤں گا
حق کشادہ کردم پای من
اللہ تعالیٰ نے اس وقت میرے پاؤں کو
دور نہ اندر من رسیدے شیر فر
دور وہ ترشیر بچہ پر آ پڑا تھا
باز نفر تاد آن شیر عری
اس بھار کے شیر نے پھر مجھے بھجایا ہے

حق ذات پاک اللہ الصمد
اللہ پاک نے نبی کی قسم
مار بند جانے ستاندے سلیم
اے بر قوت! بڑا سا پناہ مان لے لیتا ہے
از قریں بیقول و گفت گئے او
ساتھی سے اس کی گفتگو اور بات کے بغیر
چونکہ او افگند بر تو سایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے

لے آؤں اور شیر ساتھی سے
شریر سا پناہ بھلا سا پناہ تو
معنی اور دانا ہے جس کا
ساتھی تو جسم میں پہنچا دیتا
ہے۔ اگرچہ میں ساتھی کی خبر
انسان پر ہونے پر ہر اذکر
جاتی ہے۔ چونکہ وہ جس پر
ساتھی کا سایہ ڈالتا ہے
تو اس کا سایہ بچا دیتا ہے۔

باز آوردی فن و تسویل را
تو پھر بھاری اور جھلائی ہے
جانورم جاندارم این کے خرم
میں جاندار ہوں میں جاندار ہوں اس کے خرم
طفل دیدے پیر گشتے در زان
اگرچہ بچہ دیکھنے تو قویا بڑھا ہو جائے
سزنگوں خود را در افگندم ز کوہ
میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اذہا کر لیا
چوں بدیم آں غدا کی عجیب
جب میں نے غدا کو دیکھا وہ عجب دیکھا
بر کشا زین بستگی تو پای من
اس تہید سے میرے پاؤں کو ہول سے
عہد کردم نذر کردم اے معین
اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے تیرا
ناں دعا و داری و پناہ من
میری دعا اور حاجت اور دانی دانی سے
چوں بیدے در زیر پنجہ شیر خر
مجھے کاشیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟
سوی من از کرائے بش القریں
کرے میری جانب اسے بڑے ساتھی!

کہ بود ب مار بد از یار بد
کہ بڑے ساتھی سے بڑا سا پناہ بہتر ہوتا ہے
یار بد آرد سوی ناز حیم
بڑا ساتھی دوزخ کی جانب لے جاتا ہے
خوبد و دل نہاں ز نخے او
دل خیر و بد پر مارت اس کی مارت نہ چھینا ہے
دزد و آں بے مایہ از تو مایہ را
وہ بے مایہ تیرا سراپا بچا لیتا ہے

عقل تو گرا اثر دہائے گشتِ ست
تیری عقل اگر مست اذما ہے

دیدہ عقلت بدو بیرون جہد
اس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں
درجہاں نبؤد برتر از یار بد
دلہا میں بڑے دست سے ہڑکائی ہوئی ہے

یارِ بد اور از مردواں کہست
بڑے درست کو اس کا زبرد سمجھ

طعن اواندر کف طاعون نہد
اس کا زہر دار تاجھے طاعون کے اتوں زہر دیگا
وہیں را عین اقیس گشتت خود
یہ تیرے لئے خود آنکھوں دیکھیں بھین بات ہو گئی کہ

مقل خواء لسان کشتا ہی
مقلند ہو لیکن بڑے درست
کی صحبت اس کا کھانا کھائی
ہے۔
۱۵ دہ باباں دیا میں بڑے
یاد سے تیری کر لی چیز نہیں کہ
اب تو تیرے متا دی کہ جو
سے اس بات میں ہے
میں انہیں کامر حاصل
ہو گیا ہے

شرح

گدھے نے جواب دیا کہ ارے دامن! جا میرے سامنے سے
چلی جا کہ مجھے تیری صورت نہ دکھائی دے جس خلد نے تجھے
بدبخت بنایا ہے اسلئے تیرے بھونڈے منہ کو بے حیا اور سخت بھی بنایا ہے کہ باوجود
اس قدر سخت عداوت کے پھر تو میرے سامنے موجود ہے اور ذرا نہیں چھپتی، -
ارے تجھے شرم نہیں آتی تو کیا منہ لے کر میرے سامنے آتی ہے پس تو یہ ہے کہ بڑی
ہی بے حیا ہے ایسی سخت رُوئی تو گینڈے میں بھی نہیں کیونکہ تو نے یہ کہہ کر کہ میں تجھے
سبزہ ناریں لے جاتی ہوں میرے مار ڈالنے کی صریح تدبیر کی تھی حتیٰ کہ میں نے
عزرائیل کی صورت بھی دیکھ لی تھی - اس کا مقتضی یہ تھا کہ تو مجھے صورت نہ دکھاتی
مگر اب تو پھر مکر و فریب لے کر آئی ہے - سو میں گونگ خراں یا خر ہوں لیکن جانور
اور جاندار تو ہوں تھوڑا بہت حسّ شعور بھی رکھتا ہوں پھر میں اس بات کو کیوں ماننے
لگا ہوں - اسلئے کہ جو بے امان خوف میں دیکھ چکا ہوں وہ اس قدر سخت تھا کہ اگر
بچر دیکھتا تو شدتِ خوف سے بوڑھا ہو جاتا - اور میں نے اس خوف کی عظمت کے
سبب بے دل اور بے جاں ہو کر اپنے کو پہاڑ سے سر کے بل گرا دیا تھا - اور جبکہ میں نے
اس بے حجاب عذاب کو دیکھا تھا تو اس وقت خوف سے میرے پاؤں سُن ہو گئے
تھے اور میں نے خلد سے عہد کیا تھا کہ اے ذوالبنن تو اس بستگی سے میرے پاؤں

کھول دے تاکہ اب میں کسی کا قریب نہ کھاؤں۔ اب میں تجھ سے اس بات کا عہد
 اور نذر کرتا ہوں کہ میں اُس کی باتوں میں نہ آؤں گا۔ سو اس وقت خدا نے میری
 اس دعا اور تضرع اور ملنے ملنے کے سبب میرے پاؤں کشادہ کر لئے تھے
 ورنہ شیر مجھ تک پہنچ جاتا۔ پھر وہ اگر شیر مجھ پر قابو پالیتا تو اس وقت میری کیامت
 ہوتی۔ یہ واقعہ تو گزر گیا تھا۔ اب اس شیر بیشہ نے مکر سے تجھے میری طرف پھر بھیجا
 سو اب میں اس بات میں نہ آؤں گا کیونکہ تو یارِ بد ہے اور میں خدا نے بے نیاز کی ذات
 پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یارِ بد سے خبیث سانپ بہتر ہے۔

اب مولانا اس مقولہ کو موجد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث سانپ تو فقط
 جان ہی لیتا ہے یارِ بد تو جہنم میں لے جاتا ہے کیونکہ دل چکے چکے قرین بد کی خصلت
 بدوں اس کی تعلیم کے بھی اڑا لیتا ہے پس اگر ساتھ میں تعلیم بھی ہو تب تو بالادنیٰ
 اڑنے لگتا ہے جیکہ وہ تم پر سایہ ڈالتا ہے تو وہ تمہارے خصائلِ حمیدہ کو دور کر دیتا ہے
 اور اس طرح اس میں برائیاں آجاتی ہیں کیونکہ تمہاری عقل اگر اثر دھارے مست ہو تو تم
 سمجھو کہ یارِ بد اس کے لیے زمرِ دہے اس کے تمہاری عقل کی آنکھیں نکل پڑتی ہیں اور وہ
 اندھی ہو جاتی ہے اور نیکِ بد میں اس کو تمیز نہیں رہتی اس لئے وہ اچھائیوں کو چھوڑ کر
 برائیاں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اُس شیطان کا کو جو جا تم کو طاعونِ روحانی کے
 پنجرے میں پھنسا دیتا ہے اور موتِ روحانی میں مبتلا کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

خیں! یہ مضمون تو استطاردی تھا اب سُنو! کہ گدھے نے کہا کہ دنیا میں یارِ بد
 سے بدتر اور خطرناک کوئی شے نہیں ہے اور مجھے تو مشاہدہ کی بنا پر اس کا حقِ الیقین
 ہو گیا ہے۔ فائدہ: طعنِ ادا اندر کفِ طاعونِ سند میں ایک حدیث کی طرف اشارہ
 ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ طاعونِ جنات کے کوچے کا اثر ہے۔

جواب گفتن روباہ خرد

درہن نامہ کر جواب دینا

گفت روباہ صاف مارا در نہیت

درہن نے کہا ہائے نیری کوئی تھمت نہیں ہے

ایں ہمہ وہیم تو اس کا سناہ دل

اے بھولے! یہ سب تیسرا وہیم ہے

از خیال زشت خود منگر بمن

اپنے بڑے خیال سے مجھے نہ دیکھ

ظن نیکو بر برا خوان صفا

فصلوں پر نیک گمان کر

ایں خیال وہیم بدچوں شد پند

جب یہ بڑے خیال اور وہیم ظاہر ہوئے ہیں

مشفق کو کرد خور و اتحاں

جس ہیرا نے زیادتی اور اطمینان کیا ہو

خاصہ من بدگ بنو دم زشت قسم

مخصوصا میں بڑی قسم کی بدعت نہیں ہیں

و ربڑے بدک سگالش قدرا

اگر باغوض، مانتقد راہ نہیں برا تھا

عالم وہیم و خیال طبع وہیم

وہیم اور خیال اور مزاج اور عقل کی دنیا

نقشبہائے ایں خیال نقش بند

اس نقش بنانے والے خیال کے نقش

گفت ہذا ربی ابراہیم راد

فصلہ (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ ہر اس ہے

دکر کوکب را چیں تاویل گفت

ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی

عالم وہیم و خیال چشم بند

وہیم کی دنیا اور اطمینان کرنا نہ دیکھنے والے خیال

لیک تحیلات و جمی خردنیت

لیکن وہی تحیلات (ہیں) ہوں جو نہیں ہیں

ورنہ بر تو نے غشی دام نہل

ورنہ میں جو ہے نہ کوٹ دکتی ہیں نہ کینہ

بر مجتباں از چہ داری شمعے ظن

دوستوں پر تو کیوں بظن کرتا ہے!

گرچہ آید ظاہر ازیشاں جفا

اگرچہ ظاہر ہواں سے ظلم سہ زد ہو

صد ہزاراں یار را از ہم بُرید

لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ

عقل باید کہ نباشد بدگمان

عقل کو چاہیے کہ بدگمان نہ ہو

آنکہ دیدی بد نہ بد بوداں طلسم

جو تو نے دیکھا وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

عفو فرما بند از یاراں خطا

اور دوستوں کی غلط صاف کر دیتے ہیں

ہست زہر و رایکے سد عظیم

ساک کے لئے ایک بڑی مداخلت ہے

چوں خلیلے را کہ کہ بد شد گزند

حضرت ابراہیم خلیل (علیہ السلام) کے لئے جو گزند

چونکہ اندر عالم وہیم اذیت

چونکہ وہیم کے عالم میں ہست ہر گئے

آنکے کو گوہر تاویل شفقت

اس حالت میں جس نے تفسیر کی موفی ہوئے

آچنجاں کہ از جہلے خوش کند

ایسے بہاؤ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا

گفت درہن

لے کہا میری غلطی میں کوئی

تھمت نہیں ہے میری صاف

اور وہاں سے بڑی ہوں لیکن

وہیم کی اصل چیز نہیں

میں بات کو غلط سمجھتا ہوں

ہے وہ نہ مجھ میں کوئی کھٹ

نہیں ہے۔

۱۵۰ از خیال وہیم کی بنیاد

بدعتوں سے بنی ہوئی ہے

نہیں ہے فصلوں کے جھ

میں بہتر خیال دیکھنا چاہئے

آنے دیکھ کر کہ غلطی میں تھمت

برہان ہے اچھے خیال و گمان

سے بہت سے استفادہ

مالت ہیں۔

۱۵۱ مشفق

کہنے کے زیادتی میں کرتا ہے

عقل نہ ہی ہیں کہ کہیں سے

برگمان نہ کیا ہے۔

۱۵۲ از خیال وہیم

راہرو کے لئے لائے جتے ہیں

ان وہی خیالات سے سفر

ابراہیم کو کہیں تکلیف پہنچی

اور انھوں نے وہیم کی بنیاد

ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا

خدا ہے اور پھر اس فصل کا

احساس کر کے اس سے وضع

کیا۔ چنانچہ یہ میرا خدا ہے

مولانا نے حضرت ابراہیم کے

اس قول کی بنیاد کو نام نہاد قرار

دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک

ان کی قول کو نام نہاد کی غلطی

کا احساس لانے کے لئے تھا۔
دہم کی بنیاد پر مقید کا اظہار
نہ تھا۔ ایک اور سہرے میں
میں تامل سے سیٹھوں کی آغیر
فرما رہے۔

سطح ہوتا تو وہ اہستہ کے ہنر
فرقہ داری کی دنیا پر چاٹنے
حدیث شریف کی یہی سنت بہتر
فرقہ داری میں نہ تھا کہ میں سے
ایک نہات پانچا اور وہ نہ فرق
ہو گا جو میری اور صاحب کی سنت
پر عمل کرے کہ بتا کر فرقہ پرستی
مرد و عورتوں پہلے ایک تھوڑا
ہے جس میں بیان کی ایک تھوڑا
صاحب کی اور وہ بالکل اور پورا
اور وہ ان کی آگے کہلاتے آگے تھا
وہ چاند بیکے کی کوشش کر رہے تھے
تو انھوں نے اٹھ کر وہاں کہ
چاند بیکہ اور بیکے کے چاند نظر
آ رہے ہیں کی یہی صورت وہ
نے کی اور جب وہ ڈرا ہوا ہوا بنا
جایا اور وہ چاند غائب ہو گیا
وہاں کے اور اوقات سے قطع نظر
فرعون کی اور کھڑے دہم کی بنیاد
پر کیا دعویٰ کر رہا۔

تھوڑی سی بات ہی وہ فرقہ
ہو گیا جس کی تائید ہے وہ میری کہنا
نہیں کہتا ہے اور اگر کہتا ہے
تو یہ کہ ایک فرقہ نہیں کہتا ہے
میں نے ہم کی کارروائی کو چھوڑ
انسان کیلئے اپنے دہم کا حال
نقل ہے تو دہم کے دہم کا
کیا حال کر سکتا ہے۔ عجیب جگہ
انسان خود غرضی میں جگہ ہوتی
دوسرے کے بخوبی کا حال نہیں
کر سکتا۔

تھوڑی سی جوشان خودی
میں پہلے سے وہ فرقہ بناتا تھا
ہے اس کو تمام فلاح میں

تاکر خدا رقی آمد قال او

یہاں تک یہ میرا غنا ہے۔ ان کا نقل ہوا
غرق گشتہ غفلہا ہی چون جبال
پہاڑوں میں مقبض روپ گھنیں
عقل ثابت تر زکر را و ہم ہیں
دیکھ دہم نے بہت جی ہوئی عقل کو
کو بہا را ہستے ہیں طوفان فصوص
بہس طوفان سے بہاڑوں کی گھوڑا ہاں ہیں
زیر خیال رہن راہ نقیص
یعنی کے راست کو ڈاک کے اس خیال کی رو سے

مرد ایتقان رست از دہم خیال
صاحب یعنی دہم اور خیال سے نہات پانچ
واں کہ را نور عمر نمود سند
جس کا سبب اس عمر کا نور نہ ہو
صد ہزاراں کشتی باہوں سہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے
کتریں فرعون چست فیلسوف
کم از کم فرعون پلاک اور فیلسفی
کس فلاند زو پی زن کیست ایں
کوئی نہیں جانتا وہ دہم کی عدت کون ہے؟

چوں ترا دہم تو دار ذخیرہ سر
جسکے ترا دہم نے جسکے راہی بنا دیتا ہے
عاجسزم من از منی خوشن
میں اپنی خودی سے عاجسزم ہوں
از من و ماہر کہ ایں در میزند
جو خودی اور انانیت کیساتھ ہیں دوران کو کلکشا آج
بے من و مانی ہی مجھیم بجاں
میں اول یہاں سے میرا دہم ہے انانیت والے کو نہ فرقہ
ہر کہ بے من شد ہم نہ ہا خود او
جو بے خود ہو گیا وہ تمام خودیاں وہ خود ہے

خریط و خمر راجہ با شد حال او

امتن اور دہم کے ایک حال ہو گا؟
در بحار و دہم و گرداب خیال
دہم کے سمندوں اور خیال کے سمندوں
کہ چہ فرمودست گفتن لے آیں
کیا کہہ دیئے کر کہل ۱۰۰ اے امین:
کو امانے مجز کہ در کشتی نوح
نوح کی کشتی کے سوا ان کہاں ہے؟

گشت ہفتاد و دولت اہل ہیں
دیندار بہشت فرقہ بن گئے
موی ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کہ چاند نہیں کہتا ہے
موی ابرو نے کچے را ہش زند
ابرو کا نیز خیال اس کو ہٹا دیتا ہے
تختہ تختہ گشتہ در در بایں دہم
دہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں
ماہ او در برج دہمی در خسوف
اس کا چاند دہم کے برج میں گئی ہیں
وانکہ دانہ نیستش بر خود گماں
اور جو مانتا ہے اس کو کہنے اسے میں گمان نہیں تھا

از چہ گردی گرد دہم آں درگر
تو دوسرے کے دہم کے کیوں پکڑا کرتا ہے؟
چہ نشینی پیر منی تو پیش من
تو خودی سے میرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟
عاشق خوش است بر لامی تند
وہ اپنا عاشق ہے۔ فضا کا پکڑا کرتا ہے
تا شوم من گوئی آن خوش صولجا
تاکہ میں اس اچے بے گیند بن جاؤں
یار جگہ شد جو خود را نیست دست
وہ سب کا دست بن گیا جبکہ اپنا دست نہیں

آئینہ بے نقش شد یا بد بہا زانکہ شد حاکم جملہ نقش بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیت ہائے ۴ کیونکہ وہ تمام نقشوں کا منظر بن گیا

ہرگز جو شخص خودی نہ کر دے اب اس میں اپنی خودی نہیں ہے اس میں مخلوق خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ
عقل اظہار کا دھڑ ہے۔ آئینہ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اس دل کی قدر و قیمت ہے
اس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

ہر گستاخا، جسے اس لیے پیش
کی تلاش کرن ضروری ہے جو
انہیت اور خودی کو نکال دے اور
پھر اس کی اعانت ضروری ہو

شرح

لوٹری نے کہا کہ ہماری صاف دوستی میں تو فریب کی تھپٹ کی آمیزش
نہیں ہے مگر وہم کی تخیلات --- معمولی نہیں ہیں انہوں نے
تم کو بدظن کر دیا ہے اور جو کہ تم کو میری نسبت خیال ہے یہ سب تمہارا وہم ہے ورنہ
میں نہ تم سے دھوکا کرتی ہوں نہ خیانت۔ تم کو اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھنا
چاہیے۔ دوستوں سے کیوں بدگمانی کہتی ہو ہم کو یہ بات مناسب نہیں ہے۔
بلکہ تم کو چاہیے کہ اگر دوستوں سے بظاہر کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو اس کو
اپنی پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ بدگمانی نہایت بُری شے ہے۔

دیکھو! جب یہ خیال اور وہم جلوہ گر ہوا ہے تو سیکڑوں دردوں
کے تسکات کو اس سے منقطع کر دیا ہے بالخصوص مجھ پر تو بدگمانی ہونی ہی نہ چاہیے

کیونکہ نہ میں بد ذات ہوں اور نہ بد جنس۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا
وہ فی الحقیقت کوئی بُری شے نہ تھی بلکہ محض طلسم تھا لیکن اگر مان لیا جائے
کہ میں نے تمہاری نسبت برا ہی خیال کیا تھا تو آخر خطا بھی ہو جاتی ہے اور خطا کو معاف
بھی کر دیا کرتے ہیں۔ یہاں سے مولانا مذمت وہم و خیال کی طرف انتقال فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم وہم و خیال اور عالم نفس و طبع اور عالم خوف بے جا
سائیک کے لیے ایک زبردست رکاوٹ ہے کیونکہ قوت خیالیہ مصورہ کی بنائی
ہوئی تصویریں۔ خلیل اللہ جیسے شخص کے لئے جو کہ پہاڑ کی طرح غیر متزلزل تھے
مفسر ثابت ہوئیں ہیں چنانچہ جس وقت وہ عالم وہم میں پھنسے ہیں اور وہم کا ان پر
غلبہ ہوا ہے اور عقل عارضی طور پر مغلوب ہو گئی ہے تو انہوں نے حق سبحانہ کو طلب

کرتے ہوئے شمس قمر اور دیگر ستارہ کی نسبت ہذا اترتی کہدیا۔
 جس کسی نے ہذا اترتی کی توجیہ کی ہے اس کی یہ بھی وجہ بیان کی
 ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ پس تم غور کرو کہ اس نظر بندی کرنے
 والے عالم وہم و خیال نے اپنے غیر متزلزل پہاڑ کو اپنے مقرر اصلی سے تھوڑی
 دیر کے لیے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک ستارہ کی نسبت ہذا اترتی کہہ
 دیا پھر اس عالم میں احمق اور گدھے کی کیا حالت ہوگی۔

جناب من! وہم کے سمندر اور خیال کے بھنور میں پہاڑوں جیسی عظیم الشان
 ڈوب گئی ہیں دیکھ! ابراہیم علیہ السلام کی پہاڑ سے زیادہ نہ جنبش
 کرنے والے عقل کو وہم نے کیا کہنے کو کہا اور اس کی کیا کہہ دیا۔

الغرض! یہ طوفان وہم و خیال پہاڑوں کو ذلیل کر دیتا ہے ایسی حالت میں
 یقین کے سوا جو کہ بمنزلہ کشتی نوح کے ہے اور کہیں اماں نہیں اور اس کے نجات
 دلانے والا صرف یقین ہے صاحب یقین شخص وہم و خیال سے نجات پا جاتا ہے
 اور وہ مٹے ابرو کو ہلال نہیں کہتا اور نور عمر جس کا مستند نہیں ہوتا۔ یعنی جو کہ
 وہ نور بصیرت نہیں رکھتا۔ جو کہ حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ مٹے ابرو کے اس کا
 راہ مار رہا ہے۔ اور خیال اس کو گمراہ کرتا ہے۔

القصد وہم نہایت خطرناک چیز ہے۔ عقل کی ہزاروں ہولناک اور عظیم الشان
 کشتیاں جن کو دیکھنے سے ڈر لگے دریائے وہم میں پاش پاش ہو گئیں ان میں ادنیٰ
 درجہ کا آدمی فرعون تھا۔ جو کہ نہایت ہوشیار اور فلسفی تھا۔ مگر اس کی عقل کا چاند بھی
 بروج وہمی میں آکر گہن میں آگیا تھا۔

آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور چونکہ مری
 گدھے کو یوں نصیحت کر رہی تھی جیسے کوئی دلی کسی دنیا دار کو نصیحت کرتا ہے اور باوجود
 خود بھی دنیا دار ہونے کے سبب مبتلائے وہم تھی۔ مگر گدھے کو وہم سے روک رہی

تھی۔ اسلئے مولانا اس کے مناسب مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لومڑی گدھے کو مبتلائے دہم کہتی تھی حالانکہ خود بھی مبتلائے دہم تھی اصل بات یہ ہے کہ واقع میں کوئی نہیں جانتا کہ کس کی عورت فاحشہ ہے ہاں بنا پر دہم اس کا علم ہوتا ہے سو جس کو بنا پر دہم اس کا علم ہوتا ہے اس کو دوسرا ہی کے سبب دہم ہوتا ہے۔ اپنی نسبت اسے دہم بھی نہیں ہوتا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ حقیقتاً تو بدوں کی بُرائی کا خدا ہی کو علم ہے لیکن لوگوں کو جو ان کا علم ہے وہ بنا پر دہم ہے مگر انکو بُرائی کا دہم دوسرے کی نسبت ہوتا ہے اور اپنی نسبت نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر لومڑی نے گدھے کو مبتلائے دہم کیا اور اپنے کو مبتلائے دہم نہ جانا۔

اب ہم ان لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو دوسرے کی نسبت دہم کا الزام لگاتے ہیں اور انکو نصیحت کرتے ہیں حالانکہ خود بھی مبتلائے خود ہی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تیرا دہم خود تجھ کو پریشان کرتا ہے تو تو اپنے دہم کی فکر کیوں نہیں کرتا دوسرے کے دہم کے پیچھے کیوں پڑتا ہے وہ تو بے چارہ اپنی مصیبت میں خود گرفتار ہے تو اسکی پاس ہسٹ کر اس کی مصیبت میں اور اضافہ کرتا ہے کیونکہ ہر ہمنشیں دوسرے ہمنشیں سے کچھ نہ کچھ چراتا ہے پس جبکہ تو بھی مبتلائے دہم ہے تو اگر اسکی پاس بیٹھے گا۔ گو بفرض نصیحت ہی ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ سے صفت دہم چرائے گا اور اسکی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا پس جبکہ وہ اپنی خودی سے خود پریشان اور مجبور ہے تو کیا ضرور ہے کہ تم بھی خودی سے پُر ہو کر اُس کے پاس بیٹھو۔ اور اسکی مصیبت میں اضافہ کرو۔

یاد رکھو! کہ جو شخص مبتلائے خودی ہو کر طالب حق بنتا اور مستدبختیت و ارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے اوپر عاشق اور لاشے کا طالب ہے ہم تو دل سے ترک خودی اور فنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہم ترک خودی کے سبب اس خوش چوگاں یعنی حق سبحانہ کی گیند میں جائیں اور وہ جس طرف ہم کو لے جائے اس

طرف جاتیں کیونکہ فتنہ عجیب چیز ہے جو شخص فانی ہو جاتا ہے وہ سب سے متبر
باتحاد توافقی ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنا دوست نہیں رہتا اور اسلئے اپنے کو مطا
دیتا ہے تو وہ سب کا دوست ہو جاتا ہے

دیکھو! آئینہ جب حصول صفا کے سبب بے نقش یعنی بے رنگ ہو جاتا ہے
تو لوگوں میں اس وقت وقعت اور قدر قیمت حاصل ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس وقت
اس میں سب کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ہر ایک اس کو اپنے موافق جانتا ہے
اسلئے اس کا کوئی مخالف نہیں ہوتا۔

(فائدہ ۷۷: اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ بیان خلاف واقع ہو کیونکہ
اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ انبیاء و اولیاء کا کوئی دشمن نہ ہوتا حالانکہ ان کے دشمن
ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولانا نے دفتر دوم بہ ذیل سرخی ملامت
کردن مرد ماں شخصے را کہ یہ تہمت کشت۔ یہی سوال قائم کر کے اس کا
منفصل جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاء و اولیاء
کے دشمن نہیں ہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں۔

۷۷: اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس کا لازم ہے کہ انبیاء و اولیاء کسی کے
دشمن نہ ہوں حالانکہ وہ بھی لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے
کہ ان کی دشمنی ان کی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی دشمنی خدا کے لیے ہوتی ہے ایسے
کہ وہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں۔



حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس سرہ اللہ زوۃ العزیز شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خصال کی سرزور کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش غزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ
بود اقطار شمس سر زہر شبے
ہر شام کو ان کا اقطار انگوڑی کو سپن تھی
بس عجائب دیدار شاہ وجود
سرجہ راجہ شاہ کے انھوں نے بہت عجائب دیکھے
بر سر کمر رفت آل زنجوش شیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی پہاڑی پر گئے
گفت نامد نوبت آل نگہ گزشت
گفت نامد نوبت آل نگہ گزشت
فرمایا میں اعزاز کا سوغ نہیں آیا ہے
اوفر و افگند خود را از دوداد
انھوں نے مشن میں اپنے آپ کو بچے پر یک دیا
چوں نمر از نس آنجاں سیر مرد
جب انھیں مارنے سے منع نہ جان سے بڑا لڑائی
کایش جیات او را جو مرگے میزد
کیونکہ یہ زندگی ان کو موت کی طرح نظر آتی تھی
موت را از غیب می کرد او لک
موت کی غیب سے ہیکل آگئے تھے
موت را چوں زندگی قابل شد
موت کو زندگی کی طرح قبول کر لیا بن گئے تھے
سیف و خنجر چوں علی برب جان او
حضرت علی کی طرح تلوار و خنجر ان کا رہبان تھا

بد محمد نام و کنیت سررزی
نام مستبد اور کنیت سررزی تھی
ہفت سال اودا تم اندر مطلبے
سات سال وہ ہمیشہ (مصلوب) مقصد میں تھے
لیک مقصودش جمال شاہ بود
لیکن ان کا مقصد شاہ کا جمال تھا
گفت بنمایا فسادم بن زیر
عرض کیا دکھا دے در میں نیچے کو دروں کا
ور فر و افقی نمیری نکشت
اگر تم نیچے کرو گے نہ دروں کے مرتبہ میں نکلناں گا
در میان عمیق آبے اوفتاد
ایک ماہ کی گہرائی میں بسا بڑے
از فراق مرگ بر خود نوحہ کرد
اپنی موت کے فراق پر رونے لگے
کارشیش باز گوئے گشت بود
مسلمانان کے لئے آفت ہو گیا تھا
ان فی موتی حیاتی میزے
جیسا کہ میری موت میں میری زندگی کا کاروبار تھے
باہلاک جان خود یک دل شد
اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے
نرگس و نسیرین عدو جان او
نرگس اور نسیرین ان کے جان کے دشمن تھے

کی قتل کرتے تھے اسلئے کہ ان کی پیشین گوئی تھی کہ موت کے بعد وہ جہاں جہاں ہو جائے گا بیک دل شدہ ہیں وہ مطمئن
تھے جہاں جہاں پہلے سلاخان بیان کو کہے ہیں کہ حضرت علی کے لئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ
پیارے تھے۔

لے حکایت چکر پہلے ایسے
شیخ کی خدمت کا اہلکار تھا
میں خودی اور امانیت نہ ہو
اس کے منہ پر سررزی
غزنوی کا ذکر کیا ہے جو اس
صفت کے ساتھ موصوفہ تھے
سررزی سرر زانگوڑی ہیل
کی گھنٹیل جو کوئی روزہ کسی سے
انکار کرتے تھے پہلے ان کا لقب
سررزی بڑا تھا۔ غزنوی غزنی
کا ہے وہ غزنی اور غزنوی
شہر ہے جس میں سلطان محمود
غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے
یعنی رسول اللہ صلاؤ و
ادخلہ قلوبہ علیہ السلام کا مقصد
عجائب دیکھنا تھا بلکہ دیکھنا
خداوندی تھا۔
لے غزنی سررزی ان کا پیر
وہ اپنے شاگردوں کے زندگی سے
دل ہر گز ادا نہ رہتا
پاچھے تھے۔ گفت دیکھنا
کی درخواست پر ان کو جواب
تھا کہ میں وہ مقام حاصل
نہیں ہے جس میں دیکھنا
قد۔ اگرچہ ہمارے گزراں میں پہلے
آپ کو پاک کر کے کی کوشش
کرو گے تو ہمیں مرنے دیا
جائے گا اور اگر ملے سے تمہارا
بدن شکستہ نہ ہوگا و تہیان۔
وہ ہمارے کو تو پاکی
میں باگ سے بچیں اور نہدا۔
آزاد ہو چکا کی زندگی سے
دل ہر گز ادا اور انھیں مارنے
سے ہی نہ مرے تو نہ لگے
۵۵۵۔ ورنہ زندگی
میں وہی ان کے لئے آئی
بت ہو گئی ان کو اپنی موت
پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت

لہ اہمیت چو کہ نہ لکھ کر
 جس طرح پہنچا تھا جس میں
 ویدار چال برقرار ہی آواز نے
 ان کو دہشت کی کہہ شہر میں
 جانیں نہیں گروانی کہیں اللہ
 بیگ نہیں گفتم۔ ان
 بڑے سہل ہا کہ شہر میں
 جا کر ایک ایسی قوم باہر لپٹے
 آپ کو جس میں بنا کر ...
 تیار نہیں۔ ایک ایک کالی
 تھا جو طرح طرح کے جانور سے
 لگا لگا کر تھا جس میں کوڑا
 رہتا تھا جس ہنس رہتا تھا اور
 مختلف طریقوں سے بیگ
 لگیا تھا جاسا اہمیت میں
 جس کے تھے ذکر میں بعض
 دگر نے اس لگا لگا ۱۲
 بناس دوس تھا ہے اور لکھو
 کر یہ ذکر قیلا کا تھا۔
 لکھ گفتم۔ ان بڑے لکھ
 عرض کیا کہ جس حکم میں لکھو
 کو تیس سنی بڑے لکھ لکھ
 کی وہ پیش چہ جس میں لکھ
 اور میں منور ہو گئے تھے
 یہ کتاب لکھ ہے جس میں شیخ
 محمد سرور نے تھے ذکر میں
 بعض دگر نے اس کو سنا
 دوم کی تعریف قرار دیا ہے۔

ہاتھ آمد روز صحرائے شہر
 آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جتاؤ
 گفت اے دانائے رازم مومنو
 عرض کیا، اسے میرے تمام نژادوں کے جاننے والے
 گفت خدمت آنکہ بہر ذل نفس
 فرما عورت ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے لیجئے
 مدتے از اغیاء زرمی ستان
 ایک مدت تک، الداروں سے روپے لے
 خدمت اینست تا یکچند گاہ
 ایک وقت تک تیری ہی خدمت ہے
 بس سوال و بس جواب ماجرا
 بہت سے سوال، بہت سے جواب اور کفر
 کہ زمین و آسمان پر نور شد
 کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے
 لیک کوتہ کردم آں گفتار را
 لیکن میں نے وہ گفت کو مختصر کر دی

ہاتھ طرفہ از درائے سر و ہجر
 مجیب آواز آہستہ از درون کی آواز کے طالع
 چہ کنم در شہر از خدمت بگو
 فہمیدی کیا خدمت کروں، نہ سنا ہے
 خویش تن سازی تو چون طلبی نفس
 قرآن ہے آپ کو عباس دین کی طرح بنائے
 پس بدر ویشان مسکین می رسا
 پھر مسکین اور دیشوں کو پہنچا
 گفت سمعاً طاعت اے جاں پناہ
 عرض کیا اسے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا
 بدمیان زاہد و ربّ الوری
 زاہد اور مفلوک کے رب کے درمیان ہوا
 در مقالات آں ہمہ مذکور شد
 مقالات میں وہ سب مذکور ہیں
 تا ننوشد ہر خستہ اسرار را
 تاکہ ہر یکسہ اسرار کو نہ سنئے



شرح

غزنی میں ایک درویش تھے جو کہ علم با عقل میں بہت بڑھے
 ہوئے تھے ان کا نام محمد تھا اور لقب سمرانی۔ کیونکہ وہ ہر
 شام کو سمرانی انکار کے پتوں سے روزہ کھوتے تھے وہ سات سال سے حق سبحانہ
 کی طلب میں تھے اور انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے بہت کچھ عجائب و غرائب دیکھے
 تھے لیکن ان کی طرف انہوں التفات نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصود جمال حق سبحانہ
 کا مشاہدہ تھا۔ ایک روز کا واقعہ یہ ہے کہ وہ جان سے بیزار درویش پہاڑ پر چڑھے

اور جو شغل غلبہ عشق میں عرض کیا کہ اپنا جمال دکھلا دیجئے ورنہ میں نیچے گر کر اپنی جان دے دوں گا۔ حکم ہوا کہ ابھی اس شرف کا وقت نہیں آیا۔ اگر گردے تو مرو گے نہیں اور ہم تمہیں نہ ماریں گے۔ عشق کا غلبہ تھا لہذا بیتاب ہو کر پہاڑ کے نیچے گر پڑے مگر وہ زمین پر نہ گرے بلکہ ایک پانی کے اندر جا پڑے اور اس طرح مرنے سے بچ گئے پس جبکہ وہ جان سے آزرہ درویش گر کر بھی نہ مرے تو ان کو موت کی جدائی کا عدم ہوا اور اپنی حالت پر خوب روتے کیونکہ ان کو یہ زندگی موت دکھائی دیتی تھی اور ان کے نزدیک معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔ اسلئے وہ حق سبحانہ سے موت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرجلنے ہی میں میری زندگی ہے انہوں نے موت کو یوں قبول کیا تھا جیسے اور لوگ زندگی کو قبول کرتے ہیں اور وہ موت پر عاشق ہو گئے تھے۔

حضرت علی کی طرح سیف و خنجر انکو ریحان معلوم ہوتے تھے اور زکریا نسرین ان کے دشمن جانتے تھے یہ واقعہ بھی ہو چکا اس کے بعد انکو آواز آئی کہ جنگل سے شہر کی طرف جاؤ۔ یہ آواز عجیب تھی کہ نہ آہستہ تھی اور نہ زور سے۔ کیونکہ یہ صفات حروف و صوت کے ہیں۔ اور آواز حق سبحانہ حروف و صوت منزہ ہے۔

اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے تمام اسرار کے جاننے والے خدا! مجھے حکم دیکھئے کہ میں شہر میں جا کر کیا کام کروں حکم ہوا کہ ذلت نفس کے لیے تم اپنے کو عباس کی طرح گداگر بنا لو۔ تمہارا یہ کام ہے اور کچھ نہیں۔ تم ایک وقت محبت تک امرار کے مال لے کر فقرا کو دو۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہی کام ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں تعمیل کروں گا۔ حق سبحانہ اور ان درویش کے درمیان اور بھی بہت سے سوال و جواب اور بہت کچھ گفت و شنید ہوئی۔ جن سے زمین و آسمان نور سے بھر گئے وہ سب کتاب مقالات یا مقامات شیخ سرزدی میں مذکور ہیں مگر میں نے اس گفتگو کو مختصر کر دیا تاکہ نزاہل اسرار پر مطلع نہ ہو۔ (فائدہ: یہ گفتگو الہامی تھی)

۱۲۰ زمین گرا نیدیں۔ جے
 تو میں معلوم ہوا تھا کہ مولیٰ
 فرقہ میں ریاضت اب بھی
 باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے
 حلقہ میں جیب داخل کرتا ہے
 تو مختلف ریاضتیں کرا دیتا
 ہے اور اس میں یہ ریاضت
 بھی داخل ہے کہ شہر میں نہ
 جائے نہ روزگار کی کرنی پڑے
 لے دو ہفتہ میں ہی اس
 کے بعد موسم زری غول میں
 پہنچے لوگوں نے انکی استقبال
 کے لئے شہر کا ہاکیسی وہ
 بلیز قلعہ فتح مانتے شہر
 میں داخل ہوئے اور اپنے لئے
 جس اور ان کو پسند نہ کیا
 تھے گفت خفیہ طور پر
 غول میں پہنچنے کے بعد غول
 نے دھڑ سے کہا میں غول
 میں خود غول کے لئے نہیں
 آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو
 ذلیل کرنے اور ایک اچھے
 کے لئے آیا ہوں۔ زمین
 کا رنگ لائی، کھشکلی، رنگائی
 جیسے کسی نام فقیروں کی طرح
 انھوں کا تاکہ انھیں جان لیں
 ہوں اور لوگوں سے مجھ سے
 سنوں۔
 ۱۲۱ آخر میں غلابی
 اور طبع کا حکم دے تو چہرہ
 قناعت نہات ہے اور گفت
 میں خوش ہے۔ اور گفت جب
 خدا کسی سے ذات کا مطلب
 جو تو غلابی خدا خود کو
 پسند نہیں کرتے۔ جنت
 میں میں نہیں رہیں گی میں
 میں بھکاری ہوں جو اس کی تہ
 فقیروں کی مصافحہ ہے اگر
 توفیق ہے تو کہ خدا کے لئے
 دو۔

آمدن شیخ بعد از چندین سال از سیابان شہر غزنین
 شیخ کو سستے سالوں کے بعد چلے سے غزن میں آئے اور ان کا اشارہ ہے
 وزنبیل گروانیدن باشارت غیبی و تفرقہ کردن آنچہ
 جوں تھا تا اور جو یکو جمع ہوتا انیس کو فقرا میں
 جمع آمدہ بر فقرارے
 تقسیم کردیت

ہر کرا جاں ز عزم لبتیکاست
 جس شخص کی جان جیک کی عزت و ادب ہے
 روشہر آورد آن سراں پذیر
 جس حکم مانے والے نے شہر کا رخ کیا
 از فرح خلقہ با استقبال رفت
 مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوا
 جملہ اعیان و مہاں بر خاستند
 سب بنے اور سر دار کمر بستہ ہوئے
 گفت من از خود نمائی نامدم
 انھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں
 نیستم در عزم قال و قیل من
 میں بات جنت کے ارادہ میں نہیں ہوں
 بندہ فرما تم کو امرست از خدا
 میں حکم کا حکم ہوں، مگر کہ خدا کا حکم ہے
 در گدائی لفظ نادرا و دم
 میں بھکاری ہوں میں نیبا لفظ نادرا کا
 تا شوم غرق مذلت من تمام
 تاکہ میں ہر طرح مذلت میں ادب پاؤں
 اتر حق جانست من اس راستیغ
 خدا کا حکم جانے میں اس کے تابع ہوں
 چون طمع خواہد ز من سلطان دیں
 جبکہ روں کا مشاہدہ جو سے طمع پابند ہے

نامہ بر نامہ پیک پیکاست
 (اس کیلئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے
 شہر غزنین گشت از روش منیر
 غول شہر ان کے چہرے سے ستر ہو گیا
 او در آمد از رو دزیدہ تفت
 وہ جلوہ در راستہ سے اندر آ گئے
 قصر از بہر او آراستند
 ان کی وجہ سے عمارت کو آراستہ کیا
 جز بخواری و گدائی نامدم
 ذات اور بھکاری ہوں کے سوا کے نہیں آیا ہوں
 در بدر گردم بکف زنبیل من
 میں ہاتھ میں جھول لے کر در بدر گھوموں گا
 کہ گدا باشم گدا باشم گدا
 میں بھکاری ہوں میں بھکاری ہوں، بھکاری
 جز طریق خس گدایاں نسیرم
 کینہ فقیروں کے سوا طریقہ اختیار کروں گا
 تا سقط ہا بشنوم از فاضل عام
 تاکہ خاص و عام سے بڑا جملہ سنوں
 او طمع فرمود و ذل من قنغ
 اس نے لے لیا کہ حکم دیا اور میں نے قناعت کی تو میں
 خاک بر فرق قناعت بعد ازین
 اس کے بعد قناعت کے سسے دھول

اُوں ذلت خواست کے عزت تم
اُس نے ذلت پا ہی میں ک عزت کے در پہ ہنگام!

بعد ازیں گدیہ نہ ذلت جان من
اس کے بعد بیک اور ذلت میری جاں ہے
شیخ بر میگشت و زنیلے بدست
شیخ گم رہے تھے اور جہول آدمی

برتر از کرسی و عرش اسرار او
ان کے ہستی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند
ہر ایک ہی اسی طرح نمسہ لگا تا ہے
اَوْضُوا لِلّٰہِ اَفْرَضُوا لِلّٰہِ میزنند
ان کو قرض دو، اذکر قرض دو، کہتے ہیں

وہ بدرایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر حاجت می کرتے ہیں

اُن گدائی کہ بخت میکرد او
وہ بکارتی بن جوہ کوشش سے کر پڑتے

وہ بکرے نیر از بہر گلو
اگر وہ ملن کے لئے بھی کرتے

در حق او خورد نان و شہد شیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

نور میں نوشد لگو ناں می خورد
نور میں رہے ہیں، ملن روٹی کھا رہے ہیں

چوئل شرارے کو خورد و زنیلے
جیسے وہ لگ جوشن کا روضہ کھا رہے ہیں

نان خویرے را گفت حق لا شہد
اشارت ہے، نے روٹی کا بڑے کیلئے نواہت ہے
اِس گلوئے ابست لاد وین گلو
یہ ملن آرائش تھا اور : ملن

اُوں گدائی خواست میری کتم
اُس نے بکارتی بن ۱۲، میں کب کب میری کمر ۱۲

بیست عباس اندر انبان من
میری جہول میں بیش بہا سر

شمی بشہ خواجہ کو فقیہت بہت
اُسے خواجہ ہمارے جیسے کہ فقیہ سے تو کلمہ : مد

شَیْنًا لِلّٰہِ شَیْنًا لِلّٰہِ کار او
بگو خدا کے لئے، بگو خدا کیلئے اُن کا کام تھا

خلق مفلس گدیہ ایشان می کنند
خلق مفلس ہے، اُن سے بیک لگتے ہیں

باژگوں بر انصروا للہ می تند
اُن ا - اللہ کی مدد کرو، ہر ملن کہتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

بہر نیر داں بود نے بہر گلو
خدا کے لئے تھا، ذکر ملن کے لئے

اِس گلو از نور حق دار دغلو
وہ ملن خدا کے لئے نور سے پر تھا

بہ زجلہ وز سر روزہ صد فقیر
سینکڑوں فقیروں کے جلد اور روزہ سے بہتر تھے

لا امیکار و بصورت می چرو
لا بر ہے، میں بظاہر چڑ رہے ہیں

نور افزاید ز خوردش بہر جمع
اُس کے کمانے لوگوں کیلئے نور برکت ہے

نور خوردن را گفت لا شہد
نور کمانے کے لئے، میں کرو، نہیں مسدود
فارغ از اسرافے امین از غلو
اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

۱۵۔ ہر شیخ کا مقام وہی
دکڑی سے بلند تھا جس کی اہلیا
نے بکارتی، اختیار کر لیا۔
انتخاب کیا وہاں بھی طرح طرح کا
ہو گیا کہ باوجود ہر قسم کے
غفلت کے مفلس مخلوق سے بیک
لگتے ہیں۔ اقرضوا۔ امید کہتے
ہیں کہ خدا کو قرض دو اور ادراشک
مدد کرو مالا مخلوق خود قرض
اور مدد کی محتاج ہے۔ و قدید
شیخ در بدر مار سے چلتے تھے
ماہ کا آسان کے سینکڑوں کھٹکے
اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔
۱۶۔ اُن گدائی شیخ کو بکارتی
بن چپے تھے، قضا خدا کے حکم
کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے
لئے بھی کرتے تو وہ اس تمام
پر پہنچ چکے تھے کہ ان کا کما
چینا اُن کے لئے نور چھٹا تھا
اور اُن کے لئے دنیا کی قدرتی
دوسرے سالوں کے کاہوں
سے بہتر تھے۔ سر روزہ تین
دن کا مہم رسالہ۔ آریسے
بزرگ کما کاتے ہیں تو وہ
نور میں جاتا ہے۔
۱۷۔ جس بزرگ کے لئے
دنیا کی قدرتی میں دوسروں کے
لئے باعث افادہ بنتی ہیں جس
طرح ان کو مہم ہی کو کاتی ہے
تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا
ہے۔ انا خویرے۔ جن کی
مقامات میں رہتی ہیں ان کے
لئے قرآن حکم ہے خلقت
و ان شہدوا و لا شہدوا اکما
اور یہ کہیں سے تھوڑا ذکر
لیکن جن کی قدرتی میں بے فکر
انگشتوا میں کفایت کرو کا
مکمل نہیں ہے دو جو باہیں

نور خوردن را گفت لا شہد

اور میں قہر تھا ہی کما میں۔ آریں گلو۔ عام اُن کا ملن اس کے لئے ان کا سبب ہے آریں گلو کا

لے کر گویہ مل گیا ہے
 کو کئے تو اس میں تانے
 ہی کا نام ہے آنکلاں
 شیں جو بیک نام ہے
 میں میں نہ ان عینیں نہیں
 تیں گہنہای خدائے شمع
 کے سامنے زمین کے سارے
 خوائے پیش کر دیتے تھے
 یکن شمع لے عرض کر دیا تھا
 اگر میں زرا غالب ہوں
 تو ماقب نہیں بلکہ ناقص ہوں
 ہشت۔ اگر کوئی جنت کے
 شوق اور ذوق کے ڈھ سے
 عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو
 ہے ماقب نہیں ہے کر کو
 اور ذوق اور جنت کا شوق ہی
 ہے۔

عہ ماقب جس ماقب نے
 خدا کے عشق کی روزی کمال
 اس کے لئے بدن بچا ہوا تھا
 ہے اور جنت اور ذوق کا شوق
 بدن سے ہے بھلا وہ جنت
 کی تھاکا ہے اور اس سے
 اور ذوق کا خوف عبادت کرنا
 دین بدن شمع کا بدن بدن
 تھا لیکن اس میں جہاں مشق
 تھے ماقب عشق و زور
 نہیں پا جاتا ہے جنت اور
 اور ذوق عبادت کی مزدوری
 ہے جس طرح جہنم میں
 جہنم کا تصور نہیں ہو سکتا
 اس طرح ماقب سے مزدوری
 کی خواہش کا تصور غلط ہے۔
 ماقب ماقب ماقب خدا تر
 بڑی چیز ہے یں کے ماقب
 کے لئے ہی دنیا کی سلطنت
 بیک حق جہنم کے نزدیک
 صوفی اور سنی میں فرق نہ
 تھا نہ جس کو باقی کا غور تھا۔

امر و فرماں ہوئے حرص و طمع
 حکم اور نرساں ہی نہ کلاج اور طمع

گنگوید کیسے اس زاپدہ
 اگر کب تانے سے کبے کر دے
 اس گدائی کہ بجد میس کر دے

وہ بکاردی جن جودہ کر شش سے کر پے تھے
 گنہائے خاک تا ہنتم طبق
 زمین کے خولے ساتوں ہفت ایک

شیخ گفتا خالقا من عالم
 شیخ نے کہا ہے خالق میں تو ماقب ہوں
 ہشت جنت گرد را آرم در نظر
 اگر میں آٹھوں جنتوں کو نلکے میں لاؤں

مومنے باقم سلامت جو من
 برہم ستم کا غالب ہوں ایک مومن نہیں
 عالم شمع کر عشق یزدان خور و خور

وہ ماقب جس نے خدا کے عشق کی لذتی کمال
 دین بدن کہ دارا اس شمع فطن
 دیکھتا رہتا ہے بدن دیکھتے ہیں

عاشق عشق خدا و انگاہ مزد
 عشق خدا کا ماقب اور پھر مزدوری
 عاشق اس یسلی کو رو کہ بود

اسی، نیسیل، یسلی کا ماقب
 پیش اور کیاں شدہ بدھا کوئلہ
 اس کے لئے ہی اور سونا یکساں ہو گیا تھا

شیر و گرگ و دزدان واقف شدہ
 شیر اور گرگ اور دزدانہ اس سے واقف ہو گیا تھا

کایں شدت از خوئی جیوں پاک پاک
 کہ یہ جیوں کی خلعت سے بہت پاک ہو گیا ہے

آپچناں جان حرص را بنود تیغ
 ایس جان حرص کے تاج نہیں برقی ہے

آمین خود را طمع بنود فرہ
 لہنے آپ کر کے (دور) زیادہ اور کلاج ہوا
 بود از آثار حکمتہائے ہو

وہ اٹھ کی بکرتوں کا نتیجہ تھا
 عرضہ کردہ بود پیش شیخ حتی
 اطہر اقلانے شیخ کے سامنے پیش کر دیتے تھے

وز بجو کم غیر تو من فاسقم
 اگر میں جسے غیر کی جھمکوں تو میں فاسق ہوں
 و ز کم خدمت من از خوفی سقم

اگر میں اور ذوق کے ڈر سے عبادت کلاں
 زانکہ اس ہر دو بود حفظ بدن
 کیونکہ "دو بدن جہنم بدن کا حصہ ہی

صد بدن پیش نیر و خور و خور
 لکے آگے جھکوں بدن فاسق بچ کر گنت نہیں
 چیز دیگر گشت کم خواشن بدن

وہ "دوسری چیز یک ایس کو بدن نہ کہ
 جبر نیل مومن آنگاہ دزد
 انستار جبر نیل اور پھر چور

عکب عالم پیش او یک ترے بود
 دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک ترے ہی
 زر چہ باشد کہ نہ بدجاں را خاطر

سونا کی ہوتا ہے اس کو باقی کا غور نہ تھا
 بچو خویشتان گرد را و گرد آمدہ
 بچوں کی طرح انکے پاروں میں بھگتے تھے

پیر عشق و محم و شمش زہر ناک
 عشق اور زہر یکے مرگشت اور بچنے کے بچے

عشق بشکافد فلک را صد شکاف

عشق آسمان میں شکرکاف فلک را صد شکاف

با محمد بود عشق پاک جفت

پاک عشق محمد کا ساتھ تھا

منتہی در عشق چوں او بود فرد

عشق میں چونکہ وہ منتہی اوریک تھے

گر نمودے بہر عشق پاک

اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے

من بدایا افراتم جبرج سنی

میں نے او پر آسمان کو اس لئے بند کیا

منفقتہائی دگر آید ز جرخ

آسمان کے دوسرے غماز دیں

خاکست رامن خاک کرم یکسری

میں نے ہنسی کو بالکل ہنسی بنا دیا

خاک را دایم سبزی نوئی

میں کو ہم نے تاکا اور سبزی بخش

باتو گویندایں جبال را سیات

یہ جے ہوتے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں

گرچہ آن نمیشدین نقش لہر

اے شیا: اگرچہ وہ لہریں نہیں اور یہ صورت ہے

غصہ را با غارتشیہ کُشد

غصہ کو کاٹنے سے تشبیہ دیتے ہیں

آں دل قاسی کہ سنگیں خواندند

وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں

در تصور در نیاید عین آں

اگر وہ عین تصور میں نہ آئے

عشق لرزاند زین را از گزراف

عشق زمین کو آسانی سے لرزادیتا ہے

بہر عشق او را خدا لولاک گفت

عشق کی وجہ سے اپنے اپنے میں لولاک لڑا

پس مرا ورا ز انبیاء تخصیص کرد

قرآن میں سے اُن کو مخصوص کر دیا

کے وجودے دادے اطلاق

زمین آسمان کو جو دیکھ مٹا کر دیا

تا علو عشق را فہمی کنی

تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ سکیں

آں جو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ

وہ اُن کے طرح تابع رہی جیسی کہ چرخ

تا ز نل عاشقان بوی بُری

تاکہ آپ عاشقوں کی زلفت کا بد بوی

تا ز تبدیل فقیر آگ شوی

تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں

وصف حال عاشقان اندوختا

عاشقوں کی حالت بجا دیتا ہے

یا بفہم تو گند نزدیک شمر

تاکہ (تشریف) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کہے

آں نباشد لیک تنبیہ کُشد

وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

نامناسب بد مثالے زاندند

نامناسب نہیں ہے، ایک بد مثال دیتے ہیں

عیب بر تصویر نہ نقش مدال

اُن کی مثال پر عیب نہ لکھو اور نہ ذکر

لہ تشبیہیں۔ جس قدر

برگ شمع اور عشق میں سے

گردا گردی کر رہا ہے عشق بادل

جو چاہے کہ آتا ہے اس سے

ڈرتے رہو عشق عشق کے

کارنامے یہ ہیں کردہ سندر

کو دیک کے طرح اناں دیتا

ہے بجا ز کوریت کی طرح

جس دیکھے عشق آسمان

میں شکاف کر دیتا ہے یہیں

کر رہا دیتا ہے۔

تو آموغ عشق کی غفلت

یہی ہے کہ وہ افسوس کر رہا

تو بڑھانے لگے بارے میں

فریاد کر رہا تو رہا تو جس

آسمانوں کو نہ پیدا کر رہا تھا

اور انبیاء میں ہی عشق تھا

لیکن افسوس میں مردہ آتم

خاص میں وہاں آسمان کی

بندی عشق کی بندسی

سمانے کے لئے ہے۔۔۔

منفقتہائی آسمان کی بندسی

میں اصل منفعت یہی ہے

منفقتوں کی مثال انڈے

کی اور اس منفعت کی مثال

چوزے کی کان ہے چوڑیاں

تو فاک۔ زمین اور جتنی

پیدا کرنے کی منفعت یہ

ہے کہ عاشقوں کی دولت کو

اس سے جو بونہاک نہیں

خاکسور ہے پھر نہیں

سبز زار لگ جائے جس سے

سے عاشقوں کی تبدیلی کو

سمجھو۔ باتو چاندی کا جواز

دانشوں کو جواز سمجھنے کے



شرح

خیو تو جب اُن کو گداگری کا حکم ہوا تو وہ مطیع فرمان دُوریش
متوجہ شہر ہوئے اور شہر غزنی ان کے روئے منور سے منور ہوا

لوگ تو خوش خوش ان کے استقبال کو گئے مگر وہ خفیہ راستہ شہر میں آپہنچے اس کے بعد
تمام امرا ان کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور محلات ان کے لیے سجائے مگر انہوں نے
کہا کہ میں خود نمائی کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف گداگری کے لیے آیا ہوں
اور میرا عزم لوگوں کو تعلیم تلقین کا نہیں ہے بلکہ میں ہاتھ میں جھولے لیے ہوئے
در بدر پھروں گا۔ کیونکہ مجھے حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ میں فقیروں میں اس کا مطیع
ہوں پس میں فقیروں ہی بنوں گا اور فقیری مجھے مہذب طریق سے نہ کروں گا اور سوال

میں شاندار الفاظ استعمال نہ کروں گا۔ بلکہ معمولی فقیروں کا اور ذلیل فقیروں کی روش
کے سوا اور کوئی روش اختیار کروں گا۔ تاکہ میں سر سے پاؤں تک ذلت میں ڈوب جاؤں
اور تاکہ میں ہر خاص عام سے سخت سُست سُنوں گا خدا کا حکم جان کے برابر ہے اور
میں اس کا متبع ہوں پس چونکہ اس طرح کا حکم دیا ہے لہذا میں طامع اور گداگر
بنوں گا کیونکہ ایسی حالت میں جو قناعت و ترک گداگری نہ کرے وہ از کتاب معصیت
کے سبب ذلیل ہے جبکہ خدا خود مجھ سے طمع اور گداگری چاہتا ہے تو قناعت کے سر پر
خاک جب وہ ذلت چاہتا ہے تو میں کب عزت کے درپے ہوں گا اور جب گداگری
چاہتا ہے تو میں کب رئیس بنوں گا۔ میں تو ایسے دھڑلے کی گداگری کروں گا کہ اس
گداگری اور ذلت جان کے بعد بیستس عباس میرے قبیلے میں ہوں گے۔

الغرض! انہوں نے گداگری اختیار کی اور جھولے ہاتھ میں لئے پھرتے
تھے اور کہتے تھے ”جناب کچھ تو ضیق ہے اچھا خدا کے لیے کچھ دیجئے حالت تو ان کی یہ تھی
کہ ان کے اسرار عرش و کرسی سے بالاتر تھے اور کام ان کا یہ کہ خدا کے لیے کچھ دو۔
خدا واسطے کچھ دو۔ کیوں اسلئے کہ وہ انبیاء کے قدم پر تھے اور انبیاء بھی یہی کام کرتے
ہیں اور مخلوق خود مغایس کر مگر وہ اس کے مانگتے ہیں اور بھی اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ

کے نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی انصروا اللہ کہتے ہیں جو کہ اُلٹی ... بات ہے
کیونکہ خدا تو خود سب کی مدد کرتا ہے اسکو مدد کی کیا حاجت ہے اور جو خود محتاج مدد
ہیں اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں مگر یہ حق سبحانہ کی عنایت ہے کہ اُن کی خود اپنی مدد کو
حق سبحانہ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور خود ان کے اپنے لیے خرچ کرنے کو خدا کا قرض
دینا ٹھہرایا ہے۔

خیو یہ درویش کہ در بدر گداگری کرتے ہیں حالانکہ آسمان پر سود و ازاہ ان کے
لیے کھلے ہوئے ہیں پھر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انکو خدا کا حکم ہے اور
خدا کے لیے وہ گداگری کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے کھانے کے لیے۔ لیکن اگر بالفرض وہ اپنے
ہی کھانے کے لیے کرتے تب بھی کوئی بری بات نہیں کیونکہ ان کا حلق نور حق سے لبریز ہے

اسلئے ان کے لئے کھانا برا نہیں ہے بلکہ ان کے حق میں روٹی، شہد، دودھ وغیرہ سب کچھ
فقیروں کے چلہ اور صیام آیام بیض سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ روٹی نہیں کھاتے بلکہ نور کھاتے
ہیں اور گو بظاہر چرتے ہیں مگر فی الحقیقت لالہ کاری بہ کرتے اور روح میں صفات
حمیدہ بڑھاتے ہیں ان کے کھانے کی ایسی مثال ہے جیسے شعلہ پوراغ تیل پیتا ہے مگر اس
کھانے سے لوگوں کے لیے نور بڑھتا ہے جب یہ حالت ہے تو ان کے لیے زیادہ کھانے
کی ممانعت نہیں ہے اسلئے کہ حق سبحانہ نے روٹی کھانے کے لئے لائبر فواکھل ہے نور کھانے
کو نہیں کہا کہ بس کرو۔ روٹی کھانے والا حلق زیر امتحان ہے اسکو ضرورت ہے اسراف سے
ممانعت کی۔ اور نور کھانے والا حلق اس مرتبہ کو طے کر گیا ہے اور اسلئے وہ اسراف اور غلو
سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اب نہ وہاں اسراف ہے اور نہ حد سے تجاوز۔ لہذا انصراف کی
ممانعت بھی نہیں ہے (فائدہ: ابن گوی ابتلا بد الخ سے کسی کو شہ نہ ہونا چاہیئے
کہ اہل اللہ حد تکلیف سے خارج ہو جاتے ہیں اور مکلف نہیں رہتے بلکہ تحقیق اسکی یہ ہے
کہ اوامر الہیہ مفیدہ بقیہ۔ اور مبنی بر مصالح خاصہ ہوتے ہیں اسلئے وہ اپنے مواقع کے
ساتھ مخصوص ہوتے ہیں نہ کہ عام مثلاً حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر یہ مفید ہے اس قید کے

ساتھ کہ مال نامی جو حوائج ضروریہ سے فارغ ہو، حوالان حول ہو چکا ہو۔ پس جہاں یہ قید پائی جائے گی وہیں یہ حکم بھی ہوگا اور جہاں یہ قید نہ پائی جائے گی وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس امر لا تسرفوا مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ غذا موجب تقویت نفس ہو۔ پس جہاں غذا موجب تقویت دفع ہوگی وہاں کثرت اکل کی ممانعت نہ ہوگی اسلئے جو لوگ اس حکم کے مخاطب ہوں گے وہ اس حکم کے لحاظ سے زیر امتحان ہوں گے اور جو لوگ مخاطب ہوں گے وہ فارغ از امتحان ہوں گے پس شرعاً کو میں اہل اللہ سے امتحان خاص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امتحان عام کی لیکن یہ امر بھی واضح ہے کہ اہل اللہ کا نفس کو نہایت مضحکہ بوجہا ہے مگر بالکل مردہ نہیں ہو جاتا۔۔۔ دلیل اسکی خود مولانا کا ارشاد ایک قدم زو آدم اندر ذوق نفس الہی۔ اور حق سبحانہ کا ارشاد حکایت عن یوسف علیہ السلام مَا أَسْبَغْتُ نَفْسِيَّ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ہے اسلئے یہ حکم مبنی بر اعلیٰ علیہ ہوگا نہ کہ کلی۔ پس کتابت ہوگا کہ کوئی شخص خواہ وہ گناہی بڑا ہو۔ بحالت صحت عقل مرفوع القلم اور مطلق الضمان نہیں ہو سکتا۔۔۔ اس مقام پر یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ گواہ احکام شرعیہ مقید بقیود و شروط بشرائط خاصہ ہوتے ہیں۔ مگر ہر کسی کو اس کی۔۔۔ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے عقل سے مقید کرے۔ بلکہ یہ کام یا خود شائع کر سکتا ہے یا وہ لوگ جو مرئشناں مثلاً مجتہدین وحی ہیں۔ واللہ اعلم

غرض کہ وہ گداگری بحکم و فرمان الہی تھی نہ کہ حرص و طمع سے کیونکہ یہ مقدس لوگ تابع حرص نہیں ہوتے۔ مبنیٰ یہ گداگری خود ان لوگوں کی منفعت کے لیے تھی اسلئے بھی حرص نہ تھی۔ مثلاً گیمیا تانبے سے کہے کہ تو اپنے کو مجھے دیدے تو یہ حرص نہ ہوگی۔ بلکہ خود گیمیا کا احسان ہوگا۔ پس ان وجہ سے یہ گداگری ممنوع اور قبیح نہ تھی اور جو گداگری وہ کرتے تھے وہ حکمت الہیہ کے آثار نامتناہیہ کا ایک اثر تھی نہ کہ عام گداگری وہ عام گداگری کیسے کر سکتے تھے کہ حق سبحانہ نے ساتوں زمینوں کے خزانے ان کے سامنے پیش کئے تھے۔ مگر شیخ نے کہا کہ اے اللہ ہیں تو عاشق ہوں میں خزانے کیا کروں گا۔ اگر میں تیرے سوا اور کا طالب ہوں تو عاشق

کاسہ کو ہوں گا۔ میں تو نفس پرست عاشق ہوں گا اور اگر میں طاعت میں آٹھوں
 جہنم کو پیش نظر رکھوں یا خوف دوزخ سے عبادت کروں تو اس وقت میں عالمی
 مومن اور سلامتی کا طالب ہوں گا۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق جسم ہے نہ کہ روح سے
 پس اس وقت میں اپنے جسم کو مضرت سے بچانے والا اور اس کو نفع پہنچانے والا
 ہو گا جو کہ عامہ مومنین کے شان ہے نہ کہ عاشق کی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو عاشق غزلے عشق خداوندی کھاتا ہے اس کے
 سامنے ایک جسم کیا۔ سو جسم موت کے پتے کے برابر بھی نہیں ہوتے پھر وہ بدن کی
 کیا فکر کرتا۔ شاید کوئی کہے کہ بزرگ کھاتے تھے پیتے تھے اس کو گرمی سردی سے
 بچاتے تھے وغیرہ وغیرہ اور عاشق الہی بھی تھے۔ پھر کیسے کہا جاتا ہے
 ہے کہ عشاق الہی کو بدنوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی اس لئے اس کا جواب دیا جاتا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ جو بدن شیخ کو حاصل ہے وہ بدن نہیں رہا۔ بلکہ کچھ اور بھی ہو گیا ہے تم
 اسے بدن نہ کہو کیونکہ وہ روح ہو گیا ہے (فائدہ: تفصیل اس کی یہ ہے کہ جسم میں ذاتی
 دو قسم کی صفات ہیں ذمیمہ وغیرہ ذمیمہ۔ مثلاً حرص کینہ وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔ لون تاثیر
 وتشکل وغیرہ غیر ذمیمہ ہیں۔ علی ہذا روح میں بھی دو قسم کے اوصاف ہیں حمیدہ وغیرہ حمیدہ
 صبر قناعت وغیرہ صفات حمیدہ ہیں۔ جو ہر بیت لطافت، بدایت وغیرہ غیر حمیدہ
 پس ارباب تصوف جب روح اور جسم کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے صفات حمیدہ
 و ذمیمہ کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مثلاً جب کہتے ہیں کہ روح جسم ہو گئے تو اس اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے
 جسم کی صفات ذمیمہ اختیار کر لیں اور جب کہتے ہیں کہ جسم روح ہو گیا تو اس مقصود
 یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ دیا اور صفات حمیدہ سے متصف ہو گیا
 پس جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب جسم صفات ذمیمہ سے خالی ہو گیا تو اب
 اس کی خدمت جسم بمعنی مراد ارباب تصوف جسم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اب وہ

روح کی خدمت ہے۔ فافصح المسرام ولشد الحمد) ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ عاشق خدا حظوظ جسمانیہ کی پڑاؤ نہیں کرتے اسلئے وہ جنت و دوزخ کے لئے طاعت نہیں کرتے اب اسکی وجہ صوفیہ ہے کہ یہ طاعت باجرت ہے اور عاشق خدا ہوا اور مزدوری چاہے۔ ناممکن ہے۔ جبرائیل امین ہوا اور چور ہو محال ہے عاشق خدا تو بڑی چیز ہے۔ ایک ذلیل لیلیٰ کے عاشق کی یہ حالت تھی کہ سلطنت عالم اس کے سامنے بیچ تھی اور مٹی اور سونا اس کے نزدیک برابر ہو گئے تھے سونا تو کیا چیز ہے۔ اس کے نزدیک خود جان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اور عشق نے اُس کے یوں قلب ماہیت کر دی تھی کہ شیر اور لومڑے اور دیگر درندے اس داقہ ہو گئے تھے اور عزیزوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب عام جانداروں کا سا نہیں رہا۔ بلکہ ان کی خصلت طبعیت سے پاک صاف ہو گیا ہے اب یہ عشق سے پُرس ہے اور اس کا گوشت اور اسکی چربی زہر آلود ہو گئے ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب عشق زہر ہے تو بری چیز کیونکہ وہ درندوں کے لئے زہر ہے اور جو چیز درندوں کے حق میں زہر ہو وہ عقلا کے حق میں شکم ریزہ ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے طبع میں تضاد ہے پس جو چیز ایک طبعیت کے لئے مُضر ہوگی۔ اسکی ضد کے لئے خواہ مخواہ مفید ہوگی مثلاً جو چیز اچھے کے حق میں اچھی ہے وہ بُرے کے حق میں ضرور بُری ہوگی۔

خیں تو وہ درندوں کے حق میں زہر ہے لہذا درندے عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ عشق کو بری اور بھلی درندے اور عقلا سب جانتے ہیں اور اپنے اپنے موافق خواص سے واقف ہو۔ اسیلئے درندے بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے زہر ہے اور اسلئے وہ عاشق کا گوشت نہیں کھاتے اور اگر بالفرض اُسے کھا بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُنکے حق میں زہر ہو جائے گا اور انہیں مار ڈالے گا۔

دوسری وجہ انس کی یہ ہے کہ عشق آکل ہے اور تمام جنسوں ماکول۔ اور ہر عالم اس کی چونچ کے سامنے ایک دانہ ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ماکول آکل کو نہیں کھا سکتا۔ تِلَاوِ کبھی دانہ بھی جانور کو کھاتا ہے اور سمجھو کہ کبھی گھاس بھی گھوڑے

کو چرتا ہے ہرگز نہیں پسے یونہی عشق کو بھی کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور جب عشق کو کوئی چیز نہیں کھا سکتی تو اس گوشت کو بھی نہیں کھا سکتے جس میں عشق ساری ہے۔ وہو المدعی۔ پس اگر تم درندوں (نفسِ شیطان) سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہیں نہ کھا جائیں۔ تو تم عاشقِ حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عاشق کیسے ہو جائیں عشق تو اختیاری شے نہیں ہے کہ جو چاہے عاشق ہو جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی مبادی تو اختیاری ہیں۔ تم ان مبادی کو اختیار کرو اور بتکلف طاعتِ حق سبحانہ کرو امید ہے کہ تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ گو عشق اختیاری اور کسبِ نہیں۔ مگر طاعت تو کسی ہے اور وہ تو عمل میں آ سکتی ہے پس تم طاعت کرو۔ اس طرح تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ عشق بڑی چیز ہے اور اس میں اور بندگی میں بہت فرق ہے۔ بندہ اور غلام کی تو دلی خواہش آزادی ہوتی ہے اور عاشق بھی آزادی نہیں چاہتا۔ نیز بندہ ہمیشہ خلعت اور وظیفہ چاہتا ہے۔

برخلاف عاشق کے کہ اسکی خلعت صرف دیدارِ یار ہے۔ پس بندہ اور غلام کی طاعت اور عاشق کی طاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کا خلوص اس کے خلوص سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ عشق کی حالت میں کیونکر بیان کروں یہ مضمون گفتِ شنید میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ عشق ایک ایسا ہے جس کی تہہ ہی معلوم نہیں اور معلوم ہے کہ کوئی دریا قطرے نہیں گن سکتا۔ پھر عشق کا بیان مکمل اور مفصل کوئی کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ اس کے سامنے تو ساتوں سمندر چھوٹے ہیں۔

خیر یہ گفت گو تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اب لوٹنا چاہیے اور شیخ سمرازی کا قصہ بیان کرنا چاہیے۔ تم سو کرو کہ ایسا عظیم المرتب شیخ کلی گلی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کیوں محض اسلئے کہ وہ عاشق ہے۔ سو عشق بھی عجیب بے نیاز ہے نہ یہ کسی کی عزت کا لحاظ کرتا ہے نہ کسی کی عظمت کا۔ پس اے خواستگارِ ان عزت و جاہ! تم اسکی بچتے رہنا۔ عشق وہ شے ہے کہ دیا کو ہانڈی کی طرح اُبالتا ہے اور پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے۔ عشق آسمان کے سونے کو گڑے کو دیتا ہے اور عشق زمین کو سخت مٹرا لک کر دیتا ہے یہ تو اس کی سختی کی حالت تھی اب اسکی

برکات سنو: عشق منشأ وجود عالم ہے کیونکہ حق سبحانہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 عشق تھا اس عشق کے سبب اسلحہ لولا کہ لما خلقت الافلاک فرمایا۔ یعنی اگر مجھے تم سے محبت
 نہ ہوتی اور ایسے تمہیں پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا۔ پس عالم کو میں نے تمہاری خاطر پیدا
 کیا ہے۔ اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ حق سبحانہ کو اور انبیاء اور صلحاء سے محبت نہیں ہے بلکہ حق
 یہ ہے کہ آپ محبوبیت میں خرد اور کامل ہیں۔۔۔۔۔ اسلئے انبیاء و صلحا میں
 سے آپ کو مخصوص بالذکر کیا گیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق سنو حق سبحانہ
 بھی فرماتے ہیں کہ اگر عشق کی وجہ نہ ہوتی اور مجھے اسکی حالت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو میں عالم کو
 پیدا نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو اسلئے رفعت دی ہے کہ تم اس عشق کی رفعت سمجھو اور خیال کرو
 کہ جس سبب کا مسبب اتنا رفیع ہے اس مسبب کی رفعت کس قدر بھوگی۔ گو آسمان سے اور
 منفعتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ مگر وہ بیضہ کی طرح غیر مقصود ہیں اور یہ بچہ کی طرح مقصود
 ہے اور میں نے زمین کو اسلئے متذل پیدا کیا ہے کہ تم عاشقوں کے تذلل کو سمجھو۔ اور میں نے
 اسکو اسلئے سرسبز کیا ہے تاکہ تم فقرائے کے بدل و لغیر حالت سے واقف ہو جاؤ۔ اور سمجھو
 جس طرح زمین کو اسکی تذلل کا یہ ثمرہ ملا کہ وہ سرسبز و شاداب ہو گئی۔ یوں ہی فقرائے کے تذلل
 سے اُن کو سرسبزی و شادابی روحانی حاصل ہوتی ہے اور یہ جھے ہوتے اور مضبوط بہار
 عشاق کی ثابت قدمی کی حالت بتاتی ہے۔

غرض کہ ہر چیز سے مقصود عشق اور عشاق کے حال پر دلالت ہے۔ اب جانا فرماتے
 ہیں کہ گو رفعت آسمان اور تذلل و شادابی زمین اور قرار جبال امور حسیہ ہیں اور رفعت عشق
 و تذلل و شادابی و ثبات عشاق امر معنوی و عقلی اسلئے کہ یہ ان کی صحیح نظیر نہیں ہو سکتے
 مگر مقصود محض تقریب فہم ہے اور محاورات میں ایسا کہا جاتا ہے چنانچہ غصہ کو خارشے تشبیہ
 دیتے ہیں گو غصہ خار نہیں ہوتا۔ مگر اسکی غصہ کی حالت بتلائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا قلب
 قاسی اور سخت دل کو پتھر کا دل کہتے ہیں گو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن تقریب فہم کے
 لیے تشبیہ دیتے ہیں اور وجہ ان تقریبی مثالوں کے اختیار کی یہ ہے کہ بیان میں عین حالت
 عشق و عشاق کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی اسلئے اگر بیان میں کچھ نقص ہو تو اسکو قصور

کا نقصان سمجھو اس حقیقت کو منتفی اور معدوم نہ سمجھو۔

لے غفہ۔ اسی کا شایک
منہ می چہرے کی اس کو
کھنے سے تغیر دی جاتی ہے
دل قاسی سوت دل کو تھوڑے
تغیر دی جاتی ہے اگر غفہ
سے غفہ پرا کھیں نہ آئے
تو یہ تغیر کا نقصان ہے اس
سے غفہ کا انکار نہ کرنا چاہیے
لے رقت۔ شیخ خان غنی
سے ایک امیر کے گھر پر ایک
دن میں چار مرتبہ بیک آگئے
تھے جس پر اس امیر نے ان کو
بڑا ہوا کہا بکت۔ مرتبہ پھر
اس نے عرض کیا۔ ان کے ہاتھ
میں زنبیل تھی اور وہ شایک
کی مصالک رہے تھے اور کہہ
رہے تھے کہ اڑھ قاضی ایک
دور دی آگیا ہے۔
لے غفہ۔ یہ غفہ اپنے
سلسلے میں خاندانی اور
شیخ متنفذ اور ملحق حلقہ
یکس اڑھ کا کم ہوا کرتا ہے
مناجوں سے روئی آگئی۔
دفعہ بے غفہ پڑا۔ امیر نے
کہا کہ یہ نہیں پڑتا ہوتا کہ
یہ باتیں کہی پڑی ہیں۔
اتنے غفہ اس امیر نے شیخ کو
کہا کہ روئی پہلے بلواریں
قد رنگ دور دیں ہے۔
تکری حجت توفی بے بیانی
چہ تو یہاں کوئی توفیق اور
غفہ ہے جو ابد تیری قدرت
کرے نہ گدا بڑا بھلا کر۔
لے قاسی۔ غفہ کہیں غفہ
بھاری ہے اسلئے قاسی کے
سنگ بھاری ہیں جس کے غفہ
گمراہ کی زبان کا غفہ غفہ
بروش سنگی غفہ غفہ
گفت شیخ نے فرمایا میں

رفیق شیخ درخانہ امیر کے بہر گدیہ رونے چہا بار بار زنبیل
شیخ کا ایک امیر کے گھر پر نہیں اٹا رہے سے چار مرتبہ شیخ زنبیل کے بیک
بشارت غیب و عتاب کردن امیر اور ابدان قاحت
آگئے جانا اور امیر کا ان پر اس بے غفہ کے لئے غافض رہنا اور
وعدہ رفتن او امیر را
ان کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ رونے چہا کرت چوں فقیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ
درفش زنبیل وشی بند زناں
ان کے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اٹھ کھینے کا نوک تھوڑے
نعلہائے باغ کو نہ است آپس
اے بیٹا! ان نعل بندیاں ہیں
چوں امیرش دیدتش اے دفع
جب امیر نے گھر دیکھا آئے تھے، اسے بے غفہ
انے غفہ بے غفہ چندیں جو غفہ
اسے کہنے بے غفہ؛ اتنی بھاگ دوڑ
اس چہ سفری چہ زولیت چہ کار
یہ کہا معشائی اور کیا نہ اڑا کا کہ ہے؟
کیست اینچا شیخ اندر نرند تو
بڑے! یہاں تیری تہ میں کون ہے؟
حُرمت و آب گدایاں بُردہ
تھے فقیر کی عزت اور آبد بڑا کردی
غافہ بردوش تو عباس و بس
قاس و بس تو سیا غفہ ہے
گفت امیر ابندہ فراموش
انہوں نے کہا کہ امیر میں غفہ کا غفہ ہوں غفہ

بہر گدیہ رفت در قصر امیر
بیک کے لئے امیر کے محل میں آگئے
خالق جاں می بجوید تائے ناں
جان کا پیدا کرنے والا، ایک دن آگیا ہے
عقل کئی را کند ہم خیر و سر
جو عقل کل کو ہم مہربان کر دیتی ہیں
گویمت چیزے منہ نامم شیخ
میں تجھے سے ایک بات کہتا ہوں یہ نام بیکل نہ
تا کے دنا چند بار ذوق دو توئے
کہ بیک اور کتنے دو گئے ذوق کے لئے؟
کہ روزے اندر آئی چار بار
کہ ایک دن میں چار بار آتا ہے
مَن ندیدم نہ گدا مانند تو
میں نے تجھ سے ایسا بڑا فقیر نہیں دیکھا
اس چہ عباتی زشت آوردہ
یہاں بڑی عباتیت تو نے اختیار کی
ہیچ ملحد را مبادا پس لکھش غش
یہ غش لکھش کسی بے دین کا نہ ہو
نا تشم آگ نہ چندیں غش
فقیر آگ سے آگ نہیں ہے غش غش

بہر ناں در خوش حاصل دیدے
 اگر میں اپنے اندر رولی کی جسم رکشت
 ہفت سال از سوز عشق جسم پر
 جسم کو دیکھ دینے والی عشق کی لگی سے سات سال
 تازہ برگ خشک و تازہ خوردم
 یہاں تک کہ خشک اور تر پٹے کھانے سے
 تا تو باشی در حجاب لب لبشر
 جب تک تو امدیت کے پردے میں ہے
 زیر کاں کہ موہیا بشکافتند
 وہیں لوگ جنوں نے موشگافیاں کی ہیں
 علم آیت نجات و سحر و فلسفہ
 شب بدوں اور باد اور طغی کا علم
 لیک کو شید نہ تا اسکاں خود
 لیکن اپنے مقصد پر انھوں نے کوشش کی
 عشق غیرت کرد و زایشاں دود
 عشق نے غیرت کی اور ان سے بھاما
 نور چشمے کہ بروز اتارہ دید
 آٹھویں درویشی جس نے دن میں ستارہ دیکھ یا
 زیں گذر کن پندین میزیریہیں
 جس کو چھوڑا ہاں میری نسبت ان لے
 وقت نازک گشتہ جہاں در صمد
 وقت نازک ہو گیا اور جہاں اظہار میں ہے
 فہم کن موقوف اس گفتن مباحث
 سمجھو کہ مجھے ہر موقوف نہ وہ
 نے گمانے بردہ تو زین نشاط
 میں توفیق پیش دہشت میں بدگالی کی ہے
 واجب ست ہائزست تحصیل
 فرض ہے اور ہائز ہے اور حرم ہے

اشکم ناخوارہ را بدیدے
 رولی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا
 در سیاہاں خوردہ ام من برگ لڑ
 برتنے جہاں میں گھر کے بچے کھاتے ہیں
 سبز گشتہ بودایں رنگ تنم
 میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا
 ستر ستری در عاشقان کتر نگر
 عاشقوں کو ستر ستری گھر سے نہ دیکھ
 علم ہیئت را بجاں دریاقتند
 انھوں نے علم ہیئت کو (دل و جاں سے) حاصل کیا
 گرچہ نشاند حق المعرفہ
 اگرچہ بارے طور پر وہ نہ جان سکے
 برگزشتند از ہمہ آقران خود
 اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے
 شد چنیں خورشید زایشاں پدید
 ایسا سرخ ان سے بوشیدہ ہو گیا
 آفتابے چوں از و رود رکشید
 ایسا سورج اسی سے کیوں پھٹ گیا؟
 عاشقان را تو چشم عشق میں
 تو عاشقوں کو عشق کا نظر سے دیکھ
 با تو توان گفت این م غدر خود
 اس وقت تجھ سے اپنا مذاکرہ میں کیا گیا تھا
 سینہ ہائے عاشقان اکم خراش
 عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر
 حرم را گذار و میکن حسیا ط
 بہت سے کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر
 این قسط را گیر در حرم لے خیل
 اس وقت احتیاط میں کس در حرم کو اختیار کر لے

ایک اشک کے نم سے گھستا
 جوں سے دل میں عشق کی
 آگ لگے ہے جہاں آگ میں
 اپنے اندر دل کی حرم کیوں
 تو اپنا پیٹ پھاڑوں و گشت
 میں نے سات سال تک جھگڑا
 میں گھر کے بچوں پر گھڑ گیا
 ہے
 تازہ برگ یعنی سبز پتے
 کھانے سے دن کا گھبرا
 ہو گیا یا جان میں خوشاں ہو گیا
 آگ اور غیرت کہ وہاں صفات
 انسان مراد ہے جہاں
 وہیں لوگ جہاں کی کھال
 نکالتے ہیں انھوں نے بہت
 دینی علم حاصل کرنے کیلئے دیکھ
 عشق کا علم حاصل ہو گیا
 تازہ خورشید یعنی سورج
 آٹھویں ساتھی عشق عشق کی
 غیرت کا کھانا ہوا انسان کی
 انھوں سے بوشیدہ ہو گیا
 حیرت ہے کہ یہ کیوں لگے
 ایک جہاں سے لیکن انھوں
 لکھو کہ آگ تھی جیوں سے
 تازہ وقت نازک گشتہ
 اسی سے کہا میں اپنے عشق کی
 پاری کی کیفیت بیان نہیں
 کر سکتا جہاں کی سمجھو لے
 بکا رہی ہیں مجھ سے عشق کا
 ہے لے کھاتے کرتے اپنی
 پیش دہشت کی زندگی کو
 سے مجھ پر گمان کی ہے
 تجھے اس میں احتیاط برتن
 چاہئے
 تازہ واجب غرض احتیاط
 کے خلف مرتبہ ہیں ایک
 فرض ہے مثلاً اگر کن ناقص
 اور لازم ہے غرض تو احتیاط
 فرض ہے اگر کن کیا کرے
 غرض ہے تو احتیاط چاہئے
 اگر ضرورت ہو تو کوئی غرض

قرین احتیاط بر حاکم ہے استعین ہاں میں مودت میں دوست غرض غرض غرض غرض غرض

شرح

ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مذکور ایک امیر کے مکان پر چار مرتبہ فقیراً

سوال کرنے گئے ان کے ہاتھ میں جھولے تھے اور وہ کہہ رہے تھے

کہ خدا کے لیے کچھ دلوائے۔ اب مولانا تعجب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ایسی غیبت بات ہے کہ روٹی کا پیدا کرنے والا روٹی مانگ رہا ہے۔ صاحبو! یہ اُلٹی باتیں ہیں جو کہ عقل

کل کو بھی غیظ و الحواس کر دیتی ہیں (فائدہ: یہاں چند امور تو واضح طلب ہیں امر اول یہ کہ شیخ کے فعل کو حق سبحانہ کی طرف کیوں منسوب کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ فانی تھے

اسلئے ان کا فعل گو یا کہ حق سبحانہ کا فعل تھا یعنی چونکہ یہ گدائی یا امر حق سبحانہ تھی اسلئے گو یا کہ خدا ہی مانگ رہا تھا۔ دوم یہ کہ عقل کلی سے اس مقام پر عقل معاش کا بل مراد

اور مقصود یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی ایسی اُلٹی باتیں ہیں جن کی حقیقت اہل دنیا کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی عاقل ہوں نہیں معلوم ہو سکتی)

خیو جبکہ امیر نے اسے دیکھا تو کہا کہ ارے بے حیا! میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں مگر تو مجھے کنجوس

نہ کہتا کیونکہ اس کا منشا کنجوسی نہیں ہے بلکہ تیری خیر خواہی ہے وہ بات یہ ہے کہ ارے

ذلیل اور بے شرم تو رزق کی اس قدر تلاش المضاعف فریکے ساتھ کب تک کرے گا

یہ کیا بے حیائی اور کیا منہ اور کیا حرکت ہے کہ دن میں چار مرتبہ آئے۔ یہاں کون آپکے

منہ میں ہے اور کون روٹی لئے ہوئے بیٹھا ہے کہ جس وقت آپ آئیں کھانا آپ کو تیار طے

[فائدہ: کیست اینجا شیخ اندر بند تو "بعض محشیں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ یہاں آپ کا

کون مرید اور متفقد ہے والد اعلم) میں نے اپنی عمر میں تجھ سا بڑا بھکاری نہیں دیکھا تو نے

بھکاریوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔ ارے تو نے یہ کیا بری گداگری اختیار کی ہے عباس

دبسی جو کہ گداگری میں ضرب المثل تھا تو تو اسکل بھی بڑھ گیا اور وہ بھی تیرا غلام ہو گیا

خدا نہ کرے کہ کسی کافر کا بھی ایسا منحوس نفس ہو۔ یہ ملامت سنکر شیخ نے فرمایا

کہ اے امیر! خاموش رہ۔ میں بحکم خداوندی ایسا کرتا ہوں اور تم میرے آگے سئے اقف

نہیں ہو۔ پس اس قدر غصہ نہ کرو اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا تو بھائے

اکے بھیک مانگوں۔ میں اس روٹی کھانے والے پیٹ ہی کو پھاڑ ڈالتا۔ جناب!

ممکن ہو۔ سوّم یہ کہ اس کا کمال محال ہو۔ پس احتیاط یہ ہے کہ تم اوسط درجہ پر لو
اور سمجھو کہ ممکن ہے کہ کامل ہو اور ممکن ہے کہ نفس پرست ہو اور اس بنا پر تم اس کے
تذلیل اور توہین نہ کرو (هذا هو المبرام والمحشون خطواني هذا المقام)

گریاں شدن امیر از نصیحت شیخ و عکس صدق او و ابتلا
شیخ کی نصیحت اور ان کی تہانی کے پڑنے سے امیر کا روپڑا اور جانتے
کردن مخزن بعد از ان جرأت و گستاخی و استعصام شیخ
اور گستاخی کے بعد عسکرا پیش کردیا اور شیخ کا پھٹا اور شیخ کا
وقبول نا کردن شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیام
قبول نہ کرنا اور نہ کرنا کہ میں بغیر اشارے سے قطع نہیں کر سکتا ہوں
تصرف کردن کہ بے امر غیب نستانم
کیونکہ میں بغیر جہن عم کے نہیں لے سکتا ہوں

تلاوت گفت شیخ نے

امیر کو نصیحت کی اور جب
زار زار رونے لگے صدق کہ
ان کی تہانی نے امیر پر اثر
کیا۔ صدق ماعن۔ ماعن کی
تہانی غیر ماعن کو بھی متاثر
کر چکی ہے امیر کو جب ماعن
تھا صدق موسیٰ حضرت
موسیٰ کی تہانی نے ماعن کو
پہا کر دیا کہ وہ ماعن کو زور
دی کہ وہ ماعن کو زور دے
دراپیل نے مات دے دیا۔
صدق امیر حضرت کی تہانی
سے شوق ماعن ہوا اور صوح
دراپیل ہو گیا۔

لے لے لے لے لے لے لے لے
تے لے لے لے لے لے لے لے لے
جب بہت دیر تک رونے لگے
تہانی نے شیخ سے کہا کہ اگر آپ
بہت خزاں سے بھی تر گئے کہ
شیخ میں لگن بہر حال یہ خزاں
مافر ہے میں سے جو باہر لے
یوں تھان۔ امیر نے کہا میرے گھر
کی بنا کر کہیں جو باہر میں آپ
کہتے تھے وہ دن میں خزاں
گفت شیخ نے لے لے لے لے لے
یہ کم نہیں ہے کہ میں اپنے اہل
خداوں۔ خدائے۔ دستان۔



اشک غلطان رخ او جلے جلے
بلکہ ان کے چہرے پر آنسو بہ رہے تھے
عشق ہر دم طرف دیگے میپزد
عشق ہر وقت ایک عجیب رنگ پھانتا ہے
چہ عجب گر بردل دانا زند
کیا عجب ہے اگر عقائد کے دل پر اثر کرے
بلکہ بردریائے پر اثر شکہ زد
بلکہ بیتناک دریا پر اثر کیا
بلکہ بر خود رشید زخشاں راہ زد
بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
امیر اور فقیر بھی رو پڑا
گفت میرا اور اگر خیزاے ارجمند
امیر نے ان سے کہا اے اقبال خدا
گرچہ استحقاق داری مدحیں
اگرچہ ایسے تر گئے کے مستحق ہو

ایت گفت گریہ در شد ہائے ہائے
یہ لڑا لڑا رہے اپنے کر کے رونے لگے
صدق او ہم بر ضمیر میبزد
ان کی تہانی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا
صدق ماعن بر حنائے می تند
ماعن کی تہانی بہتہ پڑا کر رہی ہے
صدق موسیٰ بر عصا و کوہ زد
حضرت موسیٰ کی تہانی نے ماعن کو پہا کر دیا
صدق احمد بر جمال ماہ زد
حضرت احمد کی تہانی نے ماعن کو متاثر
زور و آوردہ ہر دو نور لغیر
آئے سامنے دونوں رونے لگے اور فریاد کرنے لگے
ساتے بسیار چوں بگرستند
جب بہت دیر تک روئے
ہر چہ خواہی از خزانہ برگزین
جو چاہو خزانے سے لے لو

خاندان تست ہر جہت میل ہست
 آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے
 گفت دستوری ندادندم چنین
 فرمایا، انھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے
 من ز خود نتوانم این کردن فصول
 میں یہ مجھ سے بات اپنی مانگ سکتا
 ایستہا نہ کرد و فہرہ در ز رود
 یہ بہادر کیا اور وہ بازی جیت گئے
 گرچہ صادق بود بنی غل بود خشم
 اگرچہ وہ سچا ہے کھوٹ اور نیز غصہ کے خا
 گفت فرما تم چنین دادست آک
 فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے
 ماگدایانہ ازاں در خواستیم
 ہم نے اسی وجہ سے تمہاری درخواست کی

برگزین خود ہر دو عالم اندکست
 خود پسند کر لیجئے، دلوں جہاں حشر ہے ہیں
 کہ بدست خویش چیز ہے برگزین
 کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے بسا
 کہ کنم من این دخیلانہ دخول
 کریں اور ستانہ دحل دروں
 مانع آں بدکاں عطا صادق ہو
 مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پر غور نہ تھی
 شیخ را ہر صدق می ناید چشم
 ایکن، ہر کسی کی نظر میں نہیں آتا
 کہ گدایانہ برد نالے بخواہ
 کہ فقیرانہ ہا، روئی مانع
 ورنہ ازا مال بے پروا کسیم
 ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہوا

لے آتی ہوا۔ شیخ نے یہاں
 کیا شیخ کو راسل ریاضی حلقہ
 دہا اسطے کلب امیر کی ملاحظہ
 کے لئے دہی پر شیخ کی منت
 کی وجہ سے شیخ نے تھی بہرہ
 درمہد ہستی وہ خطر بھی چال
 پھر میں سے مخالف کی ملاحظہ
 اگرچہ امیر کو یہ لہجہ قریب تھا
 تھا لیکن شیخ نے اس پتائی کو
 پسند کیا اسلئے کہ اس میں غریبوں
 ہستی، مانگ دیا۔ شیخ نے کہا ہم
 قرضائی ہم سے مراد یہ ہے کہ
 ہیں اور نہ ہم مالوں سے بے پروا

شرح

شیخ نے یہ تقریر کی اور امیر نے ہائے کر کے ونا شروع
 کیا اور اسکی رخساروں پر جگہ جگہ آنسو ڈھل رہے تھے۔
 بات یہ تھی کہ شیخ کے خلوص نے امیر کے دل پر اثر کیا تھا۔ واقعی عشق بھی عجیب
 چیز ہے کہ یہ ہر دم ایک عجیب ہانڈی پکاتا اور ہر وقت ایک نیا گل کھلاتا ہے۔ دیکھو!
 امیر و منت پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تم اس متعجب نہ ہونا۔ کیونکہ سچائی اور خلوص کا اثر
 تو حادات پر ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ اسکی ایک ذمی شعور کے دل پر اثر کیا تو تعجب کی کیا
 بات ہے۔ دیکھو! مولیٰ علیہ السلام کے صدقے نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا۔ چنانچہ لاٹھی اتر
 بن گئی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کہ قال اللہ تعالیٰ و در فعا
 فی قہم الطور۔ بلکہ اس کا اثر پر شکوہ سمندر پر ہوا کہ وہ خشک ہو گیا سنیز جناب صل
 اللہ علیہ وسلم کے خلوص نے چاند کے حُسن پر اثر کیا۔ کہ چاند ٹکڑے ہو گیا
 بلکہ آفتاب رخشاں کا راہ مار دیا کہ اسکو آگے چلنے سے روک کر پیچھے ہٹا دیا۔ (خامکہ ۴)

اس میں اشارہ ہے ایک روایت کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھے سوئے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور حضرت علیؓ کی نماز عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو آفتاب کو لٹا دے اس پر آفتاب لوٹ آیا۔

یہ واقعہ گو فی نفسہ ممکن ہے۔ مگر محققین نے اسکی موضوع ہونے کی تصریح کی ہے
گو بعض محققین نے تعدد طرق سے دھوکا کھا کر اسکے صحیح یا حن بھی کہا ہے مگر میرے نزدیک
یہ واقعہ حضرات شیعہ کا تراشا ہوا ہے جو بلاس تسن ہیں اگر ابن سبا کے اختراعی دین
کی ترویج من ہمت تن کو شاں تھے۔ واللہ اعلم) خیر وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف
منہ لئے ہوئے رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا اور شیخ بھی۔ جب ایک عرصہ تک وچکے
تو امیر نے ان سے کہا گو میرا خزانہ آپکے قابل نہیں ہے اور آپ اسکی مستحق ہیں کہ ایسے سینکڑوں
خزانہ آپ کو دیے جائیں مگر آپ تشریف لے چلیں اور جس قدر آپ چاہیں۔ میرے خزانہ سے
لے لیں میرا مکان آپ ہی کا مکان ہے پس آپ تکلف کو کام نہ فرمائیں اور وہاں چلکر آپ جو چاہیں
لے لیں گو میرا خزانہ آپکے لائق نہیں ہے کیونکہ آپکے سامنے ہر دو عالم بے حقیقت ہیں انہوں نے جو ادیا
کہ مجھے اسکی اجازت نہیں، اور مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ جو چاہو لو۔ ایسے میں یہ یہودگی نہیں کر سکتا۔
کہ ملاحت لیے جا کر اٹل۔ یہ غذر کیا اور پز گئے اور اس طرح اس معرکہ میں بازی جیت۔۔۔۔۔ لینے مانع
یہ تھا کہ وہ عطا صدق کامل ناشی زحمتی اسلئے کہ وہ غلبہ حال میں تھی پس ممکن تھا کہ بعد کچھ پختانہ گو اسوقت وہ
عطا صدق دل سے تھے اور اسوقت دل میں کوئی کھوٹ یا نا خوشی نہ تھی مگر ہر صدق شیخ کی نظر میں نہیں
آتا۔ بلکہ وہ صدق کامل دیکھتا ہے بنا بریں انہیں بخند کر دیا اور کہا کہ مجھے تو حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ فقیرانہ جلاؤ
اور رٹی لاگو اور اسی لیے ہم گدا یا نہ سول کرتے ہیں ورنہ ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے۔



اشارت آمدن از غیب شیخ کر این دو سال بفرمان
شیخ کر جس سے اشارہ ہوا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم

ماستدی و بتدای بعد ازین بدو و مستال و سنت در
نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لوہیں بوسنے کے بیچے اٹھ
زیر تحصیر میکن کہ آنرا چوں انبان ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
دوا کر دیکر ہم نے اس کو تھامے لے (معرفت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

کریم در حق تو ہرچہ خواہی بیانی تا یقین شود عالمیاں را کہ
جیسے کی طرح کر دیا ہے، تم جہاں ہو گے اے رستم تاکہ خدا دلاں کو یقین آجائے کہ وہاں
ورائے این عالم عالمی است کہ خاک بکف گیری ز ر شود و

مردہ در و آید ز زندہ شود و خوش کبر در و آید سعد اکبر شود و کفر
مردہ اس میں آجائے قوزہ ہر دہائے غم اکبر اس میں آئے سعد اکبر میں آجائے کفر
در و آید ایمان شود و زہر در و آید تریاق شود و نہ دلائل اس
اس میں آئے ایمان میں آجائے زہر اس میں آئے تریاق میں آجائے دلائل اس میں

عالم است نہ خارج اس عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
عالم اس میں عالم سے خارج نہ ہے نہ فوق نہ ہے نہ تحت نہ ہے نہ متصل
نہ منفصل بچوں و بیچگونہ ہر دم از خون راز و نمونہ
یہ مثال اس کے لیے ہے ہر وقت اس سے ہزاروں افراد رونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعت دست با صورت دست و غمزہ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی دستکاری ہاتھ کی صنعت کے ساتھ اور ہاتھ
چشم با صورت چشم و فصاحت زبان با صورت زبان نہ
کی آواز آتے ہاتھ کی صنعت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت زبان کی صنعت کے ساتھ نہ
داخل نہ خارج نہ متصل نہ منفصل وَالْعَاقِلُ لَيَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

تا دو سال اس کار کو آں مردگار
ان کا رنگارنگی دو سال تکسے کام کیا
بعد ازین می رہی دہ لے از س مخواہ
ہیں کے بعد دسے لیکن کسی سے نہ ناگہ
بعد ازین امر آمد شس اگر دگار
اس کے بعد اسی کو خدا کا حکم پہنچا
مبادیعت ز غیب این دستگاہ
ہم نے تجھے غیب سے ہر قدرت دیدی ہے

تلاش و تامل نہال ایک
نگوئے کہ بدین کو کھنکھار
ایک تو تم نے کہا اور غریبوں
کو راہ بندہ بن گئے غریبوں کو رو
پرسے کہ کسے آواز نکال کر کمال
یا کرد و نہایت و اگر وہ آجانب
تشیہ بعض اشارت سے مست
ہوتا ہے کہ کائنات نے حضرت
ابوہریرہؓ کو کھنکھایا ایک تیلہ
حاجت فرما یا قاتلہ ہمیں سے
یہ مسئلہ کائنات اور شہادت
رہنے کے وہ تیلہ کائنات حضرت

بلکہ طاقت عالمیہ
کے علاوہ ایک اور عالم کو
جہاں اشیا کا وجود نہیں
مستحب مادی کے ہر ماں کو
اداس کا ظہر ماس مانی
ہر ماں ہے مجھوں کا قتل
اسی عالم سے ہے اب اس میں
عالم میں بھی اس کا ظہر ہو
جاتا ہے جتنی اکبر جس جہاں
اس کے اخلاص غور سے
کئے ہیں سچے اکبر جس جہاں
اس کے اخلاص اچھے ملنے
کئے ہیں۔

تلاش دو سال نہال ایک
شیخ محمد سرمدی کا یہ طرز کار
را کہ ایک ایک شخص
اس کو فرمیں اور میں
میں قیام کر دیتے تھے جہاں
دو سال بعد اس کو کھنکھار
تم دیکھو سے ڈاکٹر نہیں
خود ہی نے تم کو قتل
میں دیکھتے ہیں کہ ایک۔

تھے ترکہ ادا نہ ملے
 فتح سے فرا کہ تم پہنچے
 کے نیچے سے جو ہر ادا
 قدم ہر حال کر تھیں کر
 کردہ رکھتے تھے حق ادا
 میں لے کر سزا میں جانے
 لے کر تھیں لڑا۔ دست
 کے لیے ادا نہ ملے
 فکر سے پہلے کے ہے
 باتوں جتنی کہیں
 چھو ہوا۔ تو رب تبارک
 ذرا ادا ہے جو ملت
 کرتا ہے
 لے دیا۔ وہاں ہر دھنوں کا
 قرض ادا کر۔ ایک سال
 کی شیعہ کا یہی نام تھا کہ وہ
 کے نیچے سے کمال ضرورت
 کر دیتے تھے۔ تاکہ حق
 ملے جیسا کہ میں نے کہا
 کی صفت میں ہوتا تھا
 تھے رشتہ میں غصہ کی
 ضرورت خود بخود جان جاتے
 تھے اور جب ضرورت ملے
 دیتے تھے اس کی وجہ
 تھی کہ وہ ادا نہ ملے کی صفات
 سے صاف ہو چکے تھے
 خود میں اپنی مہمت بیان
 کرتا کہ اس کی دل کی بات
 جانتا جاتے جس قدر قرض
 ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم
 میں کوئی قید ہوتا اس کو دیتے

ہرگز خواہد از تو از یک تا ہزار
 ہرچہ ہے ایک سے ہزار تک ادا
 ہیں ز کج رحمت بے مہربا
 رحمت کے بے حساب نعمان سے دے
 ہرچہ خواہند پدہ مندریں ادا
 جو کچھ سے انہیں دے اس کی فکر نہ کر
 در عطلائے مائدہ تمیز و نہ کم
 ہماری عطا میں نہ ڈرنا ہے اور نہ کمی
 دست زیر پر لویا کن لے سند
 اے سندہ ابر سے کے نیچے ادا کر
 پس زیر پر لویا کن تو مشقت
 بھر کر ہر سے کے نیچے سے لقمہ بھرے
 بعد از اس از اجرنا ممنون پدہ
 اس کے بعد ختم دہرے وہاں اس سے
 رو، یدک اللہ فوق ایدہم تو باش
 ہر دن کے انہوں پر اللہ کا ہاتھ ہے
 و اتم داراں از عہدہ و اراں
 قرض دلوں کو نہ دہاری سے چھوڑنا
 بود یک سال دیگر کارش ہیں
 ایک سال اور آئی ۲۰۰۰ ۴۰۰ ۱۰۰
 ز رشد خاک یہ اندر کفش
 کال پین ان کے آہ میں سزا میں جاتی

دست در زیر حصیرے کنی بزرگ
 رہنے کے نیچے ہاتھ ڈال، حال لے
 در کف تو خاک گرد زربدا
 تیرے ہاتھ میں نہ سزا میں جانے دے
 دایرہاں از تو بیش از بیش دانا
 تو خدا کی عطا کر بیش از بیش سمجھ
 نے پشیمانی نہ حسرت میں کرم
 اس عطا میں نہ حسرت ہے نہ حسرت
 از بوائی زوئے پوشش چشم بد
 بڑی فکر سے پردے کے لئے
 وہ ہر دست سائل بشکستہ پشت
 کر لئے ہوتے دلتے دلتے انہیں دیتے
 ہر کہ خواہد گوہر کنوں ہد
 جو ہر ہے اس کو اہم ہوتا ہے
 ہر دست حق گرفتار زرق پاش
 اللہ کے آہ کی طرح مفت زرق پاش
 ہر بار از سبز کن فرض جہاں
 دنیا کی زحی کو بیش کی طرح سبز کر دے
 کہ بدادے زرق کیسے رہت ہیں
 دین کے رہ کی چیز میں سے سزا ہاتھ
 ماتم طانی گدائے در صفش
 مہمان آئے دلتے دلتے دلتے دلتے

دست در زیر حصیرے کنی بزرگ
 ہرچہ کہ سائل را بے گفتن و دستن قدیم و امداد
 ہرچہ کہ سائل کے لئے کہ بات جان لینا اور ان کے کہ ضرورت قرض ہیں اور قرض کی مقدار
 بے گفتن ایشان و گفتن کہ نشان میں باشد کہ آخر
 کہ بیان لینا اور کہنا کہ ضرورت قرض ہے کہ میری طرف کی جانب میری
 بصفاقی الی الخلفی فمن سألک فقد سألنی
 صفات کے ساتھ جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے دیکھا

حاجت خود گر نگفتے آن فقیر
اگر فقیر اپنی منہ رست نہ بتاتا

اوبادے و بدانتے ضمیر
وہ دے دیتے اور دل ہاں جاتا

پیش اور کوشن ضمیر ہر کئے
ان کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی
آنچہ درد دل داشتے آن پشت خم
وہ ڈھکی کر دلا جردل میں رکستا
پس بگفتند چہ دانستی کراؤ
تر و گریز نے ان سے کہا آپ کیسے ہاں پہنچے ہیں
اوبگفتے خانہ دل خلوت مست
وہ فرماتے کہ دل کا گھر خالی ہے
اندو و جز عشق یزدان کا نیست
اس میں خدا کے عشق کے سوا سارا نہیں ہے
خانہ رامن رو تم از نیک و بند
میں نے اپنے بڑے سے دل کرمان کر لیا ہے

از فقیر و دام دار و محبتے
فقیر اور غرض خواہ اور فاسد کی
قدر آں دایے بد نے پیش و کم
اس کی بقدر افسانہ کو دیتے دنیا کا نیک و کم
ایں قدر اندیشہ وار دایے غمو
لے بھا : کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟
خالی از گدیر مثال جنت مست
جو سال سے خالی ہو رہی جنت کی طرف ہے
جز خیال و صیل او دیار نیست
دل کے خیال کے سوا اس میں کوئی دے نہیں ہے
خانہ ام پرست از عشق اعد
یہاں گھر خدا کے عشق سے پر ہے

ہرچہ بنیم اندر و غیر خدا
میں اس میں صانع کا وہ جو کچھ دیکھتا ہوں
گرد آئے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی میں گھر کا درخت یا شاخ نظر آئی
درنگ آب از بینی صورتے
پانی کی وجہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے
لیکتا آب از قندی علی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کوڑے سے خالی ہوتے تک
تا نامند تیرگی و خس درو
تاکہ اس میں کہ صورت اور گیس اور پھوس نہ ہے
جز نگاہ و زنت کو اے متقل
لے غصہ : بچہ کے سوا ہر جہ میں کیا ہے؟
تو برآنی ہر دم کن خواب و خور
تیرا حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

آن من بنود بود عکس گدا
وہ میر نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔
جز عکس نخل و بیروں نمود
باہر کے گھر کے درخت کے عکس کے سوا دیکھتا
عکس بیرون با خدا نقش آئے فتنے
لے فوجان : وہ نقش باہر کا عکس ہوگا
تنبیہ شرطست در جوئے بدن
بدن کی تیر کی صفائی ضروری ہے
تا میں گرد و نماید عکس رو
حتیٰ کہ وہ ایسے بن جائے اور اوجہ کے عکس نہ ہوگا
آب صافی کن رنگ لے ضمیر
لے دل کے دشمن ! پانی کو جتن سے صاف کرنے
خاک ریزی اندر ہیں جو بیشتر
اس تیر میں اور زیادہ مٹی ڈالت ہے

لے میں مصدر بہشتی
مفعول قرار دے کر مہم لے
تیرا تیرہ کیا ہے جنت مہم
پیش و ہر جہ سے داپہاں پیش
بگفتہ : و گریز نے ان سے
مسلم کہ آپ کی بات
کیسے جان پہنچے ہیں، اگر بگفتہ
وہ پیش نہاب میں کہے کہ ہم
و گریز کا دل جنت کی طرف
اقتیاض سے خالی ہے افسانہ
میں مسلمہ مشق خداوندی کے
کوئی چیز نہیں ہے ہم لے اپنے
دل کو مشق خداوندی کے سوا
سے ہاں خالی کر لیا ہے۔
لے تیر جہ : اب ہاں صاف
میں جو کچھ تیرا ہے وہ فقیر کا
عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم
اس کی سب ضرورت جان سکتے
ہیں، مگر داب : پانی صاف
چیز ہے اس میں اگر گھبرا
درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا
عکس ہوگا اور پانی میں جو گھبرا
پیش و گھبرا کے وہ باہر کا عکس ہوگا
لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے
حاجات کے ذریعہ اس کا۔
تنبیہ ضروری ہے۔

لے تاخاند جب اس میں
خود گدا میں زہرے جاتے ہیں
میں بیرون کی عکس نظر آئے گا۔
خود گدا : انسان کا بدن کچھ
سے بنا ہے اس کی صفائی
کے لئے بہت محنت و زحمت
تو برآنی : تو ہر وقت خواب و
خوس لگا رہا ہے جس سے
اس کی نمود میں اور انسان
ہوتا ہے

سبب دانستن ضمیر ہائے خلق

دلوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

ملے چلے جب آپ دل
میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر
خارجی چیز کا مکس اس میں نظر
آنے لگے گا۔ آجہانی جب تو
اس کو مشق کرنے کا پیر ہر
سائن کا مکس تیرے دل میں
نمودار بن جائے گا۔
ملے اتے خزے جب لہاں
گمے ہیں میں بنو رہے گا
تو وہ غریب کی گھنٹی نہ ہوگا۔
کمن پیچے کی جگہ چلے جب
انسان زہد اختیار کرتا ہے
اور حالات سے دل کو پاک
کرتا ہے تو اس کا جسم خیال
کی طرح لطیف ہو جاتا ہے
آجہانی ہر دلوں میں اٹھتی رہتی ہے۔

چوں کہ اس آب ازینہا خالیست
جب اس باطن کا دل ہی سے خالی ہے
پس مصفا کن درون خویش را
تو اپنے باطن کو صاف کرنے
پس ترا باطن مصفا ناشد
تیسرا باطن مصفی نہیں ہوا
اے خزے زائستہ ماندہ درخیز
اؤ گمے: تو جگہ سے کی وجہ سے گمے ہیں میرا
کے شناسی گر خیالے سرگند
اگر کوئی خیال نمودار بہرہ تو کب پہچالے گا
چوں خیالے میشود در زہد تن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے
ابن عیال کثر برواے اندر
باطن میں ہے: کیلئے حاشیہ اہل کمال دے
عکس رو از بروں در آب حست
تو باہر سے جہروں کا مکس پانی میں جا پڑا
تا بدانی بسر ہر درویش را
تاکہ تو ہر فقر کے دل کی بات جانے
خانہ پر از دیو و تناس و دہ
بہشت اور عین ارض اور دہنوں سے ہر گمہ کو
کے زار و اوح میخا کو بزی
حضرت شیخ کی رعوں سے ترک و انصاف ہوگا
کز کد میں نمکنے سر برگد
کہیں نہاں ناز سے وہ آجہاں
تا خیالات از دروند رفتن
باطن نے خیالات کو صاف کرنے میں
تا نگر داند ترا ناہل بروں
تاکہ وہ تجھے باہر دلوں میں سے دہن سے

شرح

شیخ نے دو سال تک یہ خدمت انجام دی اس کے بعد ان کو حق سبحانہ کا حکم ہوا کہ جب تم لوگوں کو دو اور کسی سے نہ مانگو۔ لوہم نے تم کو یہ قدرت عطا کر دی کہ جو کوئی بھی ایک سے لے کر ہزار تک تم سے مانگے تم بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو۔

اور نکال لو۔ پس تم اس شقت

خزانہ رحمت میں سے لوگوں کو دو اور ضرور دو۔ تمہارے ہاتھ میں مٹی سونا ہو جائے گی۔ ہم لوگ جو کچھ بھی تم سے مانگیں تم بے کھٹکے دو اور کچھ خیال نہ کرو کہ کہاں سے آئے گا۔ بلکہ تم عطا حق سبحانہ کو ہمیشہ از بیش سمجھو۔ اس کے نزدیک کسی کا مطلوب خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ پس تم فکر کو اصلاً دل میں راہ نہ دو۔ کیونکہ ہمارے خزانہ میں کمی نہیں۔

اور نہ ہم کو دیکھ کر کچھتا وایا افسوس ہوتا ہے۔ بلکہ چشم بد کی رو پوشی کے لیے بوری کے نیچے
 ہاتھ لے جاؤ۔ اور وہاں سے مٹھی بھر کر کرشمہ سائل کے حوالہ کر دو بسے اب تم یہی کرو کہ تمہاری
 خدمات کا جو نامقطع اجر ہے اس میں سے تم لوگوں کو دو اور اگر کوئی گویا رکھن بھی مانگے تو بھی
 دے دو۔ اچھا اب جاؤ! ہم تمہارے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بناتے ہیں بسے تم یہ اللہ فوق ایدہم کا مصداق
 بنو اور حق سبحانہ کے ہاتھ کی طرح بے حساب صرف کرو۔ قرض داروں کے قرضہ کے بارے
 سے بکدوش کرو اور ابر کی طرح جہاں کو سرسبز و شاداب کر دو۔ خیس تو تیسرے سال ان کا
 یہی کام تھا کہ حق سبحانہ کے پھیلے میں سے لوگوں کو روپیہ دیتے تھے اور رکھ ان کے ہاتھ میں
 سونا ہوتی تھی اور خشخش کی یہ حالت تھی کہ حاتم طائی اس کے گداؤں کی صف میں ایک گدا تھا
 نیز یہ بات بھی تھی اگر کوئی اپنی حاجت شرم کے مارے نہ کہتا تو وہ اس کے مقصد دلی پر مطلع
 ہو جاتے اور اسے دیدیتے خواہ کوئی فقیر ہو۔ خواہ قرض دار۔ یا قیدی خواہ اور کچھ۔ وہ ہر کسی کے
 خیال پر مطلع ہو جاتے اور جس قدر حال اس کے دل میں ہوتا اتنا اسے دیدیتے تھے نہ کم نہ ہوتا تھا
 نہ زیادہ۔ اس پر لوگ استفسار کرتے کہ آپ کو کیا معلوم کہ اس کو اتنے روپوں کا خیال ہے اس کے
 جواب میں فرماتے کہ میرا دل تو خالی ہے اور اس میں گداگری کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کی
 مثل ہے جہاں گداگری کا نام نہیں ہے اور اس میں عشق حق سبحانہ کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں
 اس میں جو کچھ ہے وہ اس صاحب خانہ کے وصل کا خیال ہے میں نے مہر بھلی بُری بات
 اپنے دل کو صاف کر دیا ہے۔ اور میرا خانہ دل عشق فاعل حقیقی سے بھرا ہوا ہے ایسی حالت میں
 اگر میں اس کے اندر غیر کو دیکھتا ہوں تو اس کے میں دوسروں کے مقصد پر استدلال کرتا ہوں کیونکہ
 وہ میرا خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ فقیر کا عکس ہوتا ہے مثلاً اگر پانی میں کھجور کا درخت یا اس کی شاخ دکھائی
 دے تو وہ درخت اور شاخ پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ غلہ بیڑنی کا عکس ہوگا۔ یا پانی میں کوئی صورت
 دیکھو تو وہ صورت پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بیڑنی شے کی صورت ہوگی بسے یہی حالت میرے
 دل کی ہے۔ اب مولانا فاضل مانتے ہیں کہ قلب مصفاً تو ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں
 اشیاء خارجیہ کا عکس بھی ضرور پڑتا ہے۔ مگر اس پانی کی خوش خاشاک سے خالی ہونے کے لئے
 جوئے بدن کا تنقیہ ضروری ہے تاکہ وہ پانی بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کدورت

اوخس و خاشاک نہ رہیں اور تاکہ آبِ دل معکوس کس قابل ہو جائے اور عکس اس میں نمایاں ہو
 تم کو یہ بات حاصل نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے جسم میں سوائے گلہ بہ اخلاقِ رذیلہ و خیالات
 لایعنی کے اور کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ پھر انعکاس کے لیے ہو مل تم اپنے آبِ قلب کو گلِ اخلاق
 رذیلہ و خیالات لایعنی سے پاک صاف کرو۔ تمہارے اندر انعکاس بھی ہونے لگے گا۔ مگر تم تو
 بجائے تصفیہ کے اور اسکو مکدر کر رہے ہو اور اس نہر میں خوابِ خورد و تلذذات

جسمانیہ کی خاک ڈال رہے ہو پھر انعکاس کی کیا صورت ہے۔ چونکہ اس پانی یعنی شیخ کا دل
 ان خس و خاشاک خوابِ خور سے پاک ہے اسی لیے اس میں مقاصد فقر کے چہروں کا عکس
 ہے۔ پس تم بھی اپنے دل کو پاک صاف کرو۔ تاکہ تم کو بھی فقراء کے باطن کا حال
 معلوم ہو جائے۔ تمہارا باطن تو ہنوز صاف نہیں اور یہ گھر شیاطین اور بن مانس
 اور دزدوں یعنی اخلاقِ رذیلہ و خیالات لایعنی سے پُر ہے اور اے گدھو! تم تقنت
 و عناد سے گدھے پن میں پھنسے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں تم کو ادراجِ سیما اور حقیقی
 اہل اللہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے اور اگر ان کے عکس سے کوئی خیال تمہارے دل میں
 آئے بھی جس سے تم انکے حسنِ جمال پر استدلال کر سکو۔ تو تم کو کثرتِ خیالات لایعنی کے
 سبب یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ یہ کس کمین گاہ سے آیا ہے اور کس کا عکس ہے پس
 تم اپنے دل کو تمام خیالات سے پاک صاف کرو۔ لیکن خیالات کا نکال دینا کوئی
 کھیل نہیں ہے۔ ریاضاتِ مجاہدات سے جسم و بلا ہو کر مثل ایک خیال کے ہو جاتا ہے
 جب یہ بات حاصل ہوتی ہے مگر تم ہمت نہ ہارو۔ اور جس طرح بھی ہو۔ ان خیالات
 فاسدہ کو دل سے نکالو تاکہ تم مردود درگاہ رب العزت نہ ہو جاؤ۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ شیرِ خر کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے

ہیں:

غالب شدن مکر و رواہ بر استعصام خمر

در حق کے بزرگ مکر سے کے بجاؤد غالب آجاتا

خریبے کو شید و اور ارفع گفت

مکر سے بہت کوشش کی اور ایسی ممانعت کی

غالب اندر حصہ شریں شد ضعیف

حصہ غالب آگئی اور سب کمرہ ہو گیا

زانا سب کے کش خالق داد دے

اس رسول سے جن کو خالق مانتے تھے

گشتہ بود آن مجاعت را اسیر

رو گھما، بھوک کا قیدی بن گیا تھا

زین عذاب جوئے بائے دار ہم

بھوک کے عذاب سے تر نہات پا جاؤں گا

گر خراول توبہ و سگند خورد

مکر سے اگرچہ پہلے توبہ کی اور شہر کیا

حصہ کور و احمق و نادان کند

ناجی اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا رہا ہے

ہست آسان مرگ بر جان خرا

گندھوں کی جان پر مرنا آسان ہے

چون ارد جان جاوید آن ثقیست

چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا، اجلت ہے

جہد کن تا جاں محمد گردوت

کوشش کر تا کہ تیری جان ابدی بن جائے

اعتمادش نیز بر رازق نبود

جس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا

تا کنوش فضل میر و زنی نہا

اس کو نہ فضل کے بخش لے ایک بے رزق بن گیا

لیک جوئے الکلب باخر خودت

لیکن تم سے میں جوئے الکلب سے

پس گلو ہا کہ برد عشق و غیف

روان کے عشق نے بہت سے گمے کائے میں

گا د فقرا ان یکنون کفر آمدت

مذہب قریب ہے کہ کفر، نہایت متفرق ہے

گفت اگر مکرست بکرہ مردہ گیر

سوچا اگر کرے، ایک دم سے مردہ سمجھ لے

گریحات این ست من مردہ ہم

اگر زندگی یہ ہے تو میں مردہ بہت ہوں

عاقبت ہم از خری خطبے بکورد

انجام لاگد سے میں سے، غلوڑ بھی کر دی

مرگ را بر احمقاں آسان کند

اعقوب پر موت کو آسان کر دیتا ہے

کہ نذرند آب جان جاودا

کیونکہ وہ ابدی جان کی روح نہیں رکھتے ہیں

جرات او بر اہل از احمق است

موت پر احمق کی جرات حقاقت سے ہے

تا برویز مرگ بزمے باشدت

تا کہ موت کے دن تیرا شہر ہو

کہ بر آفتابند بر و از غیب جوڈ

جراثیم پر غیب سے سلامت کرتا تھا

گرچہ کہ گہر ترش جوئے گشت

اگرچہ کھنکھس بھی افس پر بھوک کر سلا کر دیا

در بیان فضیلت جوئے و اختار

بمکر اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نہ باشد جوئے صد رنج دگر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سیکڑوں بیماریاں

اڑنے میں بیضہ برآرد از تو سر

بیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہوجائیں گی

استعصام، بجاؤ۔ جمع اطلب

یعنی جمع اطلب

تلف غالب، مکر سے کہ میں

مہر غالب آگئی دانی کے

عقل نے بہت سوں کو بھوک

کیا ہے، کا و حدیث شریف ہے

کا و انفسہ ان یکنون کفر

مذہب قریب ہے کہ کفر بھی ملے

یعنی اس کا مکر میں کافر

پاؤر ہے، نہایت، بھوک

گفت، مکر سے بھوکا ہے

در حق کا کر ہی ہے اور میرے

ارنے کا کر ہی ہے تو میرے

کے ذریعہ بار بار کہتے

ایک: درست آج ہے۔

لے خبیثہ گلوڑ پر عود

السان کو اطمینان دینا دیا ہے

اور موت کو آسان کر دیتا ہے

جس طرح کہ مکر سے لے لیں

موت کو پسند کر لیا، مکر سے

اعقوب اور گندھوں کی گند

ابدی نہیں ہے اور اسانی

اشکات اور راحت کی دو

سے مکر پسند کرتا ہے۔

چھوٹا، اسانی کا بیٹا

محل کرنے کی کوشش کرنی

چاہئے۔

تلف خدشہ میں مکر سے

کراہی کی رزائی کا قیہ تھا

تا کہ رزق، جتنے دن زندہ رہا

بیم رزق کے زندہ نہیں رہا

لیکن پھر بھی اس کو خدا کی

رزائی پر بھروسہ نہ تھا جو

بھوک، دنیائی، خدا بھوک

میں بھوکا نہ تھا، قیاس میں

بھوک بہت سی حالتیں ہیں۔

تلف مکر سے بھوکا ہے تو

اگر آدمی مکر سے بھوکا ہے تو

بیضہ ہو جاتا ہے پھر بھی

بعد اور بھوکا یا اس پر بھوکا

ہیں۔ سچ۔ بھوک کی حلیف
اور پیادوں کی حلیف سے
بہت بہتر ہے اس میں جسم
میں پاکیزگی اور بھلاہی اور
کارکردگی رہتی ہے اور ان کی
بھی بہت نتائج ہیں عجیب۔
خاتہ سے بہت سی پیادیں
خود رو بہر جاتی ہیں۔

۱۵۔ جتوہ بھوک میں جو کہ
دلی کی بیواؤں کے ساتھ
ہے، بھوک کے لیے کھانے
کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔
مفقورہ، بزدلی، سوز، غم، حقو-
رہیں۔ گفت۔ اس لیے
دبا جاتا کہ بھوک کھن
ہے اور وہ میرے کام میں
ہے، تو جو کہ دلی کی بیوہ
کا مزہ دیتی ہے۔ پس میں
بھوک کا اگر اور میرے کام
کے لیے کوئی دلی کا حکو بنا
لیتا ہوں۔ خود بنائیں۔ بھوک
نہ نسبت ہے جو بھوک کو
میر نہیں آتی کہ بھوک دینا
وہیں چاہا ہے اس میں
انسان کچھ نہ کھاتا ہے۔
تجربہ۔ بھوک صرف خاصا غذا
کا حصہ ہے جس سے وہ کوئی
غیر نہیں کھاتے۔

۱۵۔ چرچلیٹ - ہر کینڈا گدا
 سوک کے لٹتے معاشیوں کی
 اُس کے لئے خام روک بستا
 کردی جاتی ہے اور اُس کو کہہ
 دیا جاتا ہے کہ زور دے سوز
 کا پتہ نہیں ہے رول کمانے
 والی نہ ہے۔ جس جینس کی بھٹی
 پیڑ کھائی کر مر جائے اور اُس
 کی وحاصل زندگی تیر جہاں ہو
 جس زور کے سوک کی موت
 درجہ ہوتے۔

سچ جو ع اولیٰ بُود خود را غل
ان بیابوں سے بسک کی تحفہ دار ہوتے تھے
سچ جو ع از رنجہا پاکیزہ تر
بسک کی تحفہ بیاریوں زیادہ پاکیزہ ہے
جو ع خود سلطان داروہا ہیں
انکا : بسک خود داروں کی بادشاہ ہے

جملہ ناخوش از جماعتِ محبت شد
سب سے مزاحم کہ وہ ہے خوشدل کہ ہر گے ہیں
اُس کے میخوردنِ ان فخرہ
ایک شخص بڑی روٹی کھا رہا تھا
گفت جو ع از صبر خوئی قاتلو
میں نے کہا جب تک میرے نفی ہو جائے ہے
پس تو اؤ کہ ہمہ حلوا خورم
تو کہتے ہیں کہ سب حلوا کھاؤ
خود نباشد جو ع ہر کس راز بوں
ہم کہ بر شخص کے قابو میں نہیں آتے ہے
جو ع مر خاصانِ حق را دادہ اند
ہم کہ خاصانِ خدا کو دی ہے
جو ع ہر عطف گدرا کے دہند
ہم کہ ہر کس بھلا دی کہ سب دیتے ہیں
کہ بخور تو ہم بدیں از نایسے
کہ تو کس تو اسی کے لائق ہے
نبود اندر دل ترا جزو فکر نان
تیرے دل میں تو دل کے جزو کے ملا کہ نہیں ہوتا
بعد چندیں سال حالِ صیت
انھیں سال کے بعد تھے کیا حال؟

ہم باطرف ہم محنت ہم عمل
پاکیزگی کا ستارے ہیں کچے بچے کا ستارہ ہیں ارشد کے
خاصہ درجوع ست نفع و ہنر
خود بنا ہو کر ہیں سیکڑوں کا نمونہ اور دینار
جوع درجاں جنیں خواہش میں
ہو کر کربان میں بگڑے، اسکوڑیں نہ سمجھ

جملہ خوشہالے مجاہدین ہر دست
خاموشی مژدہ بغیر ہرک کے مرود ہیں
گفت سائل چوں بدین مستشر
سوال کرنے والے نے پوچھا ہے اس عشق کیوں ہو
نارنجودر پیش من حلوا شود
میرے لئے جو کدوئی طربا بن جاتی ہے
چوں کنم صبر ضروری لاجرم
جب لامسا ضروری مہر کر رہیں
کایں علف از رست اندازہ ہو
کیونکہ گھاس کی چڑھا ہوا انداز سے زیادہ ہے
تا شود از جوع شیر و زورمند
تاکہ وہ ہرک سے سفیر اور طاقتور نہیں
چوں علف کم نیست پیش اوہند
جو کچھ یاد کہ نہیں ہے اس کے لئے کہ وہ چاہے
تو نہ مرغ آب مرغ ناپے
تو پانی کا پرند نہیں ہے تو رنی کا پرند ہے
ناید اندر خاطر مجزذکریاں
تیرے دل میں رونے کے کوکے ہوا کچھ ہنسنا
جوع مُردن یہ بود زینت
مرنے کی جھوٹ تیرے اس پہنے سے بہتر ہے

حکایتِ مُردے کہ شیخ از حصرِ ضمیر اوقاتِ شہد و اُورا
 اُس مُردے کی حکایت جس کے دل کی حوس سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کی

نصیحت کرد بزبان و در ضمن نصیحت قوت توکل
 زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اشارے کے علم سے
 بخشیدش بامر حق عزوجل
 اس کو قوت کی قوت بخش دی

۱۵ حکایت۔ ایک شخص ایک
 مریض کے ساتھ شہر کی گلیوں
 جا رہے تھے جہاں قلعہ تھا مریض
 روٹی کی حرص کی وجہ سے بیمار
 تھا شیخ اس کی کیفیت
 متکلف ہو کر دیکھنے لگے

نصیحت کی اور اس لیے نصرت
 سے روٹی کی حالت پر گری۔

۱۶ حکایت۔ یمنی دوسرے قلعہ
 زدہ تھا روٹی گراں اور کیا
 تھی۔ آؤ غفلت یمنی دنیا کی
 رزاق کی غفلت سے۔ فقیر
 بیچیں۔ دیکھی۔ اب۔ آؤ۔
 تو روٹی کی گھر میں بل۔ ہا۔
 تھے خلیج پر سر نہیں ہے۔
 تو۔ قانون نامان غصہ
 سے نہیں ہے جن کو رزق کا
 حقد دیا گیا ہے۔ تھے و عمار
 دہماری خدا پرست رہا ہے۔ گی۔
 گنج۔ حق۔

۱۷ حکایت۔ دنیا داروں کے
 لئے کج نصرت کا تالیاں موجود

ہے جو کج نصرت۔ جب مرنے
 ہے تو کج نصرت لگتے تھے
 ہے جو قرآن میں فرمیں
 کہ نصرت کر دی جاتی ہے اور
 وہ روٹی خرچہ سے کہیں ہے
 کہ روٹی کی حرص میں رہے
 اظہار۔ روٹی۔

۱۸ حکایت۔ شیخ نے فریاد
 کیا انسانی رزق کا اتنا حق
 نہیں ہے جتنا رزق انسانی
 کا ماضی ہے۔ اظہار۔
 فہم۔ عمار رزق انسانی کو
 نصرت کے کہ اس کے پاس
 پہنچتا ہے۔ ماضی۔

رزق انسان پر ماضی ہے
 اور وہ اس کو کتنا ہے شہر
 میں تیرے پاس پہنچا رہا
 کیونکہ انسان کی بے مبری

سوئی شہر نے راہ را بخا بودنگ
 شہر کی جانب رواں روٹی کیا ہی
 ہرے میگشت از غفلت مزید
 جوفلت کی وجہ سے، ہر کو بڑھ رہا تھا
 گفت اور چند باشی در زیر
 انہوں نے اس سے کہا کہ یک پریشان نہیں کیا
 دیدہ صبر و توکل دوستی
 تو نے مسبار توکل کی آنکھ بند کر لی ہے
 کہ نژاد ارند بے جوڑ و مویر
 کہ تھے بغیر خودی اور عشق کے رکھیں
 کے زبون کچھ تو بیچ گداست

وہ تجھ سے امتیاز فقیر کے تیری ہی کہاں ہے؟
 کا اندلیں طبع تو بے ناں بالستی
 کہ تو اس طبع میں ہنس رہی ہے شہر
 از برای این شکم خواران عام
 ان عام پیشروں کے لئے
 کہ نصرت بے نوالی کشتہ خویش
 کہ بے سرو سامانی کے لئے ہے اپنے آپ کا پاؤ
 لئے بکشتہ خویش را اندر زجر
 لئے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پٹائی میں مار ڈالا
 رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست
 تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ ماضی ہے
 کہ ز بے صبریت اندلے فضل
 کیونکہ اسے بھروسہ! وہ تیرے بے مبری کا تھا

شیخ میشد بامریض بید رنگ
 شیخ ایک مریض کے ساتھ قلعہ کے مریض
 ترس جوع و قحط در فکر مرید
 مریض کے فکر میں تھا اور میرک کا خوف تھا
 شیخ آگاہ بود و واقف از ضمیر
 شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے
 از رزائے غصہ ناں موختی
 تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے
 تو زراں نازنینان عزیز
 تو ان پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے
 جوع رزق جان خاصان خدا

بہرک، خاصان خدا کا رزق ہے
 باش فارغ توازا نہایتی
 تو مطمئن رہ، تو ان میں سے نہیں ہے
 کاسے برکاست ناں بزناں ملک
 ہمیشہ پیار پر پیار روٹی پر روٹی ہے
 چوں بمیر و میر و ذناں پیش پیش
 جب مرنے کو روٹی آگے آگے جاتی ہے
 تو برقی مانند ناں بر خیز و گیر
 تو بڑھ، روٹی وہ بھی کلاہ لے لے
 ہیں توکل کن ملزراں پاؤ
 غمہ دار توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا
 عاشق مست و مریض و مریض ہوں
 وہ ماضی ہے اور آگاہ ہے رہے، شہر شہر

گرترا صبرے بلے ذق آمدے خوشن چوں عاشقان بزلورود

اگر تجھے مسبد ہوتا تو ذق آتا ۳۱ عاشقان کی طرح اپنے آپ کو تجرہ لانا

ایں ترپے لرزہ زخوفی غنیمت در تو کُل سیر می تانید زلیست

بسوک کے ڈر سے یہ جانا اور بھار کیوں ہے؟ زلیست میں بیٹھ بوسہ ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایت آں گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اس جیل کی حکایت ہر ایک بڑے جزیرہ میں ایلا ہے اخلاق ان بڑے جرے سے

آں جزیرہ بزرگ اہر روز پر کند از نبات و ریاحین کہ

کر روز گمانس اور خوشہ دار ہر روز سے بھرتا ہے تاکہ نبات تک

تا علف آں گاؤ باشد تا شب آں گاؤ ہمہ را بچر دوفرہ

اس میں کھنے چارہ ہے وہیں سب کو بچھرتا ہے اور ہسار کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح مٹا ہوتا ہے بساتین ہر جات سے اس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرار چریدم فردا چہ خورم تا ازین غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جگہ چر دیا کس کو کیا چوں؟ یہاں تک کہ اس

شود و میچوں خلال روز بر خیزد ہمہ صحرار سبز تر و انبوه تر بیند

رنگ سے بچنے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جگہ کو زیادہ سبز اور

ازنی باز خورد و فرہ شود باز شبش ہماں غم بکیر و ساکت

زیادہ گنا دیکھتا ہے اس میں سے بھر کھاتا ہے اور مٹا ہوتا ہے ہر رات کو اسے غم

کہ او پچنیں سے بیند و اعتماد نمی کند

اچھلتا ہے ساراں گھر گئے ہیں کہ وہ بھی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز مست اندر جہاں اندر دگا ویت تنہا خوش دہاں

دیکھیں ایک سبز جزیرہ ہے اس میں ایک کیلاہیل مہمکس چلے والا ہے

جملہ صحرار چر د او تا شب تا شود زلفت و عظیم و متعجب

وہ رات تک تمام جگہ کو بچھرتا ہے حتیٰ کہ سونا اور بڑا اور بزرگ میں جاتا ہے

شب اندیش کہ فردا چہ خورم گرد و اوچوں تار مولو لاغر غم

راست میں اس لئے کہ اس کو کیا کھاؤں گا؟ وہ غم سے بال کی طرح کڑھو رہا ہے

چوں بر آید صبح گرد و سبز و شست تا میاں رستہ فیصل سبز و شست

جب صبح ہوتی ہے پھر سبز ہو جاتا ہے تا میاں رستہ فیصل سبز و شست

سبز چارا اور کھیتی کر تک ہوتی

۱۔ حکایت اس حکایت کو

یہ جانا تا قصہ ہے کہ جیل میں

اس جیل کی بے سیر کی تھی اور

ذوق کے عمر میں کھانا تھا

یہی حال انسان کا ہے۔

۲۔ ریاحین خوشبو دار پھول

بھل۔ دانست کہ بچے کا کھانا

خوش دواں۔ عمدہ خوراک

کھانے والا۔

۳۔ جملہ صحرار۔ ہر اسی جزیرہ پر

نیل کیلا ہے کہ ہر عروب

کھاؤ اور مٹا تازہ بن جاتا۔

منشیب۔ عجیب، بزرگ۔

۴۔ شب۔ رات ہر اس غم میں

رہتا کہ میں نے سب چر دگا۔

کمالی اب کس کو کیا کھاؤں گا۔

۵۔ فیصل۔ سبز چر، خوراک۔

اندر آفت گاو با جوع البقر
 بیل جوع البقر کے ساتھ میں میں منس ہوتا ہے
 باز رفت و قربہ و کمتر شود
 بھر مٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے
 باز شب اندر تپا قدرت از قریع
 وہ ہر رات کو کھڑا رہنے بخار میں جھکا ہوا ہوتا ہے
 کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خود
 کہ کھانے کے وقت میں کس کو کب کھاؤں گا؟
 بیچ نیندیش کہ چندیں سال من
 وہ کہیں نہ سہیت کہ اتنے سال سے میں
 بیچ روزی کم نیاید روزیم
 کسی دن بھی میرا دن کم نہیں ہوتا ہے
 باز چون شب میشود آں گا وقت
 پھر جب رات ہوتی وہ مٹا بیل
 نفس آں گاہ دست آں شت آں چہا
 نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جھگ ہے
 کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب
 کہ میرٹ ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟
 ساہا خوردی و کم نامد ز خورد
 تو نے ساواں کیا آئندہ کھائے کم نہ جوا
 لوٹ پوٹ خوردہ را ہم یاد آر
 کھائے جھوٹے مرگن کھانوں کو یاد کر
 قصہ آں گاؤ را یکسوئے نہ
 اہس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ

تا شب آں را خورد او سر بسر
 رات تک وہ اہس کو کچھ ہوتا ہے
 آن تنش از پیہ وقت پر شود
 اہس کا بدن چرلی اور طاقت سے بھر جاتا ہے
 تا خود لاغسر ز خوف متبوع
 چو گاہ کے ڈر سے لاغسر ہوتا ہے
 ساہا این ست کار آں بقسر
 اہس بیل کی جالوں بھی حالت رہی
 میخوم زیں سبزہ زار و زیں چن
 اس سبزہ زار اور اہس چن کو چر رہا ہوں
 چیست این ترس و غم و دلوزیم
 دیکھا میرا خوف اور غم اور دل سوزنا کیوں ہے؟
 میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
 وہ غرہ ہوتا کہ آئے رزق مستمر ہو گیا
 کو می لاغسر شود از خوف نا
 جودہ کے ڈر سے لاغسر ہوتا ہے
 لوٹ فردا از کجا سازم طلب
 کس کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟
 ترک مستقبل کن و ماضی نگر
 آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر
 منگر اندر غابر و کم باش زار
 مستقبل کو نہ بچھو اور بد حال نہ بن
 زان خرو زان شیر ز پیغام دہ
 اہس گدے اور ز شیر کا پیغام دے



لے جوع البقر وہ مرغی ہے
 جس میں انسان کا کھانا ہوتا ہے
 پٹ نہیں ہر پٹ ہے۔ فقر ہوتا ہے۔
 قریع گھبراہٹ و شیعہ چاہی۔
 ساہا ایک مٹا ہوا کھانا
 بیل کی بیل کی حالت رہی کہ
 کو کرنا کرنا ہوتا ہے اور رات
 کو کس کی عمر میں ہوتا ہے ہر سال
 اور بھی نہ سوچا یہ خوف کیا
 ہے اتنے سال گزر گئے اور
 مجھے ہر حال میں غور کرنا چاہی
 ہر روز ہے۔
 لاغسر۔ وہ کہیں نہیں رہتا
 کہ کسی روز بھی بیل کی کم نہیں
 لی رہی ہے تو میں غم میں نہ کہ
 نفس۔ انسان کے نفس کے
 بیل کو اور دیکھو یہ جھگ۔
 کہ۔ انسان ہی بیل کی
 کھانے کے کس کو کیا کھانے کا
 ترک۔ انسان کو پانچ کر
 ماضی پر غور کر کہ مستقبل کی
 فکر چھوڑ دے۔
 لے رفت۔ یہ یاد رکھ کر کہ ہم
 لذت فانیں کھا رہے ہوتے
 اسی طرح سے گناہوں کی فکر
 میں نہ پڑے تیرے گناہوں پر
 کہے کہ شکر کرنا اس وقت
 میں شکر کرنا ہی اس وقت
 پہنچے گا کہ روزی نے اس
 وقت میں کہے کہ مال بیکر گوا
 کیا شیر نے اگر مصافحہ کیا
 کہ نہ کہ کہاں ہے تو روزی
 نے جو ہر سال اگر کہے کہ
 کہ وہ جھگ ہے تو یہ ہے کہ
 سارے ہر روز وہ ہر کھانے
 تیرے پاس کیسے آتا ہے۔

گدھے نے بہت کچھ کوشش کی اور بہت کچھ ٹالا لیکن بالآخر مغلوب ہو گیا
 کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی جسے حرص غالب ہو گئی اور صبر تحمل کمزور ہو گیا

شرح

اور تجربہ یہ ہوا کہ جان دیدی۔ واقعی روٹی کی محبت بھی بہت بُری چیز ہے کہ یہ سیکڑوں گلے کاٹ دیتی ہے اور لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسی بنا پر اس حقائق شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کاد الفقر ان یكون کفرا مروی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات آدمی فقر و فاقہ سے تنگ ہو کر ایمان کھو بیٹھتا ہے اور دین بیچ دیتا ہے۔ خیر تو وہ گدھا بھوک کی تکلیف میں مبتلا تھا اسلئے اس نے کہا کہ اچھا اگر کوٹری کا منکر بھی ہے تو جان بھی تو جائے گی بلا سے جائے۔ روز کی مصیبت تو چھوٹیں گے۔ ایسی زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اگرچہ اول میں تو بیک تھی اور تم کھائی تھی مگر آخر میں اس نے اپنے گدھے پن سے حماقت بھی کی کہ کوٹری کے ساتھ پھر چل دیا۔ حالانکہ وہ ایک مرتبہ خطرہ کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ وجہ اسکی کیا تھی محض حرص۔ یہ حرص ایسی بُری بلا ہے کہ اندھا اور ناحق اور نادان بنادیتی ہے اور احمقوں پر موت کو آسان کر دیتی ہے حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اب سے سنو کہ موت احمقوں کی نظر میں بے وقعت کیوں ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کو روح باقی کی چمک حاصل نہیں ہوتی۔ جسے ان کو موت کے آثار و نتائج کا علم ہو۔ ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جب ان کو روح باقی حاصل نہیں تو وہ شقی ہیں اور اشیاء کے لیے موت ہرگز مقید نہیں۔ پس ایسی حالت میں ان کا موت پر جرات کرنا سرا سر حماقت ہے پس تم کو کشش کرو کہ تمہاری روح فنا فی اللہ ہو کر باقی بقاء حق اور اس طرح سے مخلد ہو جائے۔ تاکہ تم کو موت کے دن کے لئے سامان حاصل ہو جائے اور تم صحیح طور پر موت کے خطرہ سے آزاد ہو جاؤ اور موت واقع میں تمہارے لئے آسان ہو جائے خیر ایک وجہ تو اس کے جانے کی یہ تھی کہ وہ بھوک سے بے تاب تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کو رازق مطلق پر اعتماد نہ تھا اور نہ سمجھتا تھا کہ خدا غیب سے اس پر بخشش کریگا۔ حالانکہ حق سبحا نے اب تک اس کو اپنے فضل سے بے روزی کے نہیں رکھا تھا گو کبھی کبھی اس پر بھوک کو بھی تسلط کر دیتا تھا اور یہ کوئی بُری بات نہ تھی کیونکہ اگر بھوک نہ ہو اور ہمیشہ سیری ہو تو کبھی نہ کبھی بیضہ ہو جاویگا اور بیضہ کے بعد سیکڑوں تکلیفیں پیدا ہو جائیں گی۔

پس بھوک کی تکلیف ان بیماریوں سے اچھی ہے۔ لطف میں بھی، کمی میں بھی اور اثر میں بھی یعنی بھوک کی تکلیف میں لطف و عنایت حق سبحانہ زیادہ ہے بہ نسبت اور تکلیفوں کے۔ نہ بھوک

میں بہ نسبت اور امراض کے تکلیف بھی کم ہوتی ہے اور بہ نسبت اور امراض کے بھوک کے نالغ
 بھی اچھے ہیں پس بھوک اور بیماریوں سے اچھی ہے بالخصوص اسلئے کہ اس میں بہت سی
 منفعتیں اور خوبیاں ہیں چنانچہ ایک بہت بڑا نفع تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑی دوا ہے اسی بنا پر
 اطباء نے کہا ہے کہ اگر کوئی اس امر کا التزام کر لے کہ جب خوب بھوک لگے۔ تو کھانا کھائے
 اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے ایسا شخص تندرست رہے گا۔ اور جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھوک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے پس تم بھوک کو جان
 میں جگہ دو اور اسے اس قدر ذلیل نہ سمجھو ایک خوبی بھوک کی یہ بھی ہے کہ تمام نامرغوب کھانے
 اس مرغوب ہو جاتے ہیں برخلاف سیری کے کہ اس تمام مرغوبات مکروہ بن جاتے ہیں۔
 ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ بھوک روٹی کھا رہا تھا کسی نے پوچھا کہ اومیاں! اس کے
 کھانے کو تمہارا جی کیسے چاہتا ہے؟ اس جواب دیا کہ "جناب جب صبر کے سبب بھوک بڑھ جاتی
 ہے تو پھر مجھے یہ بھوک روٹی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے نزدیک حلا ہو جاتی ہے پس جبکہ بھوک
 میں یہ صفت ہے تو آدمی اگر چاہے کہ بالکل حلا ہی کھائے تو وہ صبر کر کے ایسا کر سکتا ہے۔
 اب ہم ان خوبیوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ بھوک ہر شخص کو تو دی بھی نہیں جاتی
 کیونکہ جانوروں کے لیے تو بہت وسیع چارہ گاہ موجود ہے یعنی شکم خواروں کے لیے حق سجادہ
 یہاں غذا کی کمی نہیں۔ پھر ان کو کیوں بھوک رکھا جائے گا۔ بھوک تو خاصا حق کو دی جاتی ہے
 کہ وہ بمقتضائے الجوع طعام الصلیقین اس غذا کے روحانی حاصل کر کے شیر اور زور آور
 ہو جائیں۔ اور ہر کینہ بھکارے کو بھوک نہیں دیتے اور چونکہ چارہ کی کمی نہیں ہے اسلئے اسکو
 اس جانور کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ لے کھا۔ کیونکہ تو اسی قابل ہے کیونکہ تو آب حیات کا طالب
 جانور نہیں۔ بلکہ روٹی کا طالب جانور ہے اب ہم کہتے ہیں کہ اس طالب نان — تیرے
 دلائل و دلی کی فکر کے سوا اور کچھ بھی ہی نہیں اور مجھے دلی کے سوا کچھ یاد ہی نہیں آتا لیکن تو یہ تو بتا کہ اتنے دنوں تک تو
 نے کھایا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں پس ایسی حاصل زندگی سے بھوکا مرنے کا بہتر ہے اچھا ہم نہیں ایک حکایت سناتے ہیں
 جس میں تو کوئل کی ضرورت معلوم ہو سکتا! ایک بزرگ اپنے ایک مرید کے ساتھ شہر کو جا رہے تھے وہاں دو ٹیڑوں
 کی کمی تھی بنابریں مرید کو بھوک اور قحط کا خوف اسکی غفلت سبب ہر دم زیادہ ہوتا تھا۔ شیخ صاحب کشف حق

انکو اسکی اندرونی حالت پر اطلاع تھی لہذا انہوں نے فرمایا کہ ارے تو کب تک پریشان ہوگا
 بھلے مانس! تو روٹی کے غم میں فٹا ہو گیا اور صبر تو کل کی طرف سے تو نے بالکل آنکھیں
 بند کر لیں۔ تجھ کو ایسا نہ چاہیے بھائی تو عزیز نازنینوں سے نہیں ہے کہ تجھے بے جواز
 مویز یعنی بے غذائے جسمانی رکھیں گے بھوک تو خواص اہل اللہ کی ادراج کا رزق ہے
 وہ تجھ سے پریشان خاطر گد اگر کو کب ملے گا پس تو اطمینان رکھ تو ان لوگوں میں
 نہیں ہے کہ اس مطبخ میں بدوں روٹی کے کھڑا رہے۔ اسلئے
 تجھے روٹی خود ملے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! شکم خوار عوام کے لیے پیالوں پر پیلے اور روٹی
 پر روٹی چلی آرہی ہے یعنی شکم پر دونوں کو بکثرت غذا مل رہی ہے حتیٰ کہ جب ان میں
 سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کے آگے روٹی چلتی ہے کیونکہ وہ روٹی ہی کے فکر میں جان
 دیدیتا ہے اسلئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص خوف فقر سے اپنے کو ہلاک کر دیا لہذا
 حق سبحانہ کے حکم تکوینی سے اس کے آگے آگے روٹی چلتی ہے جس میں اشارہ ہوتا ہے اس
 طرف کہ اے اپنے کو پریشانی سے مار ڈالنے والے شخص تو تو چل دیا حالانکہ تو تو بزبان حال
 غلو کا مدعی تھا اور روٹی ہنوز ماتی ہے حالانکہ تو اسکو ختم ہو جانے والا سمجھتا تھا لے اٹھ
 کر لے لے (فائدہ: میر و دنان پیش پیش میں اشارہ ہے ایک رسم کی طرف اور
 وہ رسم یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اسکی قبر پر جنازہ کے ساتھ روٹیاں اور اناج
 وغیرہ صدقہ کے لیے لے جاتے ہیں یہ رسم چونکہ بدعت ہے اسلئے ہم نے شرح میں حکم
 حق سبحانہ کو تکوینی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ واللہ اعلم) پس جبکہ حالت یہ ہے کہ تو تم کو خدا
 پر بھروسہ چاہیے اور خوف فقر سے تھرا نا چاہیے۔ اسلئے کہ جس قدر تم رزق پر عاشق ہو
 اسکی زیادہ خود رزق تم پر عاشق ہے۔ شاید تم کہو کہ عاشق ہے تو تمنا کیوں نہیں۔ سو بات یہ
 کہ وہ عاشق ضرور ہے مگر تمہاری بے صبری کا اسے علم ہے اسی لیے وہ توقف کرتا ہے لیکن
 اگر تمہیں صبر ہوتا تو وہ خود آتا اور عاشقوں کی طرح اپنے کو تمہارے اوپر ڈالتا پس تم کیوں
 بے صبر ہو اور فقر و فاقہ کیوں ڈرتے ہو۔ تم تو کل کو۔ تو کل میں تم مستغنیانہ زندگی بسر

کر سکتے ہو۔ اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ جس سے تم کو بے صبری کا
 لایعنی ہونا معلوم ہو اور تمہاری توکل کو قوت ہو۔ دنیا میں ایک سرسبز جزیرہ ہے اور ایک
 تنہا گائے ہے وہ شام تک تمام جنگل چر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی
 ہے لیکن رات کو اس خیال سے کہ کل کو کہاں سے کھاؤں گی نہایت دہلی ہو جاتی ہے
 پس جبکہ اگلا دن ہوتا ہے تو جنگل ہرا ہو جاتا ہے اور خیر اور کھیتی کر کر تک ہو جاتی ہے
 اس میں گائے بے تابانہ گھومتی ہے اور شام تک سب کو صاف کر دیتی ہے اور پھر خوب موٹی
 تازی ہو جاتی ہے اور اس کا جسم چربی اور قوت سے بھر جاتا ہے مگر رات کو پھر وہ ڈرتی ہے
 تا آنکہ وہ اس خوف سے کہ کل کو کھاس کہاں سے ملے گا دہلی ہو جاتی ہے۔

غرض کہ برسوں سے اس کا یہی کام ہے اور وہ ہرگز نہیں خیال کرتی کہ میں اس سبز
 نزار اور اس چمن میں اتنے دنوں سے کھاس کھا رہی ہوں اور میری روزی اصلاح کم نہیں ہوتی پھر
 یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ موٹی تازی گائے خواہ
 مخواہ دہلی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرا رزق جاتا رہا۔

یہ قصہ تو سن چکے اب سنو کہ نفس اس گائے کے مانند ہے اور دنیا اس جنگل کے
 متساویہ کیونکہ وہ ہر روز کھاتا ہے مگر پھر روٹی کے خوف سے گھلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے
 میں کل کو کیا کھاؤں گا اور کل کو روٹی کہاں سے حاصل کروں گا اس کوئی کہے کہ اسے احمق بتونے
 برسوں کھایا اور کھانے میں کمی نہیں آئی تو آئندہ کی فکر چھوڑ۔ اور گزشتہ زمانہ پر نظر کر اور
 جس قدر تو غذا کھا چکا ہے اس میں غور کر کہ وہ کہاں سے آئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی وہیں
 اور آئیگی پس تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور دُلا مت ہو۔ اچھا اب گائے کے قصہ کو الگ
 کرنا چاہیے اور گدھے اور شیر کی حالت بیان کرنی چاہیے۔



صید کردن شیر آں خراوتش شدن شیر از کوشش و رفتن
خبر آں گھرے کوئلا کرینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا چا سا رہا اور پھر پر جانا

بہشتہ تآب خوردن آباژ آمدن شیر روباہ جگر بند دل گردہ
کار بان ہے، شیر کے دایں آنے تک دھڑی گھرے کا جگر بند دل اور گردہ کھلے

خرا خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و
تھی کیونکہ وہ تھا شیر نے شیش کی تو دل پر جگر بند پالا

جگر نیافت از روباہ پر سید کہ دل و جگر و گردہ کجاست
دھڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے

رو بہ گفت اگر او را دل و جگر بودے اینخاں سیاستے کہ
دھڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جانی نے اس دن دیکھ سہ تھی

دیدہ بود آں روز ہزار حیلہ جان بر دہ بود کہ بر تو باز آمد
جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تقریر سے پاس کب ۱۲۰

لوگنا نسمعہ او تعقل ما کئے نأمن أصحاب السعیر
اگر ہم نہ سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بر در خرا و رہبک تاپیش شیر
دھڑی گھرے کر شیر کے سامنے سے تھی

تشنہ شد از کوشش آں سلطان
محنت کی وجہ سے وہ دزدوں کا بادشاہ یہ ساہیگا

رو بہک خورد آں جگر بند دل
دھڑی اس کا جگر اور دل کسا گئی

شیر چوں واگشت از چشمہ مخور
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب دایں آیا

گفت سوبہ را جگر کو دل چہ شد
دھڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا

گفت اگر بودے و را دل یا جگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز
اس نے قیامت دیدہ بود و رستخیز

لے لگتا۔ دوزخ اور دوزخ
میں کہیں گے اگر ہم سمجھتے ہات
نہیں سمجھتے اور سمجھتے ہات
دوزخ میں نہ ہوتے۔ دھڑی
نہیں دھڑی۔ دھڑی اور دھڑی
کا بادشاہ رہتا ہے۔

لے لگتا۔ جب شیر بان
چلتے چلتے آتھی کہ کوشش
کیا وہ گھرے کا دل اور جگر کھا
شیر کھانے دایں کر دیکھا
گھرے کا دل و جگر بند تھا۔

لے لگتا۔ شیر نے دھڑی
سے کہا دل اور جگر تو ہر روز
میں خورد ہوتے ہیں اور اس
گھرے کے کہیں ہیں۔ اگر گھرے
دھڑی نے کہا اگر اس گھرے
کے دل و جگر ہوتا تو یہ دھڑی
تیرے پاس کیے ۱۲۰۔ آں جگہ
اس گھرے نے قیامت شیر
کھانے دیکھا اور پھر ہات پر سے
نہرے کی گرا تھا۔

پارہ پارہ کر دوش آں شیر دلیر
اس بہادر شیر نے اس کے کھڑکے کھڑکے

رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد
چشک کھانہ گیا۔ کار بان بنے

آں نماں چون فرصتہ فداش
اس وقت چونکہ اس کو موقع ہو

جست در خردل نہ دل بندے جگر
گھرے میں دل بھڑکا نہ دل تھا نہ جگر

کہ نباشد جانور رازیں دو بند
جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

لے بدیں جا آمدے بار دگر
وہ دوبارہ اس جگہ کب ۱۲۰

واں زکوة قتال ہول گر پز
وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور ہراس

گر مگر بُودے دُلا یا دل بُدے
اگر اس کے جسک ہوتا یا دل ہوتا
چوں نباشد نورِ دل دل نیست
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے
اں زجا جے کوندار نورِ جہاں
وہ شیشہ جہاں کا نور نہیں رکھتا
نورِ مصباح ست ایدو الجلال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے
لاجرم در ظرف باشد اعتدال
لامعاد ظرف میں تقعد ہے
نورِ شش قندیل چوں آسمند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا
اں جہود از ظرفہا مشرک شد
جہود کی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا
چوں نظر بر روح افتد مورا
چونکہ اس کی نگاہ مدح پر پڑتی ہے
چوں نظر بر ظرف افتد روح را
تجربہ مدح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے
جو کہ آتش ہست جو خود اں بُود
جس نہر میں پانی ہے نہر ہی ہے
ایں نہر دانند اینہا صورت اند
نہر نہیں ہیں یہ صورت ہیں

بار دیگر کے بر تو آمدے
دوبارہ تیسرے پاس کسب آ؟
چوں نباشد روح جو گل نیست
جب روح نہ ہو تو ہتی کے ہوا یکہ نہیں ہے
بول قارورہ است قندیلش خواں
اس کو قندیل نہ کہ وہ پیشاب کی شیش ہے
صنعتِ خلقت اں شیشہ رسال
شیشہ اور ویلا مخلوق کی کارگری ہے
در لہب با جہود الا اتحاد
در شیشوں میں اتحاد کے ہوا یکہ نہیں ہے
نیست اندر نورِ شاں اعداد چند
اُن کے نور میں تقعد اور شمار نہیں ہے
نور دید اں مومنِ مدرکِ شمت
مومن نے نور دیکھا وہ شمس بنا بن گیا
پس یکے بند خلیس و مصطفیٰ
اس نے خلیفہ اور مصطفیٰ کو ایک دیکھتا ہے
پس دو مین شیشہ ا و نورِ را
وہ شیشہ اور نور کو دو دیکھتا ہے
آدمی آنت کورا جاں بُود
آدمی وہی ہے جس میں جان ہو
مردہ ناند و کشتہ شہوتند
مردہ بہ جان بیٹھ دیکھ میں اور شہوت بہر قوتان ہیں

لے کر کر دے۔ اگر دل
جگر ہوتا تو یہ دلوں نہ آتا۔
چوں نباشد جس جہود کا جہود
ہے اگر وہ جہود اپنا نام نہیں
کرتا تو اگر بارہ صفی نہیں
دل میں جب نور نہ ہو تو وہ
دل نہیں۔ انسانوں میں مدح نہ
ہو تو وہ نفس علی کا جھلک ہے
اں زجا جے جس شیشہ میں نور
نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ
پیشاب کی شیشہ ہے شیشہ
یعنی قندیل کا شیشہ رسال
یعنی ہتی کا جہود۔
لے لاجرم۔ چلوں اور
قندیلوں میں تقعد اور مدح
ہے اُن کی روشنی جو سببیت
ہے اس میں وحدت ہے۔
اں جہود دیکھو نہ بنید کے
اجسام پر نظر کی توان میں تقعد
کچھ بعض ایمان لے کر
یعنی ماکفر کو دیا مومن نے
اجسام اور نور کو پر نظر کی
بلکہ روح اور نور کو دیکھا
میں وحدت ہے نور کا حقیقہ
ہو کہ نہ نفرت نہ حق نہ خد
جس شیشہ ہم جس کے
دلوں میں سے کسی میں تفرق
نہیں کہے ہیں۔
لے جگر نہر تو ہی ہے جس
میں پانی کا آواز دہی ہے جس
میں روح ہے۔ ایں عزم نہا
نہیں ہیں نور میں جس کا کو زندہ
ہی نہ سمجھو یہ شیشہ خداوندی
کے منتقل ہیں

شرح

الفقہہ لومڑی گدھے کو شیر کے پاس لگئی اور شیر نے اُسے چیر بھار ڈالا
چونکہ ضعیف تو تھا ہی اسکی ساتھ مشقت کی۔ اسکی اس پر حارت کا
غلبہ ہوا اور پیاس لگ گئی پیاس بھانے کے لیے وہ چشمہ پر گیا لومڑی کو موقع ملا اسنی دل اور
جگر کو کھالیا۔ جب شیر پانی پی کر کھانے کے لیے لوٹا تو اسنی دل تلاش کیا مگر اسکی کو نہ اس میں

دل ملانہ جگڑا۔ اسٹل لوٹری سے کہا کہ آخر دل کہاں گیا اور جگڑا کیا ہوا۔ کیونکہ جانور میں ان دونوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ لوٹری نے جواب دیا کہ حضور اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو یہ ہمارا دوبارہ آتا ہی کیوں۔ کیونکہ وہ قیامت اور محشر کا نمونہ جو گزر چکا ہے اور وہ ہمارے گزرا اور خوف اور بھاگڑ وہ خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا پس اگر اسٹل اندر دل یا جگر ہوتا تو دوسری دفعہ آپکے پاس آتا ہی کیوں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو! جب دل میں نور نہ ہو جو دل کی روح ہے تو وہ دل نہیں ہے اور جب کہ اس میں روح نہ ہو تو وہ محض ایک گوشت پارہ اور مٹی ہے۔ دیکھو جو شیشہ کہ اپنے اندر نور نہیں رکھتا جو کہ اس کی جان ہے۔ وہ قارورہ کا شیشہ ہے اُسے قندیل نہ کہنا چاہیے کیونکہ جو کمال کی چیز ہے تو اس میں نور چراغ ہے کیونکہ وہ عطلے کر دگار ہے باقی رہا شیشہ قندیل یا چراغ کا ٹھیکرا۔ سو وہ تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں پس جبکہ اس میں وہی شے نہیں جس کا کمال ہے تو کیا کہ وہ بمنزلہ لاشے کے ہے اس مقام پر ہم کو ایک مناسب مضمون یاد دیا گیا پس ہم اس کو بیان کرتے ہیں سنو! چونکہ قدر شعلہ چراغ کامل ہے اور خال و شیشہ ناقص یہی وجہ کہ ظروف یعنی سفال و شیشہ میں تعدد ہوتا ہے اور سفال میں صرف اتحاد ہوتا ہے چنانچہ جب قندیلوں کے الوار مل جائیں تو وہ سب ایک ہوتے ہیں اور ان میں تعدد و تفرق نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت ارواح و اجسام انبسیار کی سمجھو کہ ان کی ارواح کے الوار متحد ہیں اور اجسام مختلف۔ پس چونکہ کفار مکہ نے اجسام پر نظر کی اور ابراہیمؑ اور مصطفیٰؐ کو دیکھا اور اپنے شرک کو دین ابراہیمی خیال کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مانے پایا تو وہ مشرک ہے اور مومنین نے ان کے الوار کو دیکھا اور دونوں کو ایک جانا۔ تو وہ حقیقت شناس ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا حکم سمجھا اور بت پرستی کو ترک کر دیا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ جب آدمی کی نظر روح پر پڑتی ہے تو وہ ابراہیمؑ اور مصطفیٰؐ یعنی انبیاء کو ایک سمجھتا ہے اور جبکہ اس کی روح کی نظر اجسام پر پڑتی ہے

تو وہ شیعہ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام یعنی انبیاء کو دوسکتا ہے چنانچہ کفار نے اجماع پر نظر کی تو مؤمن ببعض و نکفر ببعض کیا اور مومنین نے ارواح کو دیکھا۔ تو لا
ففرق بین احد من سلسلہ کہا۔

خیر یہ مضمون تو لطیفہ تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ دیکھو جس ندی میں پانی ہوتا ہے
ندی حقیقی وہی ہے علیٰ ہذا آدمی وہی ہے جس میں حق شناس روح ہو۔ رہے یہ لوگ جو
تم کو دکھائی دیتے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کی تصویریں ہیں کیونکہ یہ حق شناس نہیں ہیں
بلکہ عاشقِ نامان اور مخلوبِ شہوت ہیں اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی۔

حکایت۔

حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ
بھگوان انسان بہت ہی سبکی
وہ انسان جس میں انسانیت
ہو گیا ہے۔

لے آئے۔ ایک خدا کا
عاشق وہی ہر درجہ بھٹے ہوئے
کو دھندلایا کرتا تھا۔
دن میں چراغ کی روشنی سے
شہش کرنا خان اور دل کی
کی بات ہے تو چراغ کے کیا
عاشق کر رہا ہے۔ گفت۔ ہاں
عاشق خدا کے کہا میں ہر سبک
ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں
جو اللہ کی عطا کردہ
سے زبرد ہوا کر کے کوئی
انسان نہیں کہے۔ ہر حکایت
میں ہر دور شخص نے کہا کہ
یہ سارا اناکارا فتنوں سے
پانا ہوا ہے اور تجھے کوئی نفع
نہیں آتا۔
لے آئے۔ ہر دور اس عاشق
خدا کے کہا میں ایسے انسان
عاشق میں ہوں جو خدا کا
میں خدا اور جس کی گفت
بید سے راست پر چلتا ہوا

حکایت آل راہب کہ روز با چراغ میگشت در میان
اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لے کر گزرتا تھا اُس
بازار از ستر جانتے کہ اور ابود
اپنی حالت کی وجہ سے جو اس کو مایل تھی

گر دیوار و درش پر عشق و نور
باز رہا، اور میں کا دل عشق و نور سے پُر تھا
میں چیمبھوئی بنوئے ہر دکاں
ہر دکاں کے پاس ترکہ ادا کرتا ہے؟
در میان روز و رات چیت لاغ
روشنی میں (یہ) سب بات ہے!
کہ بگوئے از حیاتِ اَل لے
روح و سانس کی زندگی سے زندہ ہو
میں نیام تہج و حیراں گشتا
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور میری ہر گیم میں
مردانند آخر اے دانائے خُر
لے مقلد آناؤ! آقا خدا ہی ہیں
در رخِ چشم و ہنگامِ شہرہ
غیر کے راستہ میں اور مسرے کے وقت

آل کے با شمع بزمِ میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لے کر گزرتا تھا
بوا الفضولے گفت اور کا فلا
ایک بیہودہ نے اس سے کہا کہ اے فلاں!
میں چیمبھوئی بنوئے ہر دکاں
میں تو چراغ لے کر گزرتا ہوں؟
گفت چیمبھویم ہر ستر آدے
میں نے کہا میں ہر سبک انسان عاشق کرتا ہوں
گفت من جوئی اے انسان گشتا
میں نے کہا میں انسان کا جواں رہتا ہوں
گفت مردے ہست میں بازار پر
افضولی، بڑے کہا، یہ بازار بڑا برا ہے
گفت خواہم مردِ بڑا جاہ دورہ
میں نے کہا میں دورا ہے راست پر انسان یا خدا

وخت

اختر انگریزوں نے انکسز بنائے۔
جو دیو کی سی صاحبِ فہم رکھا۔
جیسے پیش میں ہوا نہ انہی
جیسے پیش میں غریب خزانہ۔
کرا۔ گرا یا آدمی کے لیے چلنے
قوس شہر نماں زبانِ کردار۔
۱۰۰ گنت۔ اس شخص نے
کہا انسان انوارِ دیو کی یاد
ہے اس کا بشارت ہے تر
نظارہ خاوند کی کے حکم سے
فاصل ہے اور انسان کے
افعال کو اس کا اختیارِ فعل
سمجھا ہے۔ ناظر۔ انسان
کا اپنا اختیار کہاں ہے اس
کو تقدیر پر بندہ ہو نہ ہے۔
۱۰۰ نکتاتِ تقدیر کے سامنے
تو میری ہے وہی ہے اور سنگ
خاکہ کو تقدیر پانی کی تڑپ ہے۔
لے۔ تو نے یہ کچھ رکھا ہے کہ
راستہ تیرے قدم کے کٹائے
ہیں یہ تیری خاک کااری ہے سب
کچھ تقدیر پر کٹے ہے جتنی
تو ظاہری اسباب پر لگا رہتا
ہے اور حقیقت سب کے فاصل
ہے خاک۔ تو ظاہر پر نظر
رکھتے حقیقت اور باطن
تجھ سے پوشیدہ ہے۔
۱۰۰ آج بھی جس مردانیک
بیزگار کے خوش نہیں اس کی
سیرِ طرح اسبابِ ظاہری بغیر
غور و تحقیق کے کچھ اثرات نہیں
رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت
اریب کا صبرِ مشرود ہے خدا
نے ان کو اس حکم و احکام کے
ممبر کو دیکھ مہربانی دلانے
کو دیکھ جنتِ جہنم۔ ہفت کون
کچھ نہٹ چلائے واسطے کہ

وقتِ ختم و وقتِ شہوتِ مرد کو

فستق کے وقت اور خضر کے وقت انسان کہاں ہے؟
 کو دریں دو حال مرے درجہاں
 دنیاں میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟
 گفت نادر جبینہ بخون و لبیک
 ہنس نے کہا تو کیا بجز تماش کر ہے لیکن
 ناظر فرعی را صلے بے خبر
 تر شاغ کو دیکھنے والے ہے اسے بے خبر ہے
 جبر خرداں را قضا گمہ کند
 قضا گمہ کرنے والے آسان کر گمہ کر دیتا ہے

تنگ گرواندن چہاں چارہ را
 "خبر کی دین کو تنگ کرتا ہے
 اے قرآن دادہ رہ را گام گام
 (وہ کرتے) قدم قدم راستہ اٹھ کر اُتر دیا
 جو بے بدیدی گرویش تنگ آسا
 بیکر تیرے پر پہلے کے پتھر کے پتھر کو دیکھا ہے
 خاک را دیدی برآمد بر مہوا
 تیرے ہوا پر گرز کو دیکھ ہے
 دیکھتا ہے فکر میں بی بی بخش
 تیرے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے
 گفت حق الہوت را در مکرمت

عزازیم! اشرار نے (مفت) اپنے جیلا
 یوں لبصر خود مکن چندیں نظر
 خبردار! اپنے صبر پر زیادہ غصہ نہ کر
 چند مینی گروش دولاب را
 بہت کم گروش کو کب تک دیکھے گا؟

طالب مردے دوائے کو بکھو

میں ایسے انسان کی طلب میں کو کچھ روز کا ہیں
تبادلے اور کف امر و زحان
تا کہ آج میں اُن پر جان سببان کروں
غافل از حکم قضائی نیک نیک
تو (اٹھ کر) قضا کے حکم ہے! مگر غافل ہے
فرع مائیم اصل احکام قدر
ہم شاخ ہیں، تعدیر کے احکام اصل ہیں
صد عطار در اقصا ابلہ کند
قضا سیکڑوں عطار دگر ہے وقت بنا دیتی ہے

آب گرد اند خدید و خارہ را
 در لہے اور (سنگ) خارہ کو پانی ہمارقہ ہے
 خام خامی خام خامی خام خام
 تر کتاہیں کتہے، کتاہیں کتاہے، کتا، کتا
 آب جورا ہم میں آخربیا
 آ، بالآخر ہرے کے پانی کو بھی دیکھ لے
 در میان خاک سب گرباد را
 گزد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے
 اندر آتش ہم نظری کُن ہوش
 ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

سن بہر موصیت صبر کے امت
نے تھے ہر ہر مال کے برابر میرا ہے
نکھر دیدی صبر دادن را نکھر
ترنے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے
نکھر بر دل کن ہم میں میرا ہے
سزا ہر کس حال، ہاں والے کو بھی دیکھ لے

پرتھ۔ تقدیر خداوندی آسانی کرکے راستے سے ہٹا دیتی ہے مگر سناوہ جو آسانی کا فتنی ہے
اس کو تقدیر میں بنا دیتی ہے۔

تو ہی گوئی کرمی بنیم ویک
 تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، تیک
 گردش کف را چو دیدی مختصر
 جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے
 آنکہ کف را دید سر کو باں بود
 جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیشا
 آنکہ کف را دید نیتھا گنت
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ گنت میں ہے
 آنکہ کف را دید در گردش بود
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ پکر میں ہے
 آنکہ کف را دید بیگارش کند
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیکار ہے
 آنکہ کف را دید گردش او
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا ست نجات
 آنکہ کف را دید آید در سخن
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے
 آنکہ کف را دید پالودہ شود
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے

دید آخر ائیں علامتہا ست نیک
 اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں
 حیرت باید بدریا درنگر
 تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ
 و آنکہ دریا دید او حیراں بود
 جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے
 و آنکہ دریا دید دل دریا کند
 اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بناتا ہے

و آنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا
 و آنکہ دریا دید او بغیش بود
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھٹ ہے
 و آنکہ دریا دید بردارش کند
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سولہ بچھا رہتا ہے
 و آنکہ دریا دید باشد غرق ہو
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ نہایت غرق ہو جاتا ہے
 و آنکہ دریا دید شد بے ماوین
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے امانی کے رہتا ہے
 و آنکہ دریا دید آسودہ شود
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

تو ہی تیرا دروئی تو ہے
 کہ تو حقیقت سب کو دیکھتا ہے
 لیکن حقیقت سب کو دیکھنے والا
 کی ایک علامت بھی تیرے لئے
 نہیں ہے۔
 اگر تو ایسی ہیسی باتیں
 کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے
 یہ ہیں پہلی دیکھی ہے اگر تو
 حیرت میں پہنچتا تو دریا کے
 حقیقت ذات باری تعالیٰ
 پر نظر کرتا، آنکہ جو عرض حقیقت
 پر نظر رکھتا ہے اور انکو دریا
 جدا چیز سمجھتا ہے نہ اس میں
 سمجھے کہ تیرے جو عرض دریا
 وحدت پر نظر رکھتا ہے اس کو
 مورد حیران حاصل ہوتی ہے۔
 لے، آنکہ گھبراہٹ جو عرض دریا
 حقیقت سے غافل ہے اور
 معنی بھٹکوں اور محالوں کو
 دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال
 کو شمار کرتا ہے کہ کتنا کیا
 اور کتنا خطر آ رہی ہیں اور وہ
 شخص جس کی دریا پر نظر ہے
 اپنے انتشاری افعال کو بھی
 سمجھتا ہے کہ یہ انتشار بھی
 خدا کا حکم کارہ ہے کہ تو
 بدو میں اپنے شخص کو سکون
 حاصل نہیں ہوتا ہے پھر تو
 میں نہیں کو ایمان حاصل
 ہو جاتا ہے جبکہ عرض میں
 بڑا کے وحدتوں سے لگتا
 ہے اور آخر وہی اجڑے ہوئے
 رہتا ہے۔ ہر کارش کند وہ
 وہ مخلوق کو نہا کے نالکی
 خدمت میں لگ جاتا ہے۔
 لے، مست او، مخلوق میں
 است ہر خدا سے غافل ہو
 جاتا ہے، غرق ہو جاتی فنا
 فی اللہ۔ جو من معر
 آرزو تو شد غرض باز نیا رہ

تو ہی تیرا دروئی تو ہے



آنکہ جو عرض حقیقت کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریا سے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو بھی
 طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں ایچی بڑی کرتا ہے۔ و آنکہ دریا جس نے بحر حقیقت کو دیکھا ہے اس
 کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سمجھے نہایت اللہ سمجھتا ہے۔

شرح

ایک شخص دن کے وقت شمع لئے ہوئے کسی مطلوب کے عشق اور سحر سے بھرا ہوا بازار میں گھوم رہا تھا ایک فضول نے کہا کہ خباب آپ ہر دکان کے سامنے کیا ڈھونڈتے ہیں ارے آپ روز روشن میں چراغ سے کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں یہ کیا مذاق ہے اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرف ایک ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو حق سبحانہ کے نفع روح سے زندہ ہو یعنی عارف ہو اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو تلاش کرتا ہوں مگر مجھے بالکل نہیں ملتا اور اس نے میں حیران ہوں اس نے کہا کہ صاحب! آدمیوں سے تو بازار بھرا ہوا ہے آخر یہ بھی تو آدمی ہیں اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی تلاش نہیں کرتا مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو دُورستوں پر مرد ثابت ہو ان میں سے ایک راہ غضب ہے اور دوسرا راہ جحش اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ غصہ اور خواہش نفس کے وقت مرد کہاں ہے۔ اور میں ان دونوں صفتوں کے مرد کو کوچہ کوچہ تلاش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو ان دو حالتوں میں مرد ہو۔ ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے تاکہ اس پر آج ہی جان قربان کر دوں چونکہ اس گفتگو سے مقصد اس شخص کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور یہ کہنا تھا کہ تم کو ایسا ہونا چاہیے چنانچہ طریق جستجو اس پر شاہد ہے اس نے عجیب نے جواب میں جبر سے تسک کیا۔ اور یوں جواب شروع کیا۔ آپ واقعی ایک عجیب چیز تلاش کرتے ہیں جو کہ دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے کہ اس میں بندوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی حالت اس پر شاہد ہے اور یہ آپ کے حکم قضا کے نہایت سخت عقلت ہے آپ فرع کو دیکھتے ہیں مگر اصل کو نہیں دیکھتے اصل تو احکام قدر ہیں۔ رہے ہم اسویم تو اسکے تابع ہیں پس جیسا حکم قضا قدر بنا ہے ہم ویسے ہی بن جاتے ہیں پھر اگر ہم میں کیا آدمی نہیں ہے جیسا آپ چاہتے ہیں تو الزام کی کیا بات، بدل حکم الہی کے ہم ایسے بن کیسے سکتے ہیں پس یہ آپ کی نصیحت فضول ہے انسان تو کیا چیز ہے قضا قدر میں تو وہ قوت ہے کہ اس وضع خاص سے پھرنے والے آسمان کو اس روش سے پھیر دے اور عطار دے جو کہ دُورسیر فلک ہے اس جیسے سینکڑوں کو احاطہ کر دے اور عالم تدبیر کو اکل تنگ کر دے کہ کسی تدبیر بینی بن پڑے اور نہ ہے اور نہ خاک را کو پانی بنادے پس اس شخص جس را خدا کو

اقدام انسان اور اس کی سعی سے طے ہونے والا قرار دے رکھا ہو تو ہمنوز حرام ہے۔ خام ہے۔ خام ہے خام ہے تو نے انسانی تصرفات کو دیکھ لیا اور اس کو مختار سمجھ لیا اور مختار سمجھ کر اسے مسلزم ٹھہرا دیا اور نصیحت پر آمادہ ہو گیا۔ آخر تجھے اس پر تو نظر کرنی چاہیئے جو اس مشین کو چلارہا ہے اور جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کو گھومتے دیکھا ہے تو تجھے پانی کو بھی تو دیکھنا چاہیئے جو اس کو گردش دے رہا ہے نیز تو نے خاک کو ہوا میں حرکت کرتے دیکھا ہے مگر تجھے خاک کے اندر ہوا کو بھی تو دیکھنا چاہیئے نیز تو افکار کی لاندیاں پکھتے دیکھا ہے مگر تجھے تصرف حق سبحانہ کو بھی تو عقل سے دیکھنا چاہیئے جو انہیں پکار ہی ہے غرض کہ آدمی مجبور اور تابع اختیار خداوندی ہے پس وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

میرے اس بیان کی تائید اسگس ہوتی ہے کہ حق سبحانہ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہارے بال بال کو صبر عطا کیا ہے پس تم اپنے صبر پر نظر نہ کرنا تم نے صبر ضرور کیا ہے۔ مگر یہ تو دیکھو کہ صبر دیا کس شخص ہے پس تم اپنے صبر پر گھنڈ نہ کرنا۔ بلکہ ہمارے ممنون ہونا۔ پس اے شخص تو گردش دو لاب پر کب تک نظر کرے گا اور کب تک اس کو اس حرکت میں مختار سمجھے گا۔ ذرا سراہر نکال اور دو لاب چلانے والے کو دیکھ کہ وہ چلارہا ہے ورنہ دو لاب کیا چیز ہے تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور میں تصادق قدر کا منکر نہیں ہوں لیکن جناب دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں جو تم میں نہیں پائی جاتیں اس لیے یہ محض تمہارا زبانی دعوئے ہے۔ اچھا۔ جبکہ حرکت خس و خاشاک۔ یعنی مساعی انسانہ کو ناچیز سمجھا ہے جیسا کہ تمہارا دعوئے ہے تو تم کو حیرت چاہیئے اور صفت تعطل تم پر غالب ہونے چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارے اس وعظ سے ظاہر ہے پس تم کو دریا (متصرف حقیقی) پر نظر کرنی چاہیئے اور مساعی انسانہ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

دیکھو جو شخص صرف کف پر نظر کرتا ہے اور انسان کو فاعل مختار سمجھتا ہے وہی سہرا تارا اور مساعی میں سرگرم ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو کہ دریا کو دیکھتا ہے اور حق سبحانہ کو متصرف سمجھتا ہے وہ تو حیران اور معطل ہوتا ہے اور جو کف کو دیکھتا ہے وہی ارادہ کرتا ہے کہ میں آج یہ کروں گا اور کل وہ کروں گا اور جو شخص دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل کو دریا کر لیتا ہے یعنی نہایت وسیع

الافلاق ہو جاتا ہے کہ نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو بند و نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بقضائے الہی ہو رہا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہ ہی کہتا ہے کہ ہم بھی قابلِ شمار ہیں یعنی اپنے کو ہی فاعلِ مختار سمجھتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو جہا و محض جانتا ہے اور تعطل اس پر غالب ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی گردش میں ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اس نقص سے منفرہ ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی اسکی بیگارا کرتا ہے یعنی استرضائے خلق کے لئے ان کی خدمت کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ انکو سولی دیتا ہے اور سب کو آگ لگاتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہ اسی پر عاشق ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ سراسر اس میں مشغول ہوتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہی گفتگو کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے اسکو انکار گھلانے ڈالتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ چین سے ہوتا ہے۔

یہ علامتیں ہیں حق سبحانہ پر نظر کرنے والے اور مخلوق پر نظر کرنے والے کی۔ اور ان علامتوں میں سے تمہارے اندر وہی علامتیں پائی جاتی ہیں جو کہ مخلوق پر نظر کرنے والی کی ہیں پس تم حق سبحانہ پر نظر کرنے والے نہیں ہو۔ اور تمہارا دعوائی حق یلینی محض غلط ہے یہ جواب تھا اس عجیب کا۔ جس کی بنا اعتقاد جس ہے۔ اب ہم تم کو ایک جبری اور ایک سنی کا۔۔۔ منظرہ سناتے ہیں تاکہ تم کو اس عجیب کی تبلیغ و تبلیس پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو۔

دعوتِ کردن مسلمان مرمئے را با سلام و جواب

مسلمان ۲ ایک آتش پرست کو سلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

ہیں مسلمان شویباش از مومن

خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں سے جہا

ور فرزند فضل ہم موقن شوم

آرزو باد ہوائی کرے صواب یقین ہواؤگا

تا رہد از دستِ دوزخ جان تو

تاکہ تیری جان دوزخ کے آتش سے نجات پائے

مرمئے را گفت مردے کاے فلا

ایک شخص نے ایک آتش پرست کو کہا کہ فلا

گفت اگر خواہد خدا مومن شوم

اُس نے کہا اگر خدا چاہے گا مومن بن جاؤگا

گفت میخاہد خدا ایمان تو

اُس نے کہا خاتیرے ایمان کا خواہش ہے

سے گفت۔ اسی آتش

پرست نے کہا اگر خدا

چاہے گا تو میں مومن بن

جاؤں گا اور اگر مزہ ہو دانی

ہوئی تو پھر مومن یعنی وہ

مومن جس کو یقین

لا درجہ حاصل ہو میں جاؤگا

میرا تو مسلمان نے کہا۔

خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

ایک نفسِ منحوس آں شیطانِ نشت
 تین سوئس نفس اور بد شیطان
 گفتے منصف چو ایشاں غالبند
 اُس نے کہا اے منصف جب وہ غالب ہیں
 یار آں تا نام بدن کو غالب ست
 میں اس کا بار جن کا جو غالب ہے
 چون خدایہ خواست از من صدقت
 جب خدا مجھے بخشے پتہاں چاہتا ہے
 نفسِ شیطان خواہش خویش بر
 نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی
 تو یکے قصور سرائے ساختی
 تو نے ایک مل اور سرائے بنائی
 خواستی مسجد شود آں جائے خیر
 تو نے ہا ہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے
 یا تو با فیدی یکے کر باس تا
 یا تو نے شرت بست تاکہ
 تو قبا منخواستی خصم از بُرد
 تو نے قبا (بنائی) چاہی دشمن نے مخالفت
 چارہ کر باس چو بُود جان من
 اے میری جان! کہنے کے کیا چارہ ہوگا؟
 اوزبوں شد جرم اس کہ باسیت
 وہ مطلوب ہو گیا اُس پر کرنے کی کیا غلطی؟
 چوں کہ ناخواہ اور بے براند
 جب کسی نے اُس کے خلاف اس پر مدعی
 صاحب خانہ بدیں خواری بُود
 گھر والا اُس زلت میں ہو
 ہم خلقِ گردِ من ارتازہ و نونم
 میں بھی برسیدہ ہیں جاؤں گا خوار تادہ اور نیا
 چونکہ خواہ نفس آمد مستعالم
 چونکہ خواہ

می کشدت سحرے کفرانِ گشت
 تجھے کفر اور بتِ خاند کی طرف کھینچتے
 یار او باشم کہ باشد زورمند
 میں اس کا دوست ہوں مگر جرات کر ہو
 اک طرف اقم کر غالب جاد بست
 میں اُس طرف نمکوں کا جزیرہ کھینچنے والا ہے
 خوش چہر سو د چون میش زرف
 اُسکے چہرے کا کیا نادرہ جگہ اُس کی نہیں ملتی ہے؟
 واں عنایت تہر گشت خرد و مُرد
 وہ میرانی مطلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی
 اندر و صد نقش خوش افراتنی
 اُس میں تو نے اپنے نقش بنائے
 دیگرے آمد مر آزا ساخت میر
 دوسرا آیا اُس نے اُس کو بتِ خاند بنایا
 خوش بسازی بہر پوشیدن قبا
 پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے
 رعم تو کر باس را شلوار کرد
 تیرے بر خلات پہنا کر شلوار کر دیا
 جُز زبون رائے آں غالب شین
 غالب آئے والے کے تابع بن جانے کے سوا
 آنکہ او مغلوب غالب نیست
 جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟
 خار بن در ملک و خانہ او شانند
 اُس کی عیبت اور گھر میں کائنات کی جگہ لگ گئی
 کایں چنین بروئے خلافت میر
 کہ اس طرح کی اُس پر حکومت ہو
 چونکہ بایں کایں چنین خواہے شوم
 چونکہ میں اے میرے گزور کا دوست بن جاؤں
 تسخر آدیش شارا شد کال
 تسخر آدیش شارا شد کال

۱۵۱ آتش پرست نے کہا
 کہ نفس اور شیطان کا چاہا ہوا
 ہر دہے تو وہ نکرے ہیں اور
 مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے
 جتن عوامِ خد سے پتہاں
 چاہتا ہے اور نفسِ شیطان
 کے مقابلے میں اُس کی کہ نہیں
 جتن ہے تو انکے چاہئے کیا
 فائدہ ہے غمزدہ ریزہ ریزہ
 قوی کے بلکہ کوئی ایک تہہ کا
 بنا کر اُس کو سمجھانا چاہئے اور
 کوئی دوسرا اُس پر غالب اگر
 اُس کو بتِ خاند بنائے تو جس
 جانے والے کی خواہش کا کیا
 فائدہ ہوا۔
 ۱۵۲ یا جو اگر تو نے پہلا اُس
 لئے بنا کر تو اُس کی تباہی بنائے
 اور تیرا مخالف اگر شکوہ خوار
 بنائے تو یکے کیلئے اُس
 کے سردار کیا پارہ ہے کابل
 کے سامنے مغلوب ہو جائے۔
 چارہ کہنے کے لئے اس کے
 سوا کوئی پارہ نہیں ہے کہ
 غالب کے سامنے مغلوب ہو
 جائے اور وہ جگہ اُس کا بنانا
 چاہے بجائے چوں کہ جب
 کوئی شخص کسی پر غالب ہو جاتا
 ہے تو اس کا سبب کہ کائنات
 ہے۔
 ۱۵۳ صاحبِ خانہ خاص
 کے مقابلے میں گمراہ ملک ماجور
 ہو جائے اور اُس کی پروردگار
 عزائی کرتا ہے جو خلقِ کزور
 کا ساتھی بھی نہیں ہوتا ہے۔
 چونکہ جب نفس اور شیطان
 غالب ہو تو کہ کتنا کج حاشا
 ہے اور جلد ہے ایک خالق کی
 بات ہے۔

لے حق اگر میں خواہ کافر
آتش پرست ہوں تو میں
نیل نہیں کر سکا کہ اس کا
جا ہوا نہ جوار و دریا
نفس کی خواہش پر ہی ہو۔
کر کے آتش پرست کہتا ہے
کہ میں عقیدہ نہیں رکھتا
کوئی شخص خدا کی عکسیت
میں جس کے برعکس مگر
کر کے اور خدا اس کے سامنے
دم میں نہ رکھے اور خدا اس
کو دفع کرنا چاہے اور اس
دفع نہ جوار و دریا کا فضا
بڑھتا ہے۔ بندہ اگر خدا اور
شیطان کی کسی حالت ہے تو
پھر خدا کی بجائے شیطان کا
بندہ بن جاتا چاہے کہ خدا
مغلوب اور شیطان غالب
ہے۔

لے۔ اگر خدا اس حالت میں
اگر شیطان کی بجائے خدا کی
بندگی کی جائے تو شیطان
دشمن بن جائے گا اور خدا
کوئی مدد کرے گا۔ اگر عیب
شیطان کا شمار پر مقرر ہے
تو یہ شیطان کے علاوہ میرا
بھلا اور کوئی کر سکتا ہے۔ خاص
نشدہ حقانی اس سے پاک
ہے کہ جس کا ارادہ ہوا جو
تھپکس۔ اس کی خدائی میں
ایک تہہ اس کے حکم کے
خلاف نہیں ہو سکتا۔

لے۔ گت۔ دنیا اور آخرت
اس کا گت ہے شیطان کا
کے دو کاموں کا ہے۔
ترکمان۔ یہ خاندان دیش قوم
حق نادر غریب اس کا پیش خا

من اگر ننگ مُشاں یا کافر
میں آتش پرستوں کے لئے انگ پاؤں
گر کے ناخواہ او ورغم او
اگر کوئی اس خواہش کے بغیر اور اسکی دقت کے بغیر
ملکت او را فروگیر جنیں
اس کی ملکت پر اس طرح قبضہ جائے
دفع او میخواہدومی بایدش
وہ اس کو دفع کرنا چاہے اور اسکو کرنا چاہے
بندہ ایں دیو میباید شدن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہیے
تا مباد ایں کشد شیطان من
تاکہ اس بندہ کو شیطان مجھ سے کیڑہ دے کہ
آنکہ او خواہد مرا و او شود
جو وہ شیطان اچھا ہے وہ ہو جائے۔

آن نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں وہ نہیں ہیں کہ خدا پر مطلق کاملاً یقین
گرد اندر ملکیت او حکم جو
اس کی ملک میں حکم ہو
کہ نیار دزم زدن دم آفریں
کودم کو پیدا کرنے والا دم نہ مار سکے
دیو ہر دم غصہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اس کا غصہ بڑھائے
چونکہ غالب اوست در ہر گن
جسکے ہر مجلس میں وہ غالب ہے
پس چہ دتم گیر و آخا و النین
تو اس جگہ نہ میری دستگیری کرے گا
از کہ کار من دگر نیکو شود
پھر اس کو دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مثیل شیطان بر در زمین

زمین کے دربر شیطان کی مثال

حاش لہ ایش شار لہ کاں
اگر ایک ہے جو اس نے چاہا ہوا
ہیچکس در ملک او بے امر او
کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر اسکی ملک میں
ملک ملک اوست فرماں آن او
سلطنت اس کی سلطنت ہے، حکم اس کا ہے
ترکماں را اگر سگے باشد بدر
اگر ترکمان کے دروازے پر گستاخ ہو
کو دکان خانہ دوش میکشد
گھسے کہ بچے اس کی دم کھینچتے ہیں

حاکم آمد در مکان و لامکان
وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے
در نیفزاید سربیک تار مو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے
کتریں سگ بر در آں شیطان او
اس کا شیطان اس کے دروازہ پر آتی نہیں
بر درش بنہادہ باشد زوے و سر
اس کے دروازے پر نہ اور سر نہ ہوتا ہے
باشد اندر دست طفلان خوازند
وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

معاذت کے لئے یہ قسمی لگتے ہیں جاتے تھے گھر کے بچے اُن کو توڑ کی مومیں کھینچتے تھے لیکن یہی ماضی
پر ہی لگتے تھے زنجیر کی طرح حاکم کو دیتے تھے۔

باز اگر بیگانہ معسر کند
بہر اگر کوئی ایسی ہی گزرتا ہے
کہ اشد اذی علی الکفار شد
کیونکہ وہ کفار پر سخت ہیں۔ بن گیا
ز آب تمبلہ کہ دادش ترکماں
نچے حریرے کی وجہ سے ترکمان نچے دیا
پس سنگ شیطاں کہ حق شمش کند
قریطان کتا جس کو ادا قتلے پیدا کرتا ہے
آبرو مارا غذائے او کند
آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے

آپ تہاج ست آپ روی عام
عوام کی آبرو بہتلا حیرہ ہے
بر در خرگاہ و قدرت جان
اُس کی جان قدرت کے خیر کے دروازہ پر
گل گلہ از مرید و از مرید
مرید اور سرکش جماعت در جماعت
بر در کہف الوہیت جو سنگ
الہیت کے خاکے کے دروازے پر لٹکے کی طرح
لٹے سنگ دیوا امتحان میکن کرتا
اے شیطان لٹے! امتحان کر کہ کب تک
حمل میکن منع میکن می نکر
حمل کر، روک دیکھ

پس اغوز از بہر جہ باشد جو سنگ
تراغوز کس نے ہوتے ہے؟ جب بخت
ایں اغوز آنت لے ترک خطا
یہ اغوز اس نے ہے کہ اسے خطا کے ترک کرنا
تا بیکم بر در خرگاہ تو
تا کہ میں تیرے خیر کے در پر آ جاؤں

حکمہ بروئے چمچو شیر ز کند
نر شیر کی طرح اس پر حمل کرتا ہے
باولی گل باعد و چون خار شد
دوست کیساتھ پہل اور دشمن کیساتھ کھانسیا
آنجناں وافی شد سٹے پاسبان
ایسا دغا دار اور مسافط بن گیا
اندر و صد فکر و وحیلت تند
اُس میں سینکڑوں خیال اور جیلے ہوتا ہے
تا بر داو آبروئے نیک و بد
تا کہ وہ پہلے اور برے کی آبرو اڑائے جائے

کہ سنگ شیطاں زان با بد طما
کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے
چوں نباشد حکم را قراں بگو
علم پر تہذیب کیسے نہ ہوگی! بیت
چوں سنگ با سطر آں پالو کبند
لٹے کی طرح چو کٹ پر باندھیلائے ہوئے ہے
ذره ذره امر جو برجستہ رگ
ذره ذره بھڑکن ہوئی رگ کیساتھ حکم کا لہجہ
چوں پس رہی نہند ایں خلق پا
اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے
تا کہ باشد مادہ اندر صدق و در
کہ چنان ہیں کون مادہ اور کون رہے؟

گشتہ باشد از مرقع تیسرنگ
بڑائی کی وجہ سے تیسرے دروازے
بانگ بزلن بر سنگ و رہ بر کشا
لٹے کو دھکا اور راستہ کھول دے
حاجتے خواہم ز جو و جتہ تو
تیری سعادت اور زبردستی حاجت کھول دے گا

لے کہ۔ اگلے نثر کی یہ
حالت تھی کہ مخالفوں اور
اجنبیوں کے لئے سخت تھے
دوستوں کے لئے بھول اور
دشمنوں کے لئے لالچتے۔
نائب۔ ترکمان اُس نے لڑنے
دیا پلا تا قہورہ اُنکے پاس
قدر و داد اور امانت میں کیا۔
پیس۔ جب بھول قتلانے
پر کرتا ترکمان کا ایسا فوہیرا
ہے تو شیطان جس کو نہلانے
پیدا کیا اور طرح طرح کی جنگ
اُس کو کھاتا رہا ہے۔ ناشکا
لوگوں کی آبرو سے غماص
کرتا ہے۔

لے۔ بر در خرگاہ۔ اشد قتلے
کے دربار میں شیطان اُس کے
علم پر کیوں تڑپا نہ ہوگا۔
تھو۔ غلو۔ خدا کے دربار میں ہر
ادب و تقوا اور سرگزشت لٹے کی
طرح اگلے ادا بھائے ہوئے
ہیٹھا ہے۔ وحید۔ چو کٹ
میں جڑید۔ سرکش۔ بر در
کہف۔ اشد کے دربار کے
خارجے کے سامنے شیطان لٹے
کی طرح ہیٹھا ہے جس کا ذرہ
ذره اشد کے علم کو منتظر
ہے۔

لے۔ اچھے رگ۔ اشد نے
شیطان کو اس نے بڑا دکھا
ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچے
دلوں کا امتحان کرے اور
چنان کے دروازہ کو کھول
لے اور چو پائی میں کھنکس
نہیں ہیں اُن کو دربار تک
پہنچنے دے۔ لہذا شیطان
لے اشد سے۔ تراغوز۔ تراغوز باد
کی تعلیم دینے دی گئی ہے
کہ دربار میں پہنچنے والوں پر
اگر شیطان کتا بھٹکے تو وہ

آخر کے ایک کو چار کر گیں
 کہ وہ اپنے نئے کلمات سے
 بنا دے تاکہ وہ راز نہ
 پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک
 خود گئے سے عاجز ہو رہے
 آخر میں حنا بھل بیٹا ہے۔
 ترک۔ وہ ترک خود گئے
 بنا رہا ہے۔
 گئے تو ختم ترک ہے کہ
 گئے کے ذریعے تو خدا نہیں
 آسکتا اور میں باہر نہیں مل
 سکتا۔ حنا۔ ایسے ترک اور
 جہان کے سر پر ناک ہو۔۔۔
 مانتی ہیں۔ ترک سے بات
 بہت پیسے کے روئے گئے
 اسے نکال دو رکھنا میں کی
 ٹانٹ سے خیر غن کی ہے
 کر دے ایک۔ انسان جو
 خلیفہ اطمینان سے فیضان کے
 ذریعے اور مطلب ہو رہے
 یہ ٹی بات ہے۔
 گئے چل گئے۔ جب ایک
 خود گئے سے اسے زلفت
 اس کے لئے کیا شکار کرے۔

چونکہ ترک از سطوت سنگ عاجز
 ہے ترک ہی نئے کے علاوہ عاجز ہے
 ترک ہم گوید اغوز از سنگ کہ من
 ترک ہی کہے کہیں نئے سے پناہ پاتا ہوں کیونکہ
 تو ختمی یاری بدیں در آمدن
 تو اس دروازے تک نہیں آسکتا
 خاک کنوں بر سر ترک و عشق
 اب ترک اور جہان کے سر پر ناک
 حاش بشد ترک بانگے برزند
 خدا پاک ہے۔ ترک ایسی ٹانٹ پلائے گا
 ایک خود را شیریں دیاں خواندہ
 لئے وہ کہ تو اپنے آپ کو خدا شیریں کرتا ہے
 چون کند ایں سنگ بر تو شکار
 یہ کتا میرے لئے شکار کب کرے گا!

ایں اغوز دایں فغان ناجا عزت
 یہ اغوز اور یہ فغان یاد بیکار ہے
 ہم ز سنگ در ماندہ ام اندر وطن
 ہی گمہ میں گئے سے عاجز ہوں
 من نمی یارم ز در بر دین شدن
 میں دروازے سے باہر نہیں مل سکتا
 کیلئے سنگ ہر دورا بند عشق
 کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں بجز دے
 سنگ چہ باشد شیر زخوں نئے کند
 کتا کیا جاتا ہے؛ شیر زخوں کی نئے کر دے
 سا ہا شد باسکے در ماندہ
 ساوں گز گئے تو گئے سے عاجز ہے
 چون شکار سنگ شدنی آشکار
 جبکہ تو گئے بندوں گئے کا شکار بن گیا



شرح

ایک شخص نے کسی کافر سے کہا کہ اے فلاں! تو مسلمان ہو جا اور یمن
 بن جا اس شخص جواب دیا کہ ہاں اگر خدا چاہے گا تو یمن ہو جاؤں گا
 اور اگر اس کا فضل اور زیادہ ہو گا تو عارف ہو جاؤں گا۔ اس پر یمن نے کہا کہ خدا تو
 چاہتا ہے کہ تو یمن ہو جائے تاکہ دوزخ کے پنجہ سے تیری جان چھوٹے مگر نفس و شیطان
 تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس شخص جواب دیا کہ اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے
 کہ جب نفس و شیطان خدا سے زور دار ہیں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے میں تو اسی کا ساتھ دوں گا
 جو طاقتور ہو گا اور اسی کا ساتھی ہو سکتا ہوں جو غالب ہے اور اسی طرف جاؤں گا کیونکہ قاعدہ
 ہے کہ جو زور دار ہوتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اچھا بتلاؤ جبکہ خدا مجھ سے صدق و خلوص عبودیت چاہتا ہے تو اس کی چلنے سے کیا فائدہ
 جبکہ اس کی خواہش چلتی ہی نہیں بر خلاف اس کے نفسِ شیطان اپنے خواہش چلا لیتے ہیں اور
 ان کے سامنے خدا کا ارادہ مغلوب اور فنا ہو جاتا ہے۔ پھر میں خدا کا طرف دار کیسے ہو سکتا
 ہوں۔ دیکھو! تم نے ایک محل اور مکان بنایا اور اس میں عمدہ عمدہ نقش و نگار بنائے اور تم نے
 چاہا کہ تم اس کو مسجد بناؤ۔ دوسرا آیا اور اس نے اس کو بت خانہ کر دیا۔ توب بتلاؤ کہ اس مکان
 کا کیا قصور ہے وہ تو غالب کی اطاعت کے لئے مجبور ہے یا یوں کہو کہ تم نے ایک کپڑا تیار کیا
 تاکہ تم پہننے۔۔۔ کے لیے اس کو عمدہ قبا بناؤ۔ پس تم تو اس کو قبا بنانا
 چلے متے تھے۔ مگر دوسرا شخص آیا اور اس نے تمہاری خواہش کے خلاف اُسے پاجامہ بنا دیا۔ اسی
 حالت میں کپڑا بجز اس کے کیا کر سکتا ہے کہ وہ غالب کی رائے سے مغلوب ہو جائے اور جو
 وہ چاہے وہ بن جائے اور اگر اس حالت میں وہ مغلوب ہو گیا تو اس کا کیا قصور ہے کیونکہ
 وہ کون ہے جو غالب سے مغلوب نہیں ہوتا۔ مغلوب غالب ہونا تو لازمی امر ہے پس جبکہ
 کوئی شخص خدا کی مرضی کے خلاف اس پر حملہ کرے اور اس کے ملک اور گھر میں کلٹے
 بونے اور خدا اس قدر کمزور ہیں کہ اس پر دوسروں کی یوں حکومت چلے تو میں اس
 کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ جبکہ میں ایسے کمزور کا ساتھ دوں گا۔ تو لامحالہ میری گتے
 بنے گی۔ اور میں اچھی حالت سے بُری حالت میں ہو جاؤں گا۔ نیز جبکہ نفسِ شیطان
 خدا پر اس درجہ تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں جیسا کہ تمہاری بات سے ظاہر ہے۔ تو خواہش
 نفسِ شیطان ہی قابلِ استطاعت ہوئے اور یہ کہنا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے محض
 بے معنی اور مضحکہ خیز امر ٹھہرا۔ سو جناب! خواہ میں کافر ہوں اور خواہ کافر سے بھی بڑھ کر
 ہوں۔ میں تو خدا کی نسبت ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام آپ ہی
 کو مبارک رہے اور اگر بالفرض خدا مجبور ہے ہی تو میں کہتا ہوں کہ جب خدا کی یہ حالت
 کہ دوسرے اس کی منشا کے خلاف اس کی حکومت میں اپنے احکام نافذ کریں اور اس کے
 ملک پر یوں تسلط حاصل کر لیں کہ خدا و نہ مار سکے اور وہ اس کو نکالنا چاہے مگر نکال نہ سکے
 اور نفسِ شیطان اپنی سرکشی سے ہر وقت اس کا رہنمائی

بڑھاتے رہیں تو ہرگز ایسے خدا کی غلامی نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ شیطان نفس کا بندہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر مقام پر وہی غالب ہیں لہذا انہی کی اطاعت ضروری ہے۔ تاکہ مبادا خلاف ورزی کی صورت میں مجھ سے انتقام لیں۔ کیونکہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے انتقام لیا تو اس وقت خدا مجھے کیا سہارا لگائے گا اور جبکہ نفس شیطان کی یہ حالت ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو پھر اسکی کسی سے برا کام بنے گا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ضعیف و مغلوبیت سے منزہ ہے وہ مکان اور لامکان ہر دو جگہ حاکم ہے کوئی شخص اس کے ملک میں بدوں اسکی حکم کے بال برابر تغیر نہیں کر سکتا۔ ملک اس کا ہے اور حکم اس کا۔ شیطان اسکی در کا ایک کتا ہے اسکی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور خدا کسی کی ہدایت چاہے اور شیطان اسے گمراہ کرنے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دیکھو! ایک تمک کے دروازہ پر کتا ہوتا ہے جو کہ اسکی ہی در پر پڑا ہوتا ہے اسکی حالت ہوتی ہے کہ گھر کے لٹڈے اسکی دم کھینچتے ہوتے ہیں اور وہ بچوں کے ہاتھ میں ذلیل اور کمزور ہوتا ہے۔ مگر اسکی ساتھ ہی اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیگانہ گزرنا چاہے تو وہ اس پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور موافقین کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے اور دوست کے حق میں گل اور دشمن کے حق میں خار ہوتا ہے۔ یہ کتا اس قدر وفادار ہوتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ترک اسے شوربا پلاتا کھلاتا ہے پس جبکہ ایک کتے کی ترک کے سامنے یہ حالت ہے تو سگ شیطان جس کو خدا وجود عطا کرتا ہے اور اسکی اندر سینکڑوں خیالات اور تدابیر پیدا کرتا ہے۔ اور لوگوں کی آبروؤں کو اسکی غذا بناتا ہے جن کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ بھلے بڑوں کی آبرو لے اُڑتا ہے کیونکہ عوام کی آبروی اس کا شوربا ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور بارگاہ قدرت پر پڑا ہوا ہے ایسی حالت میں وہ خدا پر کیوں نہ قربان ہو گا اور اس کا مخالف کیسے ہو گا۔ خدا کی تو یہ حالت ہے کہ مطیعین اور نافرمانوں کے گروہ کے گروہ اسکی آستانہ پر یوں پڑے ہیں جیسا کتا آستانہ خار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پڑا ہے اور الوہیت کی غار پر ہر ذرہ کتے کی طرح حکم کا منتظر اور چونکا پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے حکم کی مطیع ہے اور کوئی مخالفت نہیں کر سکتا خواہ شیطان ہو یا نفس یا اور کوئی۔ پس شیطان جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے کیونکہ اس کو حکم ہے کہ اے شیطان! ذرا چا پرخ لینا کہ اس راہ میں لوگ کیسے پاؤں رکھتے ہیں تو حملہ کیا کر اور اس کو روکا کر۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون خلوص میں پڑے اور کون غلو ورنہ اگر شیطان مطیع نہ ہوتا اور حکم خدا الیسا نہ کرتا بلکہ مخالفانہ کرتا تو اُعوذ کے کیا معنی اُعوذ کے تو یہ ہی معنی ہیں کہ اے ترک اس کتے کو ڈانٹ دے اور میرے لیے رستے کھول دے۔ تاکہ میں تیری بارگاہ تک آجاؤں اور تیری سخاوت اور تیرے منصب سے اپنی حاجت کا سوال کروں پس جبکہ ترک سطوت لگے عاجز ہوگا تو یہ اُعوذ اور یہ فُناں ناجائز ہوگا کیونکہ ترک کہے گا کہ میں خود کتے سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں خود اس کی خوف سے گھر میں بند ہوں تو اس کی خوف سے دروازہ پر نہیں آسکتا۔ میں اس کے ڈر سے باہر نہیں نکلتا۔ پس میں اور تو دونوں برابر ہیں پس اس ترک کے سر پر بھی خاک پڑے اور اس مہمان کے سر پر بھی کہ ایک کتے نے دونوں کو محبوس کر رکھا ہے تو یہ تو یہ کہیں ترک کی یہ حالت ہو سکتی ہے اس کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ ڈانٹ بتا دے تو کتا تو کیا ہے شیر خون اگل دے ارے تو اپنے کو شیرِ زنداں یعنی نمون اور محب خدا کہتا ہے اور بڑوں کتے کے ساتھ الجھا ہوا ہے پس جبکہ تو خود کسی کا شکار نہ رہا ہے۔ تو کتا تیرے لئے شکار کیونکہ کر سکتا ہے اور تجھ سے مغلوب کیونکہ ہو سکتا ہے۔

(فائدہ: میرے خیال میں حاشِ اللہ ۴ ما شاء اللہ کان سے آخر سُرخی تک خود مولانا کا کلام ہے اور ان آیات میں مولانا استطراداً چند مضامین بیان کئے ہیں۔ حاشِ اللہ سے حق سبحانہ کا اپنی مخلوقات پر تسلط دکھلایا ہے اور اُسے لگ اُلَم سے حملہ میکنے تک وجوہِ شیطان کی حکمت بیان کی ہے اور پس اُعوذ اُلَم سے "حاشِ اللہ ترک بانگے برزند" میں اس کا حق سبحانہ کے سامنے مغلوب ہونا بیان کیا ہے اور ایک خود را شیرِ زنداں سے آخر سُرخی تک مضمون ارشادی بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم)

سنت جبر و قدر کے مسائل
میں جو مسیح مسلک ہے وہ ہیں
جہاں سے انکی ایک جانب جبر
اسی مقدمہ کی ذمہ سے اس کا
کوئی اختیار نہیں ہے جب
انسان کو اختیار ہو تو پھر اسکو
اختیار کچھ دینا اور پھر اسکو قدرت
جو اس کا ہونا ہی ہے وہی ہے کہ اس
انتخاب اور کرکے کی جگہ اور جہاں

جگہ کے اور اس کی قدرت کو اس کی
خالصت کے بغیر جنت اور دوزخ کا احکام آج کل کے
خالصت کے بغیر جنت اور دوزخ کا احکام آج کل کے
خالصت کے بغیر جنت اور دوزخ کا احکام آج کل کے

لے گفت بحثی مسلمان
نے جبر کے عقیدے کو لے
کہ جواب دیا جبری۔ وہ
عقلی جو جبر کا عقیدہ رکھتا
ہے اختیار ہے۔ جبر کے
عقیدے میں انسان کے
اختیار کا بالکل انکار ہے
مگر انسان کے اختیار
کو ثابت کرتے ہیں۔

جواب گفتن مؤمن سنی مر کا فز جبری را در اثبات اختیار
بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مؤمن کا جبر ہی کا جواب دینا
و دلیل گفتن کہ سنت را ہے باشد کہ کوفتہ اقدام انبیا علیہم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیا علیہم السلام کے پاس کا روکا
و بریکین آل راہ بنیابان جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہر اے اس کے دائیں جانب جبر کے جگہ کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں
امر و نہی را منکر شود و تاویل کند و از منکر شدن امر و نہی
بجستہ ہے اور امر و نہی کا منکر ہونا تاویل کرنا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے بہت
لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعان
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت و دوزخ اور ان کی جزا ہے
امرست و دوزخ جزائے مخالفان امر و دیگر نکویم کہ کیا انجام
اور دوزخ عکس کے مخالفوں کی جزا ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ
کہ العاقل تکفیه الشاؤ و بریسار اس راہ بنیابان قدرت
معتا ہے و عقیدہ کے لئے اشارہ کافی ہے اور اس کے بائیں جانب قدر کا جگہ ہے
کہ قدرت خالق را مغلوب قدرت خلق و اندوازاں مسدود
جراحت کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب کچھ ہیں اور اس سے وہ
زائد کہ اس منع جبری برتر مرد
خویشیای پیدا ہوتی ہیں جسکو وہ جبری آتش پرست کہتا ہے

آن خود گفتی تک آوردم جواب
قرنے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں
بازی خود دیدی لے شطرنج باز
لے شطرنج نہیں: قرنے اپنی چال دیکھ لی
نامر عذر خودت بر خواندی
قرنے اپنے مذکر کا کتاب پڑھ دی
گفتی جبر یا نہ در قضا
قضا کے بارے میں قرنے جبر کی کاکھ بیان کرنا
اختیارے ہست مار لے گماں
یقیناً ہمارے لئے نہیں اختیار ہے
اختیار خود میں جبری شو
اپنے اختیار کو دیکھ جبر ہی نہ ہو

سنگ را هرگز نگوید کس بیا
 پتھر سے کوئی نہیں کہتا تھا
 آدمی را کس نگوید میں پسر
 انسان سے کوئی نہیں کہتا، اے آدمی
 گفت یزداں ماعلی الا علی حرج
 ادا اقبال نے فرمایا: اندھے پرنگی نہیں ہے
 کس نگوید سنگ ادب را آدمی
 پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تانجیر سے آیا
 این چنینی واجب تھا مجبوراً
 مجبور سے ایسی جواب طلبیاں
 امر وہی و شتم و تشریف قیب
 حکم دینا اور روکا اور فتنہ اور اعزاز اور عتاب
 اختیار سے ہست و ظلم و ستم
 ظلم اور ستم میں اختیار ہے
 اختیار اندر دوزن ساکن ست
 تیسرے اندر اختیار باقی ہے
 اختیار و داعیہ در نفس بود
 اختیار اور داعیہ نفس میں تھا
 سنگ مخفت اختیارش گشت گم
 سونے ہوئے گئے اختیار گم ہو گیا ہے
 اس ہم جو جو کند چون دید جو
 گھر تاجیں جو جو کند لکے جب ہو کر دیتا ہے
 دیدن آمد مجلس اس اختیار
 دیکھنا اس اختیار کی حرکت بنا
 پس بجنب اختیار چرخ بلیس
 پھر اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان

از کلوخے کس کجا جوید و فنا
 ڈھیلے سے مٹا داری کون چاہتا ہے؟
 یا بیائے کو ز خوش درین نگر
 یا اے اندھے! آجے غم سے دیکھ
 کے نہد بر کس خرج رب الفرج
 کٹا دگی کا پروردگار کس پرنگی نہیں ڈالتا ہے
 یا کہ جو با توجہ را بر من زدی
 یا اے گلوں! ترے بے کیوں مارا؟
 کس نگوید یا ز ند معد زور را
 کوئی نہیں کرتا ہے! یا مجبور کرا ہے
 نیست جز مختار را لمے پاک جنب
 لمے پاک دل! مختار کے سوا کئے نہیں ہے
 من ازیں شیطان و نفس میں خاتم
 میری نگرانی اور شیطان سے بھی حق
 تانید اور یوسف کفر انخت
 جیسا کہ یوسف کو نہیں کیا تھا تو کوئی نہیں
 روش دیدانگہ پر وبالے کشود
 اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے
 چون شکنب دید جنبانی دم
 جب سدہ دیکھا اس نے دم بانی
 چون بجنبد گوشت گرب گفت مو
 جب گوشت پنا ہے، بانی مایاں کہتی ہے
 ہجو نفخے ز آتش انگیز و شرار
 اُس پتھر کے کی طرح جہاز سے چھوڑا ان کا کہ ہے
 شد دلال آروت پیغام ویس
 دلالتا ہے تیسرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

لے نکت انسان کو حکم
 دیا گیا کہ پتھر کوئی غم
 نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ
 انسان میں قدرت اور اختیار
 ہے۔ آدمی را جس پسند
 انسان میں قدرت اور اختیار
 نہیں ہے اس کے بارے
 میں کوئی اس کو حکم نہیں دیتا
 ہے انسان سے کوئی نہیں
 کہتا کہ آؤ کس غم سے پتھر
 سے کوئی کس طرح صادر نہیں
 کرتا ہے اس نے کہا فتنہ
 اور ستم کوئی قدرت اور
 اختیار نہیں ہے۔

لے آیت نہیں جس قدر
 مطالبات میں وہ صاحب اختیار
 قدرت سے ہیں اور غضب
 حکم اور مالت و دفع و صواب
 اختیار سے ملتا ہے۔ اختیار
 نفسی اہم اور حکم کر کے اور
 کرنے میں اختیار ہے جب
 ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادے
 اور اختیار سے کرتا ہے نفس
 اور شیطان و داعیہ اس کا اپنا
 ارادہ ہے تاکہ۔ بیشک
 کس طرح کا داعیہ پیدا نہیں
 ہوتا ہے تو انسان کا اختیار
 عاقلانہ رہتا ہے۔ تاہم
 اس سے مغرت و سفسفہ
 اور معری و غریبوں کے ساتھ
 کی طرف اشارہ ہے۔
 لے سنگ مخفت جب تک
 کہتے ہیں کہ اختیار تو
 رہتا ہے کہی دیکھ کر کہہ
 شروع کر دیتا ہے یہ حال
 انسان کے اختیار اور قدرت
 کا ہے جب تک کوئی داعیہ
 لے میں بجنبد شیطان تیسرے
 سستی کا پیغام لاتا ہے تو
 دلاؤ کا کام کرتا ہے اور تیسرا
 خواہید اختیار حرکت سے روک دیتا

نہیں ہے وہ غامبہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا جو کہ نہ گھوڑا نہ ہٹا ہے۔
 ترے حق ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیکھ! اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور مستتر
 بنا دیتا ہے۔

ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ وہی فرشتہ اطمینان کا فرشتہ شیطان کے برعکس غریب کش کے دل میں غلبان پیدا کرتا ہے اگر شرک بھائے خودہ اختیار سوار ہو جائے پس فرما کر فرشتہ اور شیطان فرخیرے اخلاقی اختیار کو ترک کر کے ہر تقدیر سے اندر و برہم رہتا ہے لے ہی خود جو اختیار خود انسان میں برہم رہتا ہے فرشتوں کے اہام اور شیطان کے دوسروں کے زبردستی ہو جاتا ہے۔ وقتِ مجلس جس وقت نمازی سلام پڑھتا ہے تو فرشتہ کی ہی تہت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی فرشتہ اور اہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔ لے باز نماز کے بعد شیطان پرانی دوسرے کی جگہ ہے کہ اس کے صور کی دوسرے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اس نے گہری اختیار کی حاجی و دینی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ محضر میں جبکہ دینی زندگی کا یہ جانب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پر وہ ان کی باتیں نہیں لے دیں۔ وہاں شیطان خود سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں صور ہی تو ڈالا تھا تجھے مجھ تو نے کیا تھا کرتے فرشتہ جو سے کہہ دے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غم کا سبب

چونکہ مطلوب ہے بریں کس عرصہ کر دے جب اس شخص پر مطلوب پیش کیے والے فرشتہ خیر یا بر غم دیو فرشتہ شیطان کے برعکس بلائیاں تا مجنبہ اختیار خیر تو تا کہ تیرا بلائی کا اختیار حرکت میں آئے پس فرشتہ و دیو گشتہ عرصہ دار تو فرشتہ اور شیطان پیش کر رہا ہے مٹی خود زوال ہما و دوسرے دوسرے اور اہاموں کی دوسرے بن جاتا ہے

وقت تحلیل نماز اے بانگ اے کیسے نماز ختم کرنے کے وقت کہ زوالہام و دعا کے خوب تاں کہ تھاری تھی دوسرا اور اہام سے باز از بعد گنہ لعنت کنی پھر گناہ کے بعد توبہ کرنا ہے اس دوسرے عرصہ کنندہ دربردار در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے چونکہ پردہ غیب بر خیز در پیش جب غیب کا پردہ سامنے آئے ہاں ہاں و زمین شاں و اٹناسی بے گنہ اور بلا مختلف ان کی گفتگو کو پہچان لے گا

دیو گوید اے امیر طبع و فن شیطان کہے گا لے طبیعت اور جسم کے قیدی! والے فرشتہ گوید ت من گفتت اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کیا آں فلاں و ذرت گفتت من چنان کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا!

اختیار خفتہ بکشاید نبرد سوا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے عرصہ دار و می کند و در دل غلبہ پیش کرتا ہے۔ دل میں خود را با کرتا ہے زانکہ پیش از عرصہ خفتہ آیں و نحو کیونکہ پیش کر لے ہے۔ روز خاص میں ہوتی بہر تحریک عروقی اختیار اختیار کی رگں کو حرکت میں لانے کے لئے اختیار خیر و شترت دہ کسہ تیر خیر اور خیر کا اختیار دش مژدوں والا

زائے سلام آورد باید بزرگ اس لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے اختیار ایں نماز م شہد رواں اس نماز کا (علا) اختیار خیر ہو گیا بر کلیں ایراک ازوے منحنی شیطان پر کیونکہ تو اسی دوسرے کتب زابانا در حجاب غیب آمد عرصہ دار غیب کے پردے میں پیش کر رہا ہے تو بہ بینی روی دلائل ان خویش تو اپنے دلائل کا چہرہ دیکھ لے گا کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

عرضہ می کردم نہ کردم زود من میں نے پیش کیا تھا میں نے مجھ نہ کیا تھا کہ ایں شادی فزوں گرد و غمت کہ اس غمی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا کہ ازاں مولیت رہ گئے چنان کہ بختوں کا راستہ اس جانب ہے

ماحِبَّ جان وروح افزای تو
 ہم جان کو بیاہانکے دلے اور تیری رزق کو رزقے کا
 ایں زمانت خدمتے ہم میگویم
 میں اس وقت تیری خدمت کر رہا ہوں
 آں گرہ باہاتے ابودہ عدی
 وہ گردہ تیسرے بار کا دھن تھا
 ایں گرفتگی دان مانداستی
 تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کیا
 ایں زماں مارا والیشاں راعیاں
 اب ہیں اور ان کو آنکھ سے
 نیم شب جس بشنوی زاری دست
 یہ کہ آج رات کو روت کی آواز اور ناری ستا
 ورو کس در شب خبر آرد ترا
 اگر رات میں دو شخص تیرے اس نسب لائیں
 بانگ شیر و بانگ گلاب در سید
 رات کو شیر کی آواز اور گلاب کی آواز آئی
 روز شد چوں باز در بانگ آمدند
 دن نکلا پھر جب وہ بولے

ساجدان و مخلص بابای تو
 تیرے دادا کے مخلص اور سہو کرنے والے ہیں
 سوتی مخدومی صلایت میں غم
 مخدوم بننے کی کاہش تھے بھٹا ہوں
 در خطاب انجید واکرودہ ابا
 اور سہو کر دے کہ تم سے اُس نے انکار کیا تھا
 حق خدمت ہائی ما شناختی
 تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانتا
 در نگرشناس از لحن و بیاں
 دیکھ لے، ایسے اور گفتگو سے پہچان لے
 چوں سخن گوید سحر دانی کہ آو
 جب دو شخص کو بات کرتا ہے تو زبان لیتا ہے کہ وہ
 روز از گفتن شناسی ہر دورا
 دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے
 صورت ہر روز تار کی ندید
 تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی شکل نہ دیکھی
 پیش نشان بانگ اں ہوشمند
 تو وہ ہوشمند آواز سے ان کو پہچان لیتا ہے

مخلص اینکہ دیو و روح عرضہ دار
 خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتے پیش کر رہے ہیں
 اختیارے ہست در مانا پدید
 ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے
 او شاداں کو دکاں را میں زنند
 استاد بچوں کو پینے ہیں
 ہیج کوئی سنگ را فردا بیا
 قریب ہی جتنے کہ بتا ہے، کل آتا

ہر دو ہستند از تہمتہ اختیار
 دونوں اختیار کا تہمتہ ہیں
 چوں دو مطلب پید اید در مزید
 جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے
 آل دب سنگ سیرہ راکے کنند
 یہ سزا کا ہے جتنے کو کب دیئے ہیں
 ورنیائی من دہم بدر استرا
 اگر تو نہ آئے گا، تو میں بڑے کو سزا دوں گا

ہے۔ ل۔ ایں کلاں - فرشتہ یہ
 ہیں کہ کلاں کو روز میں نے
 تجھے جنت کا مانتا تھا یا
 اور یہی کہ تھا کہ ہم تہا سے
 غیر راہ ہیں اور کہا ہے آ
 حضرت آدم کو سہو کرنے والے
 ہیں۔ ایں زانت - فرشتہ یہ
 ہیں کہتا ہے کہ جس طرح ہم
 لے قبلہ سے باپ کی خدمت
 کی تھاری خدمت کرتے ہیں
 اور نیک راست بتا کر تجھے
 مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔
 آں گرہ - فرشتہ یہ ہیں کہ
 یہ شیطان کی حمار تہا سے
 باپ کی دشمنی اور ان کو
 سہو کرنے سے نہ لے لے گا
 کیا تھا۔
 آں - فرشتہ کہہ دے گا
 کہ تو نے ہمارا کنا نہ مانا اور
 شیطان کا کنا مانا تیرا نہیں۔
 پہلے تو نے یہی دیکھا تھا
 آواز جس میں اب آواز سے
 آواز ملا کہ میں پہچان لے ہم
 وہی ہیں انہیں بھی پہچان
 اندھیرے میں اگر کوئی ہے
 بات کرتا ہے تو دن میں اس
 کی آواز سے پہچان جلتے ہو
 کہ رات میں بات کرنے والا
 شخص نہیں تھا۔

لے مخلص بات کا خلاصہ یہ
 کہ انسان کی اورندی کرنے میں
 اختیار ہے ہر نہیں ہے وہ
 اختیار پوشیدہ ہوتا ہے خدا کے
 سامنے امانے پہلے اختیار میں
 طاقت آتی ہے، اور شاداں -
 استاد بچوں کو سزا دے گا کہ
 بچہ جو کہ مجھ سے بڑا ہو
 نہیں آتا ہے ہیج بچہ کو مجھ
 مان کر کوئی شخص انکو کھڑا
 ہے نہ انکو نہ اسحق بہشتا

روز کو۔ رات میں جو شخص ایسا کہتے ہیں وہی ان کی آواز پہچان کر تم متیقن کر لیتے ہر کر ان دونوں میں سے کلا
 بات کا شخص نے ہی اور ان بات خلاصہ یہ ہے کہ تم رات میں گئے اور فرشتہ کی آواز میں ہی تو دن میں جب
 دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان بٹا کر کہ رات کی کلاں آواز فرشتہ کی تھی اور ان کو کئے کی تھی۔

ہے۔ درگزر۔ خود کرینے معلوم
 ہوتا ہے کہ جبر کا مقید قوت ہے
 مقید سے کیا ہوتا ہے کہ جبر
 کے مقید کے بنیاد پر انسانی
 فعل کا انکار نہ آتا ہے۔ جو
 محسوس چیز ہی ہے تو اگر جبری
 اپنے ایک نفس کا منکر ہے۔
 مگر قوت قوت۔ قوتی شخص
 جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا
 ہے اس کا قوت کا منکر ہے کہ
 اختیار رکھنے کا منکر ہے۔
 اس کے ایک منکر کا منکر ہے
 جس کی چیز نہیں ہے مگر خود
 شخص جو اسے تسلط کے بندے
 کو اختیار رکھنے کا منکر ہے
 وہ صرف ایک نظری دلیل کے
 نتیجہ کا منکر ہے۔ آں کو جبر کا
 مقید کا نتیجہ ہے کہ منکر
 کہتا ہے وہاں موجود ہے مگر
 اس کی وجہ سے نہیں ہے کہ
 خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور
 حق کا فوہ ہے لیکن وہ حق کی
 وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود
 موجود ہو گیا ہے۔
 مگر اس جبر کی صورت کا انکار
 کرتا ہے تو اس کا کہنے کو ہے
 اس کے درود کا انکار کرتا ہے
 اسے اگر کرے۔ دیر سے اختیار
 حالت میں نام نہاد موجود
 ہے خدا کا منکر ہے لیکن خود
 حالت میں خدا کو بھی پہچانتے
 گناہ اور سلطان مادی
 کے وجہ سے کا منکر ہے جو
 نام۔ دنیا کے سب انسان
 انسان کے اختیار کے نام
 جس سے اس نے ایک درجہ
 کو حکم دیتا ہے اور حق کرتا
 ہے اگر غالب کو اختیار
 کہتے تو یہ حق ہے۔ منکر
 کرتے۔

ہیج عاتل مرکلوخے رازند
 عقلمند انسان کہیں ڈھیلے کر اڑتا ہے
 درخورد جبر از قدر رسوا ترست
 عقلمند جب سے قدر سے زیادہ بڑا ہے
 منکر حس نیست آں مرد فدا
 قدری انسان جس کا منکر نہیں ہے
 منکر فعل خداوند خلیل
 خداوند خلیل کے فعل کا منکر
 آں بگوید دودہست نازنے
 وہ کہتا ہے وہاں ہے اور اس کا نہیں ہے
 ویش ہمیں بدین متعین ناز را
 اور یہ دجری آں کو موجود دیکھتا ہے
 جامہ اش سوز بگویند ناز نیست
 اس کا پورا ہوتا ہے کہتا ہے آں نہیں ہے
 پس تسفط آمد ایں دغوی جبر
 جبر کا دغوی ہے سرفطائیت ہے
 گبر گوید ہست عالم نیست لب
 دیر یہ کہتا ہے عالم موجود ہے خدا نہیں ہے
 ایں ہی گوید جہاں خود نیست ہیج
 یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے
 جملہ عالم مقدر در اختیار
 اختیار کا سارا جہاں مقرر ہے
 او ہی گوید کہ امر و نہی لا است
 وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور سننے کچھ نہیں ہے
 جس را حیوان مقرر است رفیق
 اسے رحمت! جس کا حیوان مقرر ہے

ہیج باسنکے عتابے کس کند
 کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے
 زانکہ جبری جس خود را منکرست
 کیونکہ جبری اپنے جس کا منکر ہے
 فعل حق جسی نباشد لے پسر
 لے بیٹا! اس کا حق نہیں ہیں میں نہیں آتا
 ہست در انکار مدلول دلیل
 دلیل کے خبر کے انکار ہیں (بنا) ہے
 نور شمع بے ز شمع روشنے
 شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے
 نیست میگوید پنے انکار را
 انکار کے لئے نہیں ہے۔ کہتا ہے
 جامہ اش دوزد بگویند ناز نیست
 اس کا پورا ہوتا ہے کہتا ہے وہاں نہیں ہے
 لاجرم بدتر بود زین روز گبر
 اس اعتبار سے وہاں گبر سے بدتر ہے
 یاربے گوید کہ نمود متجب
 یارب کہتا ہے جو قبول نہیں ہوتا ہے
 ہست سوسفطانی اندیش ہیج
 سرفطانی، ہیج ذہن اب میں ہے
 امر و نہی اس بیار و آں میار
 حکم دینا اور سننے کا یہ امر و نہی
 اختیارے نیست ایں مجملہ حکمات
 کوئی اختیار نہیں ہے یہ سلفط ہے
 لیکن ادراک دلیل آمد رفیق
 لیکن دلیل کا ادراک وقت طلب ہے

پر اس کے علاوہ اس کا انکار کرتا ہے وہاں سے کہ جبر میں را ہے اس کے انکار کرتا ہے۔
 جس تسفط جبر کا مقید سرفطانی مقید نہیں ہے جو انکار کو خود نہیں انکار کیا ہے وہاں کو
 اور خیال کہتا ہے اور یہ سرفطانی مقید دیر کے مقید سے بھی بدتر ہے۔

زانکہ محسوس ست مارا اختیار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے
خوب می آید برو تکلیف کار
اسکی بنیاد پر کام کا تکلف بنانا مناسب ہے

درکے جدانی چوں اختیار واضطرار و خشم و اضطبار و
باطنی احساس چیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور
سیری و نابار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بدایں فرق
پیش ہوتا اور ہر ایک متعلق تہا مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے
گند و خرد از بزرگی تلخ از شیرینی مشک از سرگسی و درشت
اور بھولے کو بڑے اور کڑھے کو پھٹے اور شک کو گریبے اور سخت
از نرم و سرد از گرم و سوزان از شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم اور بھولنے والے کو گھٹے اور زرد کو خشک سے اور دیوار
دیوار از لمس و درشت پس مُنکر و جدانی منکر حس باشند زیادہ
کے بھولنے کو درست کے بھولنے سے فرق کرتے ہیں تو باطنی احساس کا منکر جس کا منکر ہوگا
کہ وجدان از حس ظاہر تر ست زیرا کہ حس را لوائے بستن
اور اس سے بھی جڑہ کہ کیونکہ باطنی احساس جڑہ ہے کیونکہ جس کا احساس کر نیے اوجھا
منع کردن از احساس و بستن راہ و مدخل و جدانیات
اور رد کا جاسکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

را ممکن نیست وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ

ممكن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درکے وجدانی بجائے حس بُود
باطنی احساس جس کی جگہ ہے
نغمی آید بُود کُن یا ممکن
اس پر جملہ بحث ہے کہ یا نہ کر
ایں کہ فردا ایں نغم یا آں نغم
یہ کہیں یہ کہوں گا یا وہ کہوں گا
واں پشمانی کہ خوردی زانں بکی
اور وہ شرمندہ جوتے ہوا سے نشان
جملہ قرآن امر و نہی ست و وعید
مانا استکان امر اور نہی اور ڈراما ہے
ہر دو در یک جملہ لے غم میر ہو
لے ہوا : دونوں ایک گلی میں جاتے ہیں
امر و نہی و اجسرا ہا و ز سخن
حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات
ایں دلیل اختیار ست لے ضم
لے پیار سے ایہ اختیار کی دلیل ہے
زا اختیار خویش گشتی مُہندی
اپنے اختیار سے قریابت یا سبب
امر کردن سنگ مرمر را کہ دید
سنگ مرمر کو حکم کرنا، کسی نے دیکھا ہے؟

لے آو۔ جبری ہے کہتا ہے
کہ مگر دینا اور رد کرنا غلط
ہے انسان کو کرنے نہ کرنے
میں کوئی اختیار حاصل نہیں
ہے جتن۔ جبرانات تک
جس کے قابل ہیں لیکن جبری
اس کا انکار کرتا ہے۔

لے بات۔ قدری جبرندہ
کو لقا و ملحق قرار دیتا ہے
وہ دلیلی جیسی حقیق چیز کا
انکار ہے لہذا جبری قدری
سے بے تعلق ہیں جبراً ہوا
ہے۔ تاکہ۔ ایسا ہی اختیار
ہوے باطل جس جتنے ہے وہی
بطلان سے مختلف قرار دیا گیا
ہے۔

لے ترک۔ جملہ وجدانی ہے
جملہ وجود جان کے ذریعہ حاصل
ہو رہا جان نفس اور اس کی
باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔
سوائے کہ فراتے کا حصہ ہے
جسے کہ کچھ مصلحت قرار دے دی
جبرندہ وجودان انسان کو
حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ جبر
ہو تا اضطراب و غصہ اور صبر
کرنا اور کچھ مصلحت قرار دے دی
جبرندہ حواس حاصل ہوتی ہیں
جیسا کہ کسی چیز کو چمکا کر اڑا دینا
یا کڑوا دینا یا ہوا و فیر و فوج دینا
مصلحت ایسی ہی جیسا کہ
وہ مصلحت جو حواس کے ذریعہ
ہوتی ہیں بلکہ وہ باتیات
مصلحت سے زیادہ بڑھاتی
ہیں کیونکہ مصلحتات تا ذریعہ
حواس ہیں اور حواس انسان
مستحق کر سکتے ہیں لیکن وجدانی
کو مستحق کرنا ممکن نہیں ہے تو
جو شخص کسی دھماکی سے خوف
کے لئے وہ کسی کے ٹکڑے
طرح سے یکساں سے خوفزدہ

حق ہے جس سے اس سے مراد ہے جبر
 فرمود انسان کے اختیار کا فکر
 ہے جو کہ ایک دہائی میں ہے
 قدر ہے فرق سے زیادہ حق ہے
 جدول جوں جوں کہ انسان کا
 یہ کیا کوئی ہے کہ اس اختیار
 کی دلیل ہے۔
 ۱۔ جملہ ممکنات حق میں ہیں
 خدا و امر اور لوی ہیں وہ سب
 انسان کے اختیار کی بنیاد ہیں
 بشر و حیوان میں جوں جوں اختیار
 نہیں ہے ان کو نہ کوئی حکم دیتا
 ہے نہ ان کو کسی کام سے منع کرتا ہے
 ۲۔ جملہ افعال جبری کا یہ خیال
 ہے کہ اگر نفس و شیطان کو
 مشیت خداوندی کے تابع نہ
 مانا جائے تو پھر ارشاد حق کا
 مجرور و مستبدیت تسلیم کرنی
 پڑے گی بلکہ انسان کو مجرور قرار
 دیکر اس نے اللہ تعالیٰ کی جہلی
 ادا حق نہیں بلکہ اختیار کے
 نہ ہونے پر ہے وہ امر و نہی کا
 ہے۔ مجرور قرار اگر انسان کو
 منشاء مانا جائے تو ارشاد حق
 کا مجرور تسلیم نہیں آتا جس نے
 کہ بندہ کا اختیار مشیت کے
 تابع ہے اگر بالفرض مذہب میں
 آئے تو بندہ کے غیر خدا رہنے
 کی صورت میں خدا کی امر و نہی
 سے جو خدا کا جہن اور مشیت
 لازم آتی ہے وہ اس سے کون
 جبر ہے۔
 ۳۔ فرق ہونا ہے ترک
 اور نہ کرنے اور نہ دلے دلہا ہون
 کی تشبیہ سے کہ کمالا ہے
 کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ
 کو ایسے راستے بنا دیے ہیں کہ
 شیطان کا ان میں کوئی دخل
 نہیں ہے بندہ ان دستور
 کو اپنے اختیار سے چھوڑتا تو

ہیچ دانا ہیچ عاقل اس کُند
 کہ کھمدار کوئی خلد یہ کرتا ہے
 کہ بگفتن کہ جنیں کن یا چنان
 کہیں نے کہا تھا ایسا کر یا دیسا
 عقل کے حکم کُند بر جو بے سنگ
 لکڑی اور پتھر کو مثل کب مکر دیتی ہے !
 کاے غلام بستی دستہ کشتہ پا
 کاے اقد بندے ہاؤں ٹٹے ہوئے غلام !
 خالق کو اختر و گردوں کُند
 وہ فانی جس نے ستارے اور آسمان بنایا
 احتمال عجز از حق راندی
 نے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کا احتمال رفع کیا
 عجز نبود در قدرت و در خود شود
 قدرت کے عقیدہ میں مجرور لازم نہیں آتا اور اگر لگے
 ترک میگوید تنق را از کرم
 ہر ان سے ترک مہمان سے کہتے ہیں
 وز فلاں سواند را ہیں با ادب
 خبردار ! اللہ سے روز سے ہے ایسا کیا تو اندر کا
 تو بعکس اس کئی بر در روی
 حق کا ان کرتا ہے اور روز سے پر جاتا ہے
 آینچنان رو کہ غلاماں رفتہ اند
 وہ روکش اختیار کہ وہ غلام اختیار کرتے ہیں
 تو سگے با خود بری یا روبہ
 تو اپنے ساتھ گشتا یا روزی لے جاتا ہے
 غیر حق گر نباشد اختیار
 اگر خدا کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں

با کلوخ و سنگ خشم کس کُند
 ذلیل اور پتھر سے خشم اور کس کرتا ہے !
 چون نکر وید لے موات و عا جل
 لے مرثو اور ماہر و پتھر نے کیوں نہ کیا !
 مرد چنگی کے زندہ نقش چنگ
 چنگ بھائی والا چنگ کی تصویر کو کب بھاتا ہے !
 نیزہ برگیر و بیاسوئے و غا
 نیزہ تمام اور جنگ کی جانب آ
 امر و نہی جاہلانہ جوں کُند
 جاہل کا سامر دینا اور منہ کو کب کرتا ہے !
 جاہل و عجز و سفیہش خوانی
 (اور) اس کو جاہل اور حق اور جبر قوت کہہ دیا
 جاہلی از عاجب سزی بدتر بود
 جبالت و عجز سے بدتر ہے
 بے سنگ دے دلق آسوی دم
 ہرے روز اس کی جانب بغیر نیزہ اور گدڑی کے
 تا کسم بند و ز تو دندان لب
 تاکہ میرا کسم جو ہے جہن اور دولت بندہ کے
 لا جرم از زخم سنگ خستہ شوی
 لا محالہ زخم کے زخم کے عصبہ ہرانا ہے
 تا سنگش گرد و حلیم و مہر مند
 تاکہ اس کا شفا بر دہا اور مہرمان میں ملے
 سنگ بشور داز بن ہر خرگے
 ہر خرگہ میں سے شفا ہو کر جاتا ہے
 خشم جوں می آیدت بر جرم دار
 تو جے افرم پر غصہ کیوں آتا ہے !
 ۱۔ عقل جی چیزوں میں اختیار نہیں ہے ان کو کرنی حکم نہیں دیا جاتا ہے جنگ کی تصویر میں بندہ کی کھینچا
 نہیں ہے اس کو کرنی نہیں بھاتا ہے کہ اسے جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس کو جنگ میں
 با کیز و بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ عقل کے اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنائے
 یہ بلا و نسل کیے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر خدا کو حکم دے یا منع کرے۔

۱۵ کر تیار۔ پانی کے پتے
 اور برابر اس جری کو فتنہ
 نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے
 کہ یہ جری اختیار سے حال
 ہیں۔ حتم۔ جری کا درختوں
 پر فتنہ کرنا ان کی دلیل ہے
 کہ وہ اس کو خوار سمجھتا ہے۔
 ۱۶ گر گزراں۔ اوستہ تک
 یہ کہتا ہے کہ وہ حق میں اختیار
 اور ارادہ نہیں ہے اسنے
 والے میں ہے لہذا اس پر جو
 کرتا ہے۔ شاکت نہیں دیتے
 پر فتنہ نہیں کرتا دوسرا اپنے
 والے پر فتنہ کرتا ہے اگر
 ڈیلے پر اس کا فتنہ ہے تو
 دراصل وہ اسنے والے پر
 فتنہ ہے جو اس کی دوسری
 وجہ سے ڈیلے پر آتا رہتا ہے۔
 مثلاً حیوانی۔ بیکارٹ اور
 شکاری انسان کو خوار سمجھتا
 ہے تو جری کو اس میں فتنہ
 سے شرم کرنے پاتے۔
 ۱۷ لے رہی جری کی مثال
 اس شخص کی سی ہے جو جری
 کھانے کے لالچ میں کھاتا
 اور صدمہ سے شرم نہ لے
 حق۔ انسان کی حرص و
 کوٹھنی کو دیکھتے تو دیکھ کر
 حتمی کر دیتا تو سہل ہے۔
 ۱۸ حکایت۔ اس حکایت
 کا مقصد یہ ہے کہ بدنامی کو اپنے
 انصاف کا اختیار حاصل ہے۔
 شتم۔ کو قوال۔ فقیر۔ فقیر
 غلامی والی اختیار کو اس
 کا سبب بناتی ہے۔ اختیار کو
 سلب نہیں کرتے۔ بلکہ
 میں کو قوال کہتا ہے جسے فقیر
 غلامی کی کیفیت میں ہی ہے
 جو نہ اسے راہروں شرم
 سول۔

عقل حیوانی چودانت اختیار
 حیوان عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا
روشنی ست اس ایک از طبع سحر
 یہ بات واضح ہے لیکن سحر کے لالچ میں
 چونکہ کلی میل اوناں خور نیست
 چونکہ اس کی پوری خواہش دلی کھانے کی ہے
 حرص چوں خورشید را پنهان کند
 لالچ جب سدھ کو چھپا دیتا ہے
 این مثل بشو مشو منکر بدان
 یہ مثل شکل ہے اس کے باوجود منکر نہ ہوتا

اس لکوائے عقل انسان شرم دار
 اسے انسان عقل: شرم کر تو اس اجڑی کا پیش
آن خورنده چشم می بندد ز نور
 وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر دیتا ہے
 زو بتاریکی کند کہ روز نیست
 اندھیرے کی طرف منہ کر دیتا ہے کہ روز نہیں ہے
 چه عجب گر پشت بر بڑہاں کند
 کیا عجب ہے اگر دیکھ کی طرف پشت کر لے
 اختیار خویش را در امتحاں
 امتحان کے وقت اپنے اختیار کا

حکایت زد کہ باشعنه گفت کہ آنچه کردم تقدیر خدا بود و
 حکایت انیس۔ بزرگ جس نے کو قوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور
جواب شمعہ و ہم در بیان تقریر اختیار خلق و ہم بیان آنکہ
 کو قوال کا جواب بزرگ خلق کے اختیار کو ثابت کرتے کے بیان میں ہمیں نہیں آتا بیان کر
تقدیر قضا سب کندہ اختیار سب سلب کندہ اختیار
 تقدیر اور قضا اختیار کو سب بنائیے ہیں اور اختیار کو سب سلب کر لیا ہے ہمیں ہیں

گفت زدن شمعہ را کہ پادشاہ
 ایک چور نے کو قوال سے کہا کہ اے مالک
گفت شمعہ آنچه من ہم می کنم
 کو قوال نے کیا میں بھی جو کر رہا ہوں
 از دکانے گر کئے خر بے برز
 کسی دکان سے اگر کوئی شخص سولے جانے
 بر سرش کو بی دوسرے مشت آ کر
 دیکھ کر نے اس کے سر پر مار کر لے لیا تو
 دیکھے ترہ چوں اس عداک فہل
 لے یہ وقت ایک حکمران کے پاس سے چلے یہ فتنہ
 تو بدیں عداک اعمائے می کنی
 تو اس فتنہ پر پھر دوسہ کرتا ہے

آنچه کردم بوزاں حکم آک
 جو کچھ میں نے کیا وہ خدا کا حکم آک
حکم حق ست لے دوشیم روغم
 اے سیر سے پیارے اے عداکم ہے
 کایں ز حکم این دست آ باخرو
 کراے فتنہ: یہ خدا کے حکم سے ہے
حکم حق ست اس کی انجام بازنہ
 خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ
 می نیاید پیش بقلے قبول
 سبزی کو کھانے کے قابل نہیں ہیں
 گرد مارواژ دھائے میلنی
 سانپ اور مار دھکے کے گرد چڑھتا ہے

از چنیں غدرے سلیم نابیل
 لے بیوقوف، کیجئے! ایسے سذر سے
 ہر کے پس سببت تو بر کند
 بھو بر شمس تیسری شمس فو ہے گا
 حکم حق گر غدری شاید ترا
 اگر اٹھ اٹھنے کے حکم کا غدر میرے نے تاب
 کمر اصد آرزو و شہوت مست
 کیو کیو میری سیکڑوں آرزو میں اور ایشیوں
 پس کرم کن غدر را تعلیم ده
 قہر بان سے جیسے غدر کرنا سکھا دے
 اختیارے کردہ تو پیشہ
 تھے ایک پیشہ اختیار کیا ہے
 در زچوں بگزیدہ آں پیشہ را
 در ز تھے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا!
 چونکہ آید نوبت نفس و ہوا
 جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے
 چوں بر دیک جتہ از تو بار سود
 جب دوست تجھ سے ایک لک کا نام نہ آتا
 چوں بیاید نوبت شکر و نعم
 جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے
 روزخت را غدر ایں باشند
 غدرے نے روزخ کا بھی یہ غدر پیش ہے
 کس بدیں محبت جو غدر و نداشت
 اس بدیں سے تجھے کس نے سوز دیا
 پس بدیں داو جہاں منظوم شد
 تو اس شریف احاکم سے دنیا کا کم منظر ہو گیا

خون و مال وزن ہمیکردی سبیل
 تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا
 غدر آرد خویش را مضطر کند
 غدر کرے گا اپنے آپ کو مجبور غمزدہ
 پس یا موز و بدہ فتویٰ مرا
 تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے
 دست من بستہ ز بیم و ہیبت
 خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے
 بر کشا از دست و پائے من گرہ
 مجھ پر گھر کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے
 کا اختیارے دارم و اندیشہ
 (اور ترسنا ہے) کہ میں اختیار کر دوں
 از میان پیشہ ہاے کد خدا
 اے مامب! سب پیشوں میں سے
 بیست مرده اختیار آید ترا
 تجھ میں بیست مردوں کا اختیار آتا ہے
 اختیار جنگ در جانت کشود
 فوری جان میں لڑائی کا اختیار کتنا ہے
 اختیار نیست از سب تو کم
 تجھے اختیار نہیں ہے تو بھرے کم ہے
 کا ندیں سوزش مرا غدر میں
 کہ اس بات میں مجھے سوز دے
 و ز کف جلا دایں دورت نداشت
 اور تھو کے ہاتھ سے تجھ نے دور کر دیا
 حال آں عالم ہمت معلوم شد
 اس عالم کا حال میں تجھے معلوم ہو گیا

سے جھڑپیں ہوتی ہیں
 اور کہ دے کہ یہ ہیں خدا کی
 قدر ہے مولیٰ اسی جھڑپ
 رو کہ دے کہ یہ ہیں خدا کی
 جب میری فروش کے یہاں
 بھی غدر نہیں ہے تو
 اس پروردگار کا صاحب
 کس قدر طاقت ہے۔
 بقتال میری فروش۔ آج
 میری جہاں میں کے تیرے
 ساتھ اور پھر دوسرے گئے۔
 لے سلیم، امن نابیل
 کیونکہ خون میں جگر کے غدر
 کے مطابق تیرے سب کو کر
 غدر کا پادشا ہے اور اپنے
 والا اپنے آپ کو مجبور بنا کر
 کر کے بڑی ہو سکتا ہے۔
 حکم حق میں گاہ کے سلسلہ
 میں اگر حکم حق کو غدر کرنا
 مان سکتا ہے تو مجھے بھی یہ غدر
 سکھا دے میرے دل میں
 بھی بہت سے گناہوں کی
 تنہا ہے اور اٹھ اٹھانے کے
 ڈورا و غفر سے میں نہیں
 کرک رہا ہوں۔
 لے چن، تیری بڑی ہرانی
 ہو گی اور مجھ پروردگار کا دای
 حاصل ہو جائے گی۔
 انہی اپنے لئے کوئی پیشہ
 اختیار کرتا ہے یہ اس کے
 اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ
 جیسی انسان خود میں نشان
 کا اٹھاتا ہے تو پیشہ
 انسان کا اختیار اس میں
 آتا ہے اگر اس کا ایک
 زلی کا کوئی نقصان کرنا
 ہے تو روانی کا اختیار
 ہند سے جان کے پھیل جاتا
 ہے۔
 لے چن، یاد دہشت
 خدا کی اطاعت و عبادت

کے اس غدر کر دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اس لئے کہ وقت بیکار کے اتار سے اس غدر کی بنا پر
 دھمک سکا اور دنیا کا حکم اس بات سے قائم ہے کہ جیسا کہ غدر بدل نہ کیا جائے تو آخرت کو
 بھی اس پر تکیا کرنا پڑے۔

کامداد ہے ہر جبری کا
ہے کہیں مجرموں اور بچے
آپ کو پھر سے بھی زیادہ خبر
خوار ملا ہرگز تا ہے ذوق
جب جسم کی آگیں بے گد
قودہ میں کھلی کر سہا
میں مجرموں کو کشت جبری

لے ایتیں شیطان نے
میں اپنی گراں براء ہے جبر کا
مذہب میں کیا تھا اور کہا تھا
کوسری گواہی میری جبر کا
تہیں ہے لیکن اس کا مذہب
مقبول نہ تھا اگر دوزخ چڑھ

ک طرح ذنی کہنے
لے گفت۔ چل جاؤ نے
دائے نے کہا کہ باغ خدا کا
ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں
اٹھنے بچے جہاں سے خلا
کے ہیں تو جاہلوں کی طرح
بچے کیوں ماست کرتا ہے تو
خدا کی دسترخوان پر عمل کرتا

لے گفت۔ باغ دایے نے
اپنے نوکر کیا یا کرتے تھے آ
میں اس کا جواب اس کو
دے دوں گا اور تھی سے
تھی نے اس کو درخت سے
بانہ کر دیا آخر درخت کو دیا
گفت۔ چل پڑا نے دایے
نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر
مجھے گناہ کو کیوں مارے
تو نے۔

لے گفت۔ باغ دایے نے
کہا کہ میں نے خدا کی ہے میری
خدا کا بندہ ہیں تیری گواہی
پہلو میں خدا کا ہے میں جتنے
کے حکم سے ابراہیم ہیں
میں کیا بڑی ہے گفت کیا
پر وہ جبری ہرگز کرنے لگا
اور بندہ کے اختیار کا

حکایت ہم در جواب جبری و اثبات اختیار و صحت امر و
نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی
نہی و در بیان آنکہ غدر جبری در بیج ملتے وینے مقبول
صحت کے پاس میں اور اس بیان میں کہ جبری کا مذہب کس وقت اور دین میں مقبول
نہیں ہے واجب خلاص نیست از سزائے آں کار کہ
نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب
کر وہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیل بدان کہ گفت
نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ
سَرَبِ بِنَا آغُویتَنی وَالْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ
”خدا تو نے مجھے گمراہ کیا“ چھٹکارا نہ پاسکا اور ٹھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

می فشاندا میسود راؤر دانہ سخت
جہوں کی طرح بہت پس بھاڑنے لگا
از خدا شرمیت کو چہ میسکی
خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کہہ دے؟
گر خور دخر ما کہ حق گردش عطا
اگر کہہ رہی کار ہے جو کا سکھانے دی ہیں
نخل بر خوان خداوند غنی
بلے نیاز خدا کے دسترخوان پر نخل کو رکھ رہی
تا بلوگیم من جواب بلوگسن
تا کہ میں اس سے بچے کا جواب دوں
میز او بر پشت نشین شمشیر سخت
اس کی کہ اور پتھر پر سخت لٹا دینے لگا
می کشی ایس بیکنہ را زار زار
تو اس بے قصور کو بڑی طرح سے مار رہی ہے
میزند بر پشت و گیر بندہ خوش
دوسرے بندے کی کہ پر عجب مار رہی ہے
من غلام آلت و فرمان او
میں اس کے آگے اور حکم کا منہ ہیں
اختیار است اختیار است اختیار
اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

آں کے میرفت بالائے درخت
ایک شخص درخت پر چڑھا
صاحب باغ آمد و گفت کی ذنی
باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کہنے!
گفت از باغ خدا بندہ خدا
میں نے کہا اٹھ تھالے کے باغ سے خدا کا بندہ
عامیاندہ چہ ملاست میسکی
جاہلوں کی طرح تو کب صحت کر رہا ہے
گفت لے ایبک یا و آں سن
میں نے کہا اے غلام! تھی لے آ
پس بشتش سخت اندم بر درخت
پھر اس وقت اس نے منکو درخت کس کو باندھ دیا
گفت آخرا ز خدا شرمے بدار
اس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر
گفت کہ چوب خدا میں بنمادش
میں نے کہا خدا کی لاش سے یہ آسن کا بندہ
چوب حق و بشت و پہلو آن او
لاش اٹھ اتارنے کی، گواہی پہلو اٹھ اتارنے کا
گفت تو بہ کر دم از جبرے عیار
میں نے کہا اے غلام! میں نے جبر سے تو کی

اختیار اختیار اختیار ہست کرد
 تیرے اختیار کو اس کے اختیار لے پیدا کیا
 اختیار اختیار اختیار ماکند
 اس کا اختیار ہمارے اختیار پر پیدائے
 حاکمی بر صورت بے اختیار
 بے اختیار صورت پر حکومت کرنا
 تاکند بے اختیار صید را
 مٹی کر دے اختیار مٹا کر کھینچ لیا ہے
 لیک بے بیج آتے وضع صمد
 لیکن اللہ تعالیٰ کی کارگری بیکس آگ کے
 اختیار زید را قیدش کند
 زید کا اختیار اس کو قید کر دیتا ہے
 آل در و گر حاکم جو بے بود
 بڑھتی، کڑی پر حاکم بن جاتا ہے
 ہست آہنگ بر آہن قیمتی
 لڑا، دھپے پر حاکم ہے
 نادرا باشد کہ چندین اختیار
 محب بات ہے کہ اس قدر اختیار
 قدرت تو بر جمادات از نبود
 صورت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت
 قدرت بر اختیارات انچنان
 اس اختیار نے ان کی قدرت امتیازات پر اس طرح
 خواستش میگوئی بر وجہ کمال
 اس اختیار نے ان کے ارادہ کا اہل کمال کے طریقہ پر تیرا
 چونکہ نفی کفر من خواہ دیست
 جب جوئے یہ کہا کہ میرا کفر اس کی خشار ہے
 زانکہ بخواہ تو خود کفر تو نیست
 کیونکہ تیری خشار کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے

اختیارش چوں سوارے زیر کرد
 اس کا اختیار کر دے نیچے کے سوار کی طرح ہے
 اثر شد بر اختیارے مستند
 علم کا مدار اختیار پر ہے
 ہست ہر مخلوق را در اختیار
 قادر بنانے میں ہر مخلوق کو حاصل ہے
 تا بزرگبرفتہ گوشش آوزید را
 مٹی کو زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے
 اختیارش را کند او کند
 ان کے اختیار کو اس کا ہمارے بنا دیتا ہے
 بے شک بے نام چوں صمد بود
 وہ بغیر نئے اور بال کے شکار جیسا بن جاتا ہے
 و ان مصور حاکم خوبے بود
 مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے
 ہست بتا ہم بر آکت حاکم
 سوار بھی اذرا پر حاکم ہے
 ساجد اید ز اختیارش بندہ وار
 اس اختیار نے ان کے اختیار سے تمام کیلئے مجبور کرنے
 کے جمادی را از آہن نفی کرد
 ان کے بے جا ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟
 نفی نکند اختیارے را از ان
 اس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے
 کہ نباشد نسبت جبر و ضلال
 انکار طعن کی جانب، جبر اور گمراہی کی نسبت نہ
 خواہ خود را نیز ہم میداند کہ ہست
 قربانی خشار کو بھی مجبور لے کر دے
 کفر بخواہش تا نفس گفتنی است
 بغیر خشار کے کفر نہ تا - متضاد بات کہنا ہے

ہو گیا اس اختیار۔ قدرت کے
 عقیدہ کے خلاف ملامت افزائی
 اس کہ بندہ کا اختیار بھی اختیار
 خداوندی کا معاد کر دے ہے بندہ
 کا اختیار ظاہر ہے اور صفت
 حق قائل کا اختیار ہر شے پر
 ہے۔
 اسے اثر شد جبر کے عقیدے
 کے خلاف ملامت افزائی میں کہ
 تمام احکام اور فرائض کا مدار
 اختیار پر ہے جو بندہ کو مل
 ہے اس لئے نام جبر میں مل
 دے لئے فرمایا ہے لا جبر و لا
 قدر ولیکن امرہا علی اختیار
 یعنی زور و قساص مجبور ہے اختیار
 محض بلکہ معاملہ میں ہیں۔
 حاکمی بے اختیار پر تو ہر مخلوق
 کوئی کرتی ہے لہذا اللہ کی
 صفت خاصہ نہیں ہے۔ ایک
 اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے
 کہ وہ خوار رہنے کی آگے خود
 اس کے اختیار کو بھی کی کند
 بنا دیتا ہے اور اس کو بے اختیار
 دیتا ہے۔
 اس اختیار۔ اختیار کی
 صفت خاصہ ہے کہ وہ انسان
 کو خود اس کے اختیار سے بغیر
 کسی آگے کے شکار کرتا ہے۔
 اور اگر جبر میں حق ہے۔
 اسے قدرت جبر پر ماست
 کے لازم میں سے ہے وہ
 اہست سے جدا نہیں ہوتی
 ہے بلکہ اسے اختیار پر ماست
 اہست کے لئے لازم ہے کہ
 طرح انسان کا اختیار پر ماست
 اہست کے لئے لازم ہے کہ
 کی جمادات پر قدرت جمادات
 کے بے اختیار ہونے کو سلب
 نہیں کرتی ہے اس طرح اللہ
 کا اختیار اور قدرت انسان کے
 اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔

کسی نہیں کی تصویر جلا۔ سوار۔ تار۔ اگر بغیر خشار بندوں پر ماست کی حکومت ہو تو جس میں کوئی قدرت
 نہیں ہے قدرت تو یہ ہے کہ بندہ خشار جتے ہوئے اس کے اختیار کا نظام ہے۔

خدا شش۔ انسانی افعال میں
 انسان کی مشیت کو راہ دہ
 کو جس وصل ہے جو مشیت ہے
 خداوندی کے تابع ہے واما
 تَشَاقُوتُ الْاِنْسَانِ تَشَاقُوتُ
 اور تم نہیں جانتے کہ وہ جانتا
 ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو
 اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ
 کرنے کی نسبت ہر جائے گی
 چونکہ جب جبری انسان یہ
 کہتا ہے کہ میرا کوئی اختیار نہیں
 مشیت سے ہے تو فکر کرنے کا
 اس نے اختیار کیا اور کفر و جبر
 جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار
 سے کہے تو اگر وہ جبری
 نے اپنے اختیار کا انکار کر دیا
 اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے
 اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ہے جو اختیار
 کے انکار کا کفر نہیں ہے تو
 انسان اپنے کفر کا انکار کرے
 اور پھر اپنا اختیار نہ دالے یہ
 دو تضاد باتیں ہیں۔ آخر مایوس
 کو حکم دینا جبری بات ہے خدا
 اس سے منکر ہے۔ خدا تعالیٰ
 کو جبر کہنے کا اختیار ہر حال میں
 ہے۔ خود اپنے اختیار سے
 کے ذریعہ انسانی افعال کا تمام
 صورت کی مشیت کو راہ دہ دیا ہے۔

امر عاجز را قیض مست و ندیم
 عاجز کو حکم دینا بڑا اور ناپسند ہے
 گادگر یوغے نکیر دمیست نند
 بیل اگر جوا نہیں دیتا ہے اسے ہیں
 گادگر جوں معذور نبود و فضول
 بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا
 بچوں نہ رنجور سر را بر بند
 جس کے کو بیمار نہیں ہے سہہ کو نہ کس
 جہد کن کز جام حق یابی نوی
 کوشش کر کہ خدا کی جام سے تیرا پی ہو
 آنکہ آں مے را بگو دکل اختیار
 تب انہی مشابہ کہ ہوا اختیار نہ ہوگا
 ہر چہ گوئی گفتہ نئے باشد آں
 تو خود کہہ کہ وہ شرب کا کہہ ہوا ہوگا
 کے گند آں مست جز عدل صواب
 وہ مست و انصاف اور صواب کے علاوہ کب کہہ کر کہے؟
 جادواں فرعون را گفتند میت
 جادو گروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا
 دست پکامے آں واجدیت
 ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس خدا کی شرب میں ہیں
 چوں بسر یخند ز جام او مدام
 جب اس کے جام کی شرب شرابی ہر حال میں ہے

خشم بدتر خاصہ از رت رحیم
 غصہ کرنا زیادہ بڑا ہے غصہ مٹا کر رحیم پر درگاہ کی
 بیج گادے کو پتر دشت دشت نند
 بیل نہ اٹھے تو وہ مایوس نہ ہے
 صاحب گادار چہ معذور و دول
 تو، بیل مالہ کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟
 اختیار ہست بر سبک نمند
 تجھے اختیار ہے مذاق نہ اڑا
 بیخود و بے اختیار آنکہ شوی
 پھر تو بے خود اور بے اختیار ہوا جانتا
 توشوی معذور مطلق مست ار
 تو درہش کی طرح باطل معذور ہو جائے گا
 ہر چہ روی رفتہ وے باشد آں
 تو خود کہہ جھاڑے گا اس کا جھاڑا ہوا ہوگا
 کہ ز جام حق کشدت او خمر آ
 کیونکہ اس نے خدا کی جام سے شراب پی لیا ہے
 مست پیروائے دست پانیت
 مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پرہیز نہیں ہے
 دست ظاہر سایہ است و کار دست
 ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھلا ہے
 خانہ دل را فرو گیر و تمام
 دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

لے لے کر لے کر لے کر
 کو دست ظاہر و شرابی
 جادواں، فرعون کے ساتھ
 شرب و کثرت کے ساتھ
 خود اپنے اختیار سے
 ہوتا ہے کہ ہاتھ اور پاؤں
 میں ہے۔ دست جادو
 لے کر ہاتھ اور پاؤں
 اور ہاتھ اور پاؤں
 میں ہے۔ دست جادو
 لے کر ہاتھ اور پاؤں
 اور ہاتھ اور پاؤں
 میں ہے۔ دست جادو

معنی ناشار اللہ کان یعنی خواست خواست اوست و رضا
جراحت دہانے والے ہال ہوا کے مستی یعنی مصیبت اس کی نسبت ہے اور رضائی
رضائے اوواز خشم و زور دیگر اس دل تنگ نباشد کان
اس کی رضائی ہے تم در سہروں کے غصہ اور زور سے بچید اور لفظ کان
اگرچہ لفظ ماضی است لیکن در فعل خدا ماضی و مستقبل
اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے
نباشد کہ لیس عند ربنا صبا و لا مساء
کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح و انقلام نہیں ہوتا ہے

قول بندہ ایش شار اللہ کاں
بندہ کا یہ کہنا جو خدا نے چاہا وہ ہوا
بلکہ تحریض است براخلاص نجد
بلکہ اظہار اور کوشش پر برائے نجات ہے
گر گویند آنچه میخواہی تو را
اگر وہ کہیں اسے جو چاہے تو ہر چاہے
آنکہاں تنہا کنی جائز بود
اس وقت تو اپنی مرضی سے جائز ہوگا
چوں گویند ایش شار اللہ کان
جب وہ کہیں جو خدا نے چاہا ہوا
پیش چر اصد مرده اندر و روا
فریز کیوں تڑپاؤں کی برابر اے گھاٹ میں
گر گویند آنچه می خواہد وزیر
اگر کہیں کہ وزیر جو چاہے
گرد او گرداں شوی صد مرده کو
تڑپاؤں کیوں کی حالت سے نکلے گرد پڑے گا
یا گریزی از وزیر و قصر او
یا تو وزیر اور اس کے محل سے بھاگے گا
باز گوہ زین سخن کاہل شدی
تو کس بات سے آہستہ کاہل بننا
اگر انسان سے یہ کہہ دیا جائے کہ ہم تیری ہمتی کے مطابق ہو جائے گا تو اس وقت انسان خدا کی
الفاظ اللہ بندگی میں مستحق کرتا۔

لے متقی جو خدا نے چاہا
ہر ایک مستی ہے جس کی اصل
مستی خداوندی است
اور اصل رضائی خداوندی ہے
دوسروں کی ماضی سے ان
کو زبید نہرا چاہے کج
ہوای ماضی کا صیغہ جس
میں گزرا ہوا زمانہ آج
لیکن اظہار خدا نے کئے یہ
لفظ برا چاہے تو اس میں
ماضی مضارع کی بحث نہیں
ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت
سے کوئی زمانہ گزرا ہوا ہے
دہانے والا ہے۔
لے قول بندہ چاہے یہ کہنا
خدا کے بندہ کے فعل میں اس
کی نسبت کا فعل ہے جو خدا
ملک اللہ کا فعل ہوا
لے چاہا ہوا اس کے معنی
ہوتا ہے خواہ اس کے
مستی ہو جائے۔ اس کی
مستی وہ جو چاہے ہو۔
تو اس پر چاہے نہ ہو۔
یہی اصل خداوندی ہے جو خدا
لے کہیں جب یہ کہاں کہ
جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے
تو انسان اس کے وہاں کے
چکر ہوتا ہے۔ ورنہ گھاٹ
کو گزرتا اگر چاہے اس کا
ہو جائے کہ مراد میں وزیر
خود مختار ہے تو تمام انسان
اس کے گمراہ چکر میں گئے
اس کے محل سے گمراہ نہیں
کیوں کہ طلب نہ ہوگی۔
لے آؤ کوہ جبر سے اس کا
ان مطلب سمجھا اور مراد میں
مستی چوکی۔

آمر آراں۔ اگر
 ۱۔ اعلان ہو کہ خدا سرور عالم
 ہے تو اس کا مطلب یہ ہے
 کہ صرف اس کی صحبت اختیار
 کرنا ہی ہو چکا کہ نہ کچھ
 سے پہلے کا جو وہ پائی گئے
 تھے۔
 ۲۔ اس کا مطلب یہ
 نہیں ہے کہ جو کہ وہ ماکہ
 بلکہ اس کے قریب نہ جا۔
 حق نور قرآن در صفت کے
 مستقیم ہیں جو بند کو سرگرم
 عمل بنائیں اگر وہ محنت
 اور کاپی بنائے ہی تو وہ خیریت
 ہے۔
 ۳۔ اس میں اشارہ خدا کا
 سرگرم عمل کر کے ہے جس
 قرآن۔ قرآن کا معنی
 کی تفسیر کر کے آیت کی تفسیر
 دوسری آیت کی روشنی میں ہونی
 چاہئے اس عالم سے کہ زبان
 جس نے ہر وہ ہوش کو جلائی
 ہو۔ بیشک قرآن۔ وہ عالم قرآن
 پر قرآن ہو گیا ہوا اور اس کی
 تہیہ بہت قرآن ہی گئی ہو۔
 تہیہ۔ اب اس عالم اور قرآن
 میں وہ محنت ہوگی جو پھول
 کے دھنیاں اور پھول ہیں کہ
 درون کو شکر گناہ کیاں ہے
 گزیرانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے
 دے مستحق تہیہ پر ظاہر نہیں
 ہوئے ہیں تو ان کی تہیہ کر۔
 ۴۔ وہ تہیہ۔ یہ صورت خیریت
 ہے اور حدیث میں ہے بحق
 اللہ تعالیٰ جو کہ علم رکھنا خشک
 ہو گیا ہے ہر وہ چیز کو جو نہ
 مال ہی نہیں پر مصافحہ کرنا
 کیا پھر مل کس بات کے
 آئندہ کفر یا ہر انسان کو
 اس چیز کی سہولت دے وہ
 گئی ہے جس کے لئے یہ پیدا

امر آراں فلاں خواجاست میں
 خیر دار۔ مگر فلاں خواجہ کا حکم ہے
 گرد خواجہ گرد چوں مر آں او
 خواجہ کے گرد چکر کاٹ چکر کہ کسی کیست ہے
 ہر چہ او خواہد ہماں یابی یقین
 جو وہ پہلے کہ وہ یقین تو حاصل کرے
 تھے جو حاکم اوست گرد او گرد
 نہ کہ جو وہ ماکہ ہے اس کے گرد چکر نہ
 چونکہ حاکم اوست اور اگر وہیں
 چونکہ حاکم وہی ہے اس کو چکر اور جس
 حق بود تاویل کاں گرم گند
 او تاویل سے ہے جو تھے سرگرم کر دے
 و گرد گشت حقیقت اس پہلا
 ادھر گئے۔ دینا ہے، حقیقت ہر
 اس برائے گرم کردن آمدت
 یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے
 معنی قرآن ز قرآن پیرس و پس
 قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور جس
 بیش قرآن گشت قربانے و بست
 جو قرآن کے معانی قرآن اور قرآن ہوا
 روغن کو شکر فدائے گل بگل
 جو تیل پھول پر بالکل نسا ہو گیا ہے
 گرمیدانی۔ بخو تاویل آں
 اگر وہ نہیں سمجھتا ہے تو شکر معانی میں کر لے

چیت یعنی با جزا و کثر نشیں
 کیلے۔ یعنی اس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ
 کو شکر دشمن را ہند جان دوست
 کیونکہ وہ دشمن کو مارے دوست کی جان بھڑکا دے
 یادہ کم زود خدمت او بزرگزیں
 پیہر وہ روی نہ کر اس کا دربار متنبہ کرے
 تاشوی نامہ سیاہ و روی رود
 تاکہ قرآن سیاہ و نار و لا۔ تندرست رہے وہ اپنے
 غیر اور انیت حکم و دسترس
 اس کے غیر کے حکم اور قدرت میں ہے
 پرا امید و حجت با شمرت کند
 تجھے پرا امید و حجت اور با حیا بنارس
 ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
 وہ خیریت ہے تاویل نہیں ہے
 تا بگیرد نامیدال را دوست
 تاکہ وہ ایسوں کی دستگیری کرے
 وز کے کاتش ز دست اندر ہو
 اور اس شخص سے جس نے ہوش کو بھڑکا دیا ہے
 تاکہ عین روح او قرآن شدہ آت
 مستحق کہ اس کی رسم بید قرآن ہی گئی ہو
 خواہ روغن بوئے کن خواہی لوکل
 (اب) تو خواہ تیل کو شکر گئے یا پھول کو
 تا بتابد بر دلتاں را عیاں
 تاکہ تیرے دل پر اس کا ہر ایک گئے

و بحیث قد جف القلم و کتب ان لا یستوی
 در اس طرح کی کتابیں ہے کہم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اس نے نگہ دیا ہے کہ
 الطاعة و العصیة و لا یستوی لکانه و الشوق جف القلم ان لا
 طاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور طاعت اور جوری کیاں ہے تو علم خشک ہو گیا ہے کہ نہ
 یستوی الشکر و الکفر جف القلم ان الله لا یضیع اجر المحسنین
 اور نہ شکر و کفر برابر نہیں ہے۔ تو علم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ بیکس کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

کے سر پر تک۔ جتنے جتنے ہیں
 خود ہے جس کی ترازو میں
 ایک ایک ذرہ کو لا جائے پتہ
 یہ خود ناری بادشاہوں کا طور
 طرہ ہے کہ کو تمام معاملات
 کو نا ہے اور ایک چنانچہ نری
 ساری بھلائی بڑا کرنا ہوا
 ملے پیش شاہ ہے۔ دانا
 دینا خدا کے اور اس میں
 نہیں ہے کہ کوئی چنانچہ
 چنانچہ کی کہ دانا سے
 چنانچہ رضیہ طاعت و غیب
 ایسے ہو کر ہمارے پس
 اگر ہیں بہ کھاتے اور شاہ
 کاظم بیان کرتے ہیں اور
 کہنے ہیں کہ اس نے سب کچھ
 پہلے ہی کھ دیا ہے اس میں
 کے ساتھ و ناداری کیوں
 کہتے ہو۔
 ملے متنی۔ یہ چنانچہ شہلا
 کا جواب ہے کہ جنت القلم
 کے میں نہیں ہیں کہ جنانہ
 وفا کیاں ہے وفاداری سے
 کوئی نادمہ نہیں ہے بلکہ
 یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے
 اور وفا کا بدلہ وفا ہے غفور
 باشد ملکہ بتا ہے کہ جب
 اشر قاتی نگہمدوں کو بھی
 سات کر دے گا تو یہ طاعت
 اور ان کی کیاں ہو گئی ہو
 نے جواب دیا ہے کہ سانی
 تو ہر جائے کی ایک وہ دانا
 ماس۔ ہوں گے جو یہ کہلا
 کہیں گے۔ آرزو۔ چو کی
 سالہ کہ ہیں مطلب ہوتا ہے
 کہ ایک ہاں کا کئی ایک
 کہ نہ ہو اور وفا کی کوئی تو
 خاص نہیں ہوتا۔

فرق بنو ہر دو یک باشد برش
 وہ دونوں میں فرق نہ کرے انکے نزدیک ان کی کیاں
 ذرہ گر جبد تو فاسروں شود
 اگر تیری کو فکشن میں ایک ذرہ ہو
 پیش اس شاہاں ہمارہ جانگنی
 ان بادشاہوں کے ملنے تو بہت ہیست ہوتا ہے
 گفت غمازے کہ بد گوید ترا
 اس چلو کی بات جو ہے براکت ہے
 پیش شاہ کے کو سمیع ست بصیر
 اس بادشاہ کے ملنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
 جملہ غمازاں از و آیس شوند
 سب چنانچہ اس سے ایسے ہو جاتے ہیں
 بس جفا گویند شہ را پیش ما
 اشر قاتی کا ہم سے بہت علم بیان کرتے ہیں
 معنی جفا القلم کے آں بود
 قلم اکھو، خشک ہو گیا کے یہ اس کی بڑھتی ہے
 بل جفا را ہم جفا جفت القلم
 بلکہ قلم کے لئے (بد) قلم جو قلم خشک ہو
 عفو باشد لیک کو قرا سید
 سانی ہوئی ایک امید کہ وہ شان شوکت کہاں
 دُور اگر عفو باشد جاں برد
 چو کہ اگر سات کیا ہا کہ ہے تو جان بھائی ہے
 اے امین الدین ربانی بیا
 اے امین الدین! اللہ دے : آجا
 پور سلطان گر بر و خان شود
 ستم ہزارہ اگر بادشاہ کا خان بن جائے
 ور غلامے ہندوے آرد وفا
 اگر ہندوستانی قلم وفا برتے
 چہ غلام ارب بردے سنگ با وفا
 قلم کیس : اگر ہزارہ سے پرگشت وفا ہے

شاہ بنو خاک تیرہ بر سرش
 وہ بادشاہ نہ ہوا اس کے سر پر کال ہتی ہو
 در ترازوئے خدا مزدوں شود
 وہ خاک ترازو میں قولا جائے گا
 بیخبر ایشان ز غدر و روشنی
 وہ قزاقی اور نور قلب سے غافل ہیں
 ضائع آرد خدمت را ساہبا
 وہ تیری سادوں کی خدمت کو ضائع کر دیتا ہے
 گفت غمازاں نہ باشد جائے گیر
 چنانچہ کی بات نہیں مہم سرتی ہے
 سوئے ما آید و افزا سید بند
 ہمارے پس آتے ہیں اور دکانوں میں اضافہ کرتے ہیں
 کہ برو جفت القلم کم کن وفا
 کہ با قلم اکھو خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر
 کہ جفا با وفا یکساں بود
 کہ قلم وفا داری کے برابر ہوتا ہے
 واں وفا را ہم وفا جفت القلم
 اور وفا کیلئے (بد) قلم خشک ہو گیا ہے
 کہ بود بندہ ز تقویٰ رو سید
 کہ بندہ بد پرکاری کی وجہ سے شرخو ہو
 کے وزیر و خان مخزن شود
 وزیر اور خان کا خزانہ کی جنت ہے
 کز امانت رست ہر تاج و لوا
 کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جواہر دانا ہوا
 آں سرش از تن بدان شود
 اس کی وجہ سے اس کا سر تن سے جدا ہو جائے
 دولت اور امیر زند طال بقا
 نصیب اس کیلئے زندہ باد ۱۰ سالانہ کر دے
 در دل سالار اور صدر رستا
 آقا کے دل میں کل جانتے ہیں کہ وہ سالار ہیں

زین چونک را بوسہ برپوش ہد
اسی روز ناک دہ سے جب نکلے کہ تھوڑی چلتا ہے

چہ مگر دڑے کہ خدمتہا کند
سوائے اس چور کے جو خدمتیں کرے

چوں فیض رہنے کو راست جتا
پیدا کن کو حضرت ایضاً جنہوں نے تہا کی بازی

واچنجان کہ ساحراں فرعون را
اور جس طرح کہ جادو گروں نے فرعون کا

دست پادادند در جرم و قود
تقصیر اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے

تو کہ پنجہ سال خدمت کردہ
تو کہ جس نے پہاں سال عبادت کی ہے

گر کوشیرے چہ پرورش کند
اگر وہ شیر پرورش کرے کہ قند کا پانی حلیت کرے

صدقی او بیخ بخارا بر کند
اس کی بچائی علم کی جڑ آگ کا پانی دے

زاں کردہ مردہ بسوئے تو بخت
کیونکہ وہ انسانوں کی طاقت سے تیری جان نہ دے

رؤسیہ کردند از صبر و وفا
شعبہ کا کہ روبا صبر اور وفا داری سے

آں بصد سال عبادت کے فود
وہ تیرا سال کی عبادت سے کب جوتا ہے

کے جنیں صدقے بدست آوردہ
ایسی بچائی کب حاصل کی ہے

لے ترقی۔ فطارتی اگر ترقی
بھگتا ہے تو آقا کی کھنڈ
چوتھا ہے اور اگر شیر
دغا داری کرے تو جہاں کی
کا صباں کا کبھی نکلتا ہے
چہ کرے جیسے فرما یا تھا کہ چور کو
مساف کو کر دیا جیسے کانٹوں
اس کو اپنے مقامات حاصل
نہ ہونگے اب اس سے اشتباہ
کرتے ہیں اس لئے کہ بعض
ڈاکو گروں کو بڑے مقامات
حاصل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ
حضرت غنی بن جعفر کا کہ
نے پر تائب ہوئے اور اسی
اللہ میں ان کا شمار ہوا۔

۵۔ ڈانچاں ایسی طرح
فرعون کے جادو گر تو بکے
ہو کر آئے۔ وہ کہہ سکتا
یعنی فرعون کو روک دیا گیا۔
وقت ہوا اٹھک جیت ہی
ہاتھ پاؤں کڑا دیئے یہ مقام
حاصل ملوے سے ہی ممکن
حاصل ہوتا ہے۔ ترکہ نام
انسان جس سال عبادت
کرتا ہے اس میں ان سالوں
کی کسی بچائی نہیں حاصل
نہیں ہوتی ہے۔

حکایت آں در پیش کہ در ہرات غلامان عید خراسانی را
اس نغمہ کی حکایت میں نے عید خراسانی کے نظاروں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ وید بر اسپان تازی با قبائے زربفت کلاہ لے
بنا تھا، محل کچھ بڑوں پر زربفت کی تباہی پہنے ہوئے اور اگر کھائی ہے، وہی

مفرق وغیرہ آں پر سید کہ اینہا کدام امیر اندوچہ
ہلک نہیں بلکہ انھے ہوئے اس نے ہوا یہ کہنے سوا کہ ہیں اور کچھ بادشاہ

شہانند گفتند اور کہ اینہا امیران نیستند اینہا غلامان
ہیں، لوگوں نے انہیں کہا کہ میرا وہ ہیں، یہ عید خراسانی کے غم

عمید خراسان اندر و آسمان کرور کے خداوند غلام
ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اختیاران ظلموں کو بدوش

بیرودن از عمید مایموز انجا مستونی را عمید گویند
اگرنا عمید سے سیکھ لے۔ وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں۔

چوں بادبے او غلام مہترے
جب اس نے ایک سروا کے غم کو دیکھا

رؤے کرے سوئے قبلہ آسمان
انہ نے آسمان کی جانب منہ کیا

آں یکے گستاخ زواند ہرے
ایک منہ جھٹ نے ہرات میں

جامہ اطلس کمر زین رواں
اطلس کا لباس پہنے کی تہا پہنے ہوئے ہوا ہے

کے خدا ازیں خواجہ مستان

کہے خدا! جس آسمان مالے آتے سے

بندہ پروردگار بیا موزاے خدا

اے خدا! بندہ مدد ہی سیکے

بؤد محتاج و برہندہ بینوا

وہ محتاج اور محتاج بے سروسامان تھا

ابنہا طے کر دیاں از خود بڑی

اُس بے خود نے بے عقل بڑی

اغتداوش برہنہ راں موہیت

بزدل بخشش پر اُس کو بھروسہ تھا

گر ندیکے شاہ گستاخی کند

اگر بادشاہ کا معاصی گستاخی کرے

حق میاں داد و میاں بہ از کر

اٹھ اٹھنے والے نے کرم کا اور کرم سے بہتر ہے

تایکے رونے کہ شاہ آں خواجہ را

یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سے راز پر

آں غلاماں را شکوہ می نمود

اُن غلاموں کو شکوہ دیا

بستر او با من بگوئید اے خاں

اے کینا! اُس کا راز مجھے بتا دو

مدت یک ماہ شاں تعذیب کرد

ایک مہینہ تک اُن کو ستایا

پارہ پارہ کرد شاں دیک غلام

اُنکے کپڑے کوڑے کر دیے اور ایک غلام نے بھی

گفتش اندر خواب آنف کے کیا

نبی اُدا رنے اُس سے خواب میں کہا کہ اُسے سردار

اے دریدہ پوستین یوسفال

اے یوسف کی پوستین پہناؤ اے داغ!

زانکہ می بانی ہمد سالہ پوشش

کیونکہ جو تیرے سال پہنا ہے وہ پہن

کے خدا ازیں خواجہ مستان

کہے خدا! جس آسمان مالے آتے سے

بندہ پروردگار بیا موزاے خدا

اے خدا! بندہ مدد ہی سیکے

بؤد محتاج و برہندہ بینوا

وہ محتاج اور محتاج بے سروسامان تھا

چوں نیاموزی تو بندہ دانتن

تو بچہ رکنا کیوں نہیں سیکے پتا

زیں رئیس و اختیار شہر ما

ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

در زمستان لرز لرزاں از ہوا

جائے میں ہوائے کاسپ رات

جُراتے ہنود او از دستے

اور بھگت سے اُس نے جرأت کی

کہ ندیم حق شد اہل معرفت

کیونکہ معرفت والا اٹھ اٹھنے والا معاصی پر تھا

تو کُن چوں تو نداری آں سَند

تو نہ کرنا کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

گر کے تاجے دہاؤ داد و سبر

اگر کئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سسر و سبر

مستہم کرد و بہ بستش و مستہا

تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے

کہ دُفینہ خواجہ ہنما مید زود

کُوفت کا خواجہ جلد دُکھاؤ

ورنہ بزم از شما خلق و لساں

ورنہ میں تمہارا خلق اور زبان کاٹ دوں گا

روز و شب اشکوہ و افشار و درد

دن رات شکوہ اور راز اور تکلیف تھی

رازیں خواجہ و انگفت از اہتمام

ہستہ کر کے آفت کا راز نہ کھلا

بندہ بو دن ہم بیاموز و بیا

غلام بننا بھی سیکے اور آج

گر بدزد گرت آں از خویشاں

اگر تجھے بدزد چارے تو وہ اپنے سے بچے سمجھ

زانکہ می کاری ہمد سالہ پوشش

تو جو تیرے سال پہنا ہے وہ پہن

کے خدا ازیں خواجہ مستان

کہے خدا! جس آسمان مالے آتے سے

بندہ پروردگار بیا موزاے خدا

اے خدا! بندہ مدد ہی سیکے

بؤد محتاج و برہندہ بینوا

وہ محتاج اور محتاج بے سروسامان تھا

لے کر تیرے ہونے کا پتا

خواب میں میری سوسانی بچتی

احسان اختیار میں نہ تھا

برگزیہ خود بھی وہ درویش

اگرچہ اہل اشراف سے تھا لیکن

اُس کی حالت نے اُن کو بھروسہ

کیا کہ وہ اللہ کے قریب ہے

پر یہ کہ گزرا فقر قوی و مرد

اُس درویش کی حالت ہے

لے اٹھا دُش بھلا فقر

بادشاہ خصوصی دربار کی بنیاد

پر اہل ساقی کر بیٹھے ہیں

عالم کے لئے اُس طرح کی

مناسب نہیں ہے تیرے معاصی

حق خدا کا میری جگہ سے

تو اُن کی جگہ اٹھنے سے تیار

تھے تھے اٹھنے والے نے

اُس درویش کو اُس وقت بچا

نہ واجب وہ میرا بادشاہ کا

مستحب بنا تو اہل حق نے

جواب دیا اُن غلاماں میر

کے ہم عید کے جس قدر

وفا و نجات ہوئے کہ نہیں

برداشت کی لیکن میر کا راز

نہ کھولا

لے گفتش - بادشاہ کی بیا

سے اُس درویش کو جواب

کہ اللہ تعالیٰ تو عید سے غلام

پروری کیا کیسے تو میر کے

غلاموں سے بندگی نہ لے

لے دے وہ انسان بیا کر

وہ میر کا تھا کہ انسان

کے جیسے اعمال ہوئے ہیں

ہی نتائج سامنے آئے ہیں

فعلی گشت ایں عظمہا و مبدم
 یہ ہر وقت کے رنج و تیر کا کار ہے
 کہ نگر و دستت ما از کشد
 کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی جو
 کار کن ہیں کہ سیماں زندہ است
 کام میں لگاؤ ، کیوں کہ سیماں زندہ ہے
 چون فرشتہ گشت از تیغ ایمن
 جب فرشتہ ہر گیسواں سے محفوظ ہے
 از سیماں ہیج اور اخوف نیست
 سیماں سے اسے کوئی ڈر نہیں ہے
 حکیم او بردیو باشد نے ملک
 دین کا حکم و پرورش ہے ، ذکر فرشتہ پر
 ترک کن ایں جبر را کہ شہیت
 ایں جبر کے عقیدے کو چھوڑ کر کمالی (مطلوبہ) ہو
 ترک کن ایں جبر جمع مبدلاں
 کاہل کی جامعیت کے جبر کو چھوڑ دے
 ترک معشوقی کن و کن عاشقی
 مشرق چھوڑ اور عاشقی کر
 اے کہ در معنی زشب عاشقی
 اے وہ کمالی جی راحت سے بھی زیادہ خاموش ہے
 ستر بختباست پیشیت بہر تو
 تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھوٹے ہیں
 تو مرا گوئی حسد اندر میلج
 تو مجھے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں رنگ
 بہت تعلیم خماں لے باروخ
 اے باروخ ! کیوں کو قلعیم دینا

ایں بود معنی قد جفت اقلیم
 قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے یہ مسنی ہیں
 نیک را نیکی بود بدر است بد
 نیک کے لئے نیک برقی ہے بڑے کیلئے بُرائی ہے
 تا تو دیوی تیغ او بُر زندہ است
 جب تک تو رہے اُس کی تلوار کا کار نہ کر
 از سیماں فارغ و از خوف رست
 سیماں سے فارغ اور ڈر سے نجات پالیا ہے
 دشمنے دیو بست ازوے ایںے ست
 کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہی اور اُس سے (فرشتہ) کو اچھا ہے
 رنج در خاکست نے فوق فلک
 حلیف زمین پر ہے ، مذکور آسمانی ہے
 تا بدانی بستر بستر جبر چیست
 تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے ؟
 تا خبر یابی از اں جبر چو جاں
 تاکہ جی اُس جبر کا پتہ تک جائے جو ان پر ہے
 اے گماں بُرزد کہ خوب فانی
 اے وہ شخص جس نے گمان کر لیا ہے کہ خوشی اور اُٹھا
 گفت خود را چند جوئی مشتری
 اپنی گفتگو کا خریدار کب تک عاشق کرے گا ؟
 رفت در سودائے ایشان بہر تو
 اُن کے عشق میں تیرے تیرے عمر برباد ہو گیا
 چه حسد آرد کے بر فوشت بیج
 ناچیز کے قوت پر جانے پر گویا کیا حسد کرے ؟
 بہم نقش خوب کردن بر مویخ
 دھیسے پر اچھے نقش بستا ہے

نعل گشت ترقی پاک میں
 ہے ، و ما اصابکم من
 قیبتہ فیما کنت ایدہم
 و یثقلون کفہم میں ہوسٹ
 ترقی پاں ہے وہ تھوڑی سا کھینچ
 ہے کہ گرد و رشتہ ان میں ہیں
 بدلی نہیں ہوسکتی ہے کھینچ
 یثقلون کفہم اللہ تبارک و تعالیٰ
 نعل ترقی پاک میں سے کھینچ
 جزاء الانسان الا الا انسان
 لکھ تھوڑی سیماں سے کھینچ
 شام حق ہے اور رور سے
 مردانہ کی کار ہے جتنی خرد
 ترقی پاک میں ہے اُن اذیاء
 اللہ لا یثقلون کفہم و لا یثقلون
 یثقلون کفہم و لا یثقلون کفہم
 ہیں اُن پر کوئی خوف ہے
 نہ بھگتیں ہر گز ، از سیماں
 نیکوں کو ظلم سے اس کیوں
 ہے ، بیکر اور سزا کو کھینچاں
 صفت کے لئے ہے ، کھینچ
 جب انسان کھینچ میں جانے تو
 پھر راحت ہی راحت ہے
 لکھ و کھینچ ، بہر مضمون
 کا عقیدہ جو ترک اطاعت
 پیکار ہے اُس کو چھوڑ کر
 خدا کا دم اختیار کر جب جی
 جبر کو کھینچ چلے گا اور مضمون
 لے آئے کہ تو اپنی کھینچ وار
 تقریروں پر تازاں ہے جو
 سانی سے ، لیکن ناں ایں اور
 قریبی ایں تقریروں سے
 غلطیاد ڈھونڈتا ہے ، ستر
 بختباست ، یہ تیری نفس میں
 سنے رائے محض تیرے کمال
 میں مجھ سے ہے ایں اور تو
 اُن کے عشق میں عمر برباد کرنا
 ہے ، تو جبر میں جیے ایں
 چھپے مار تقریروں سے روکنا
 ہوں تو تو مجھ پر حسد کا اہام
 لکھ ہے ، ما کھینچاں کھینچاں

جو کہ کہے اختیار و مادی حاصل ہے اور تیرے ہر نفس اختیار و مادی سے ماہر ہوتا ہے۔ سیماں میں ایک
 چرچاں جبر کو دلی جی چیز ہے۔ تو گشت میں مشرق کا سا مادہ ————— چھوڑ کر عاشق کا سا
 نہاد ہوا کر۔

تقریروں کے حاصل نہ رہے
 پر کوئی کیا حسد کرے گی خود
 بیکار ہیں۔ بہت۔ عوام میں
 تقریروں کے وہ داکر آنا
 ہونے کے ڈیلے پر ایک نقش
 دکھارہا ہے جو تمام نہیں
 رہ سکا۔ خوش۔ اپنی اصل
 کا اور اپنے آپ کو عشق کی
 تعلیم دے یہ بات رہنے والی
 چیز ہے۔
 تانگی۔ دوسری کو رکھنا
 و تعلیم سے اپنی اصلاح پھر
 ہے۔ جبر۔ بڑا عالم تہی بند۔
 نقش۔ یہ خبر پر ایکیت سے
 عشق بزرگ فرد کی تعلیم
 و تربیت کرتے ہیں تو اس سے
 کیوں رکھا جا رہا ہے سو ماننے
 فرما کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ
 ان کا اتصال دینے و صحت
 سے ہو گیا ہے وہ تعلیم میں تو
 کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ حلقہ
 وال کے سکون سے، اقامت
 سے نجات ملنا کہین امانت
 کی بہتیں اور وال کے ذریعے
 شہر کو کام ہے جہاں سے فین
 لہ طرح۔ اے بچے دار تو پوچھ
 کرنے والے یہ سہیں تیرے
 مقبل عاشق نہیں ہیں یہ تو
 میرا مذاق مانگتے ہیں عاشقانہ
 تیرے عاشق تو وہ ہیں جو
 تیری اصلاح کی دعا میں کرتے
 ہیں تو ان عاشقوں کو عاشق
 بن چھو نہ دوس کی راہ وہ
 کرنے والوں سے گریز کر۔
 لہ کہ بخیر و دلت۔ ان چند
 مذہب عاشقوں نے تجھے ضائع
 کر رکھا ہے اسی سے بے گونی
 مانا جس پر پناہ چند سگرم
 عوام کا مجمع لگنے سے تیرا
 کوئی صبح مقصد پرانہ ہیں۔
 وقت صحت سے تیرے فتن

خویش را تعلیم کن عشق و نظر
 اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے
 نفس تو بالست شاکر در وفا
 تیرا نفس وفا داری میں تیرا شکر گزار ہے
 تانگی مگر غیر را جبر و سنی
 جب تک تو دوسرے کو ظالم اور اڑنا بنا نہ دے
 متصل چون شد دلت باں ملک
 جب جرا دل دلوں سے وابستہ ہو گیا
 امر قریب آدش کلے را عشق
 قریب کا مکمل ان کو اس لئے آیا کہ لے راستہ
 انصاف یعنی کہ آبت را بلاغ
 تم عاشقوں سے سوزہ لیں کہ اپنے پانی کو لٹواؤ گے
 این سخن پایاں ندارد لے پدر
 اے دادا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
 غیر تم آید کہ پیشہ نیستند
 بے غم آئی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں
 عاشقانہ در پس پردہ کرم
 تیرے عاشق کرم کے پس پردہ
 عاشق اس عاشقانہ غیب آش
 تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن
 کہ بخور و دلت ز خرد و جذبہ
 دلوں کے اور کشش سے فتن لے جے کہا
 چند ہنگامہ نہی بر راہ عام
 عام راستہ پر تو ایک لمحہ ٹھہرے
 وقت صحت جملہ یارند و خریف
 تندرستی میں سب دوست اور سوا حق ہیں
 آجے جہاں ملو دیا ہے دوست ہے آج کل۔ تو ان پاک ہیں بے حق تو ان کا کھانا کھا کر کھانا کھا کر
 قبل آن نقد کھانا کھانی آپ کہیں گے کہ لے لے اگر سہ دوستانی میں تو اس سے پہلے تم ہو گیا
 کہ نہ لکھت تھیں ————— لہ انصاف۔ تو ان پاک ہیں بے و اذہا قرین القرآن عاشقانہ
 و انصاف اور سب تو ان چھوٹے ہائے تو ان دلوں عاشقوں سے بدوہ لاف۔ بہرہ لٹو۔ آج کل میں نے دار
 تقریروں کی پائی۔ پایاں میں اپنے انعام کی فکر کر۔

کاں بود کا نقش فی جرم الحجر
 کیونکہ وہ پتھر کی گیر کی مسرور ہے
 غیر فانی شد کجا جونی کجا
 فیروز فانی کجا ہو گیا کجاں ٹھہرنا ہے کہاں؟
 خویش را بد خود خالی می گئی
 اپنے آپ کو بدعات اور خالی کر رہے
 ہیں بگو ہر اس از خالی شدن
 ان کتناہ۔ خالی ہونے سے ہر اس۔ سو
 کم نخواہد شد بگو دریاست این
 کہیے۔ کم۔ ہوگا۔ دیا ہے
 میں تلف کم کن کہ بخت است باغ
 خبردار! تباہ نہ کرو کیونکہ باغ پیا سا ہے
 این سخن را ترک کن پایاں نگر
 اس بات کو چھوڑو۔ انعام پر نظر کر
 بر تو می خندند و عاشق نیستند
 تیری سنی لالہ ہی اور عاشق نہیں ہیں
 بہر تو نعرہ زناں میں دم دم
 ران کہہ لو ہر لمحہ اپنے لئے نعرے لگتے ہوئے کہو
 عاشقانہ پنج روزہ کم تراش
 چند روزہ عاشق نہ جتا
 سالہا زیناں ندیدی حبتہ
 سالوں ترے لگی جانب سے ایک دن نہ دیکھی
 کام جستی بر نیامدی ہج کام
 تو نے متعلقہ کامش کی کوئی مقصد نہ دیا
 وقت در دو غم بجز حق کو الیف
 در دو غم کے وقت سوائے خدا کے کوئی دوست ہے؟
 آجے جہاں ملو دیا ہے دوست ہے آج کل۔ تو ان پاک ہیں بے حق تو ان کا کھانا کھا کر کھانا کھا کر
 قبل آن نقد کھانا کھانی آپ کہیں گے کہ لے لے اگر سہ دوستانی میں تو اس سے پہلے تم ہو گیا
 کہ نہ لکھت تھیں ————— لہ انصاف۔ تو ان پاک ہیں بے و اذہا قرین القرآن عاشقانہ
 و انصاف اور سب تو ان چھوٹے ہائے تو ان دلوں عاشقوں سے بدوہ لاف۔ بہرہ لٹو۔ آج کل میں نے دار
 تقریروں کی پائی۔ پایاں میں اپنے انعام کی فکر کر۔

وقت در چشم دندان ہمیکس
 دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت کوئی شخص
 پس ہماں درد و مرض را یاد دار
 تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ
 پوئیں آن حالت درد و نواست
 پوئیں ہی ہے درد کی حالت ہے

دست تو گیر و بجز فر یاد رس
 تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے
 چوں ایاز از پوئیں گیر اعتبار
 ایاز کی طرح پوئیں سے جوت ماس کر
 کہ گرفتہ است ایاز از نرا بدست
 جو اس ایاز نے ہے پھنسی ہے

دست کے سامنے ہیں سمیت
 کے وقت کھاتی منہ مہر
 آیت۔ دست۔
 ۱۵ فراموشی۔ اذلت۔
 آدہیں اس درد کے وقت
 کوئی طرح پیش نظر رکھیں
 طرح ایاز ہی پوئیں کو
 پیش نظر رکھتا اور اس سے
 جوت ماس کر رہتا تھا۔
 پوئیں۔ ایاز پوئیں سے جوت

شرح

مومن نے جواب دیا کہ اے مقصد جبر کا فر! اب تو میری گفت گوئی و تو
 اپنی تو کہہ لی اب میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اے شطرنج باز اتو
 نے اپنی چال تو چل لی اب تو اپنے حریف کی لمبی چوڑی چال دیکھ اور تو نے اپنا مہذرت نام
 تو پڑھ لیا۔ اب تو ایک سنی کا جواب نام پڑھ اور اس عقیدہ کو چھوڑ! اس میں کیا الجھ کر
 رہ گیا ہے تو نے باب قضا میں جبر مانہ گفت گو کی اب بھ سے اسکی حقیقت سن! اس میں
 کوئی شبہ نہیں کہ ہم کوئی الجملہ اختیار حاصل ہے اور یہ ایک امر محسوس اور بدیہی بات ہے
 اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ تم جس بدایت کا انکار نہیں کر سکتے پس تم اپنے اختیار کو دیکھو
 اور جبری نہ بنو۔ تم نے اس عقیدہ میں صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے پس تم صراط مستقیم پر
 آؤ اور پیڑھے نہ چلو۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اور اس کا مکلف ہونا
 اسکی اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ پھر کو کوئی نہیں کہتا کہ آ۔ اور ڈھیلے سے کوئی وفاق داری کا۔
 طالب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں ان امور کی قدرت ہی نہیں ہے۔

غلیٰ لھذا آدمی کو اڑنے کا حکم کوئی نہیں دیتا کیونکہ اس میں اڑنے کی قدرت ہی نہیں ہے
 یا یوں سمجھو کہ اندھے سے کوئی نہیں کہتا کہ تو مجھے دیکھ! وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ عاجز ہے
 حق سبحانہ نے اسے جہاد سے مستثنیٰ کر دیا کہ لیس علی الاعلیٰ حج اور کرنا بھی چاہیے
 کیونکہ حق سبحانہ تو اپنے بندوں کو فرائض عطا فرماتے ہیں وہ کسی پر تنگی کیوں رکھیں گے۔ اور سنو
 پتھر سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو دیر میں آیا۔ یا یوں کہو کہ مکڑی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے مکڑی

تو میرے کیوں لگی۔ غرض کہ مجبور سے اس قسم کے سوالات کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی معذور کو مارا ہے۔ بلکہ امر اور نہی یا اکرام اور عتاب صرف صاحب اختیار کے لیے ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوگا کہ ہم کوئی الجھ اختیار ہے اور ہم ظلم و ستم وغیرہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور میں جو کہا ہے کہ نفسِ شیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہی مطلب تھا کہ تم امور کو اپنے اختیار سے کرتے ہو۔ مگر یہ تمہارے معین ہوتے ہیں۔

تو واضح اسکی یہ ہے کہ تم کو اختیار حاصل ہے مگر وہ ساکن ہوتا ہے اور جب تک کہ کسی یوسف کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اختیار اور داعیہ معصیت نفس میں ساکن ہوتا ہے مگر جب وہ کسی مغلوب کو دیکھتا ہے اس وقت ہر پردے پھاڑ کر لپکتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کتا جس وقت سوتا ہوتا ہے اس وقت اس کا اختیار غفنی ہوتا ہے مگر جب کہ وہ او جڑی کو دیکھتا ہے تو اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ دم بلاتا ہے یا یوں سمجھو! کہ گھوڑا سکون کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت اس کا اختیار مستور ہوتا ہے مگر جس وقت وہ جو دیکھتا ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ ہنہاتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ بلی خاموش ہوتی ہے مگر جس وقت وہ گوشت کو دیکھتی ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ پس ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ کسی مغلوب کو دیکھنا اختیار کو حرکت میں لاتا ہے جیسے آگ کہ جس وقت اس میں پھونک ماری جاتی ہے اس وقت اس سے شعلہ اٹھتے ہیں جبکہ یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو! کہ جس وقت ابلیس دلال... منکر تمہارے پاس کسی مغلوب کا پیغام لاتا ہے اس وقت تمہارے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور جبکہ وہ کسی مغلوب کو کسی عباد کے سامنے پیش کرتا ہے اس وقت اس کا سویا ہوا اختیار شور و شر کرتا ہے مگر برخلاف شیطان کے فرشتے اس کے سامنے اچھے مطلوبات پیش کرتے ہیں اور اس کے دل میں شور و شر پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے اختیار خیر کو حرکت ہوتی ہے۔ شیطان اور فرشتوں کے مطلوبات خیر و شر کو پیش کرنے کی ضرورت

اسلئے ہے کہ تمہاری ہر دو خصلتیں یعنی اختیار خیر و اختیار شر سوائے ہوتے ہیں بہذا ضرورت
 ہوتی ہے کہ اسکو جگایا جائے تاکہ معنی امتحان متحقق ہوں۔ پس غلامہ یہ نکلا کہ شیطان
 اور فرشتے ہر دو فریق مطالب خیر و شر کو برگہائی اختیار کو جنبش دینے کے لئے
 پیش کرتے ہیں اور الہا مہائے ملائک اور وساوس شیطین سے آدمی کا اختیار خیر و شر
 ظہور میں بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ تحلیل نماز یعنی ختم نماز کے وقت فرشتوں
 کو سلام کرو۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ تمہارے الہام اور دعوت الی اللہ فرشتے سے تیرا نماز کا اختیار
 جاری ہو گیا پھر جبکہ تم سے کوئی معصیت صادر ہوتی ہے تو تم شیطان پر لعنت کرتے
 ہو۔ کیونکہ تم پر گناہ بار لا دکر.... تمہاری کمراسی نے جھکائی ہے لیکن یہ خفیہ مقاصد کو پیش
 کرنے والے پردہ غیب میں رہ کر مقاصد کو پیش کرتے ہیں اور تم کو نظر نہیں آتے مگر جس
 وقت پردہ غیب آگے سے اٹھ جائے گا اور قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اس وقت
 تم اپنے دلائلوں کے مُنہ دیکھو گے اور اس کی باتوں سے پہچان لو گے کہ پردہ میں باتیں کُنیں
 فی الحقیقت یہی تھے کیونکہ شیطان کہے گا کہ اے پابند نفس جسم میں نے برائیوں کو صرف تیرے
 سامنے پیش کیا تھا میں نے تجھے مجبور نہ کیا تھا۔ فلا تلوہ و فی دلو مو ا انفسکھ۔ اور
 فرشتے کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس کام کو نہ کر۔ گو اس وقت تجھے خوشی
 ہوگی۔ مگر آخر میں اس سے تیرا غم بڑھے گا اچھا بتلا کہ کیا فلاں دن ہم نے تجھ سے
 نہیں کہا تھا کہ جنت کا رستہ یہ ہے تو ہمارا کہنا مان۔ ہم تیرے جانی دوست اور تیری روح کو
 بڑھانے والے اور تیرے جدا مجد کو سجدہ کرنے والے اور آپکے مخلص ہیں اور جس طرح ہم ہمیشہ
 سے اس خاندان کے خادم ہیں یوں ہی اب بھی خدمت کرتے ہیں اور نیک مشورہ دیکر تجھے
 مخدومی کی طرف بلا تے ہیں اور یہ جماعت جو تجھے برائیوں کی ترغیب دیتی ہے یہ تیرے جدا مجد
 کی دشمن اور ان کے سجدہ سے انکار کرنے والی ہے مگر تو نے ان کی بات مانی اور ہماری نہ مانی
 اور ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔ اب تو تقریر اور لہجہ سے ہم کو اور ان کو پہچان لے کہ ہم
 وہی ہیں یا نہیں جو تجھے بھلائیوں کی ترغیب دیتے تھے اور یہ جماعت وہی ہے یا نہیں جو
 تجھے برائیوں کی طرف بلاتی تھی۔ آواز اور لہجہ سے پہچانا کوئی بڑی بات نہیں۔

دیکھو! جب تم رات کے وقت کسی دوست کا تضرع سنے ہو تو جب وہ صبح کو بولتا ہے تو تم جان لیتے ہو کہ یہ وہی ہے جو رات کو گرگڑا رہا تھا۔ علیٰ اِذا اگر رات کو شخص کوئی خبر لاویں تم صبح کے وقت گفتگو سے دونوں کو پہچان سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ یہ کون سی رات یہ بات کہی تھی اور یہ وہ جنس یہ کہا تھا۔ علیٰ اِذا رات کے وقت شیر اور کتے کی آواز آتی ہے اور اندھیرے کے سبب صورت و دونوں کی غیر محسوس ہوتی ہے مگر جس وقت صبح ہوتی ہے اور دونوں پھر بولتے ہیں تو تم دونوں کو آواز سے پہچان لیتے ہو۔ پس اسی طرح آواز سے فرشتے اور شیاطین بھی پہچانے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیاطین اور ملائکہ جو کہ مطالب خیر و شر کو پیش کرتے ہیں وہ اختیار کو حرکت دے کر اس کی تکمیل کرتے ہیں اسلئے میں نے تیرے افعال کو ان کی طرف نسبت کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نفسِ شیطان تجھے کفر اور بُت خانے کی طرف لے جاتے ہیں۔ غرض کہ ہم کو اختیار حاصل ہے جو کہ ایک عرصہ تک غیر محسوس ہوتا ہے مگر جبکہ

آدمی کو وہ مطلوب نظر آتے ہیں تو وہ اختیار طہور اور اثر میں پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد بچوں کو مارتے ہیں تاکہ ان کے اختیار کو حرکت ہو اور پتھر کو سزا نہیں دیتے۔ اچھا بتلاؤ! کیا تم پتھر سے کہتے ہو کہ کل آنا ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ یا کوئی عاقل ڈھیلے کو مارتا ہے یا پتھر پختہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ انکو مکلف بھی بنایا جاتا ہے اور خلاف فُزری کی صورت میں ان کو سزا بھی دی جاتی ہے اور ان پر عتاب بھی کیا جاتا ہے اسلئے صاف ظاہر ہے کہ آدمی کی حالت جمادات کے خلاف ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور نہیں ہے پس تو... اعتقادِ جبر کو چھوڑ۔ کیونکہ گو انکارِ تقدیر بھی برا اعتقاد ہے مگر جبر اسلئے بھی زیادہ ذلیل عقیدہ ہے کیونکہ جبری اپنے مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ برخلاف قدری کے کہ وہ مرحسی کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ افعال کو مخلوقِ عباد کہہ کر فعلِ حق کا انکار کرتا ہے اور فعلِ حق امرِ محسوس نہیں ہے پس جو شخص فعلِ حق کا انکار کرتا ہے وہ کسی امرِ حسی کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ایسے امر کا انکار کرتا ہے جو برہان و دلیل عقلی سے ثابت ہے اسلئے ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو دھواں دکھلائی دیتا ہے اور آگ اسکی نظر سے مخفی ہو یا روشنی دکھلائی دیتی ہو

اور شمع اسکی نظر سے اوجھل ہو اور وہ شخص کہے کہ دھواں تو ہے مگر آگ نہیں۔ یا نور تو ہے مگر شمع نہیں اور دوسرا آگ کو شخص اور معین دیکھ رہا ہے اور اسکی وجود سے انکار کرتا ہے اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ آگ بھی نہیں اور اس کا کپڑا سڑ رہا ہے اور کہتا ہے کہ تار ہے ہی نہیں اسکی ثابت ہوا کہ دعویٰ جبر فی الحقیقت انکار حساب ہے اسکی لازم کیا کہ جبری دھری سے بھی بدتر ہو کیونکہ دھری کہتا ہے کہ عالم ہے مگر اس کا خالق اور اس میں متصرف کوئی نہیں اور اسلئے وہ گویا کہ ایسے دحا کرتا ہے جس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں مگر جبری کہتا ہے کہ خود جہاں ہی کوئی چیز نہیں پس یہ شخص سوفسطائی یعنی منکر بدہیات اور مبتلائے ضلال ہے کیونکہ تمام عالم باب اختیار میں امر دہنی یعنی یہ لاؤ وہ نہ لاؤ۔ وغیرہ کا قرار کرنا اور جائز کہتا ہے مگر جبری کہتا ہے کہ امر دہنی کوئی چیز نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں لہذا یہ سب غلط ہیں۔ — خیو انسان تو بڑی چیز ہے ہم کہتے ہیں کہ محسوسات تو حیوانات کو بھی قسراً ہے۔ ہاں ادراک دلیل دقیق ہے اسلئے حیوانات کو دلائل کا احساس نہیں ہو سکتا پس جبری جو کہ منکر اختیار محسوس ہے جانور سے بھی بدتر ہے پس حاصل یہ ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اور وہ ایک امر محسوس ہے لہذا اس کی بنا پر مکلف بنانا بالکل درست ہے۔

شاید کوئی کہے کہ حس اختیار کو محسوس کیونکہ کہا جاتا ہے آخر وہ کون سے حاسہ سے محسوس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار حقیقیہ حس نہیں ہے۔ بلکہ مجازاً حس ہی ہے کیونکہ وہ ایک وجدانی اور ذاتی امر ہے اور وجدانیات وحیات ہر دو ایک ہی فہرست میں داخل ہیں کیونکہ دونوں بدہیات میں سے ہیں خیو یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اختیار ایک بدہی امر ہے لہذا اسکی بنا پر حکم فعل و ترک اور امر دہنی وغیرہ واقعات مثلاً عقاب تشریف وغیرہ بالکل ٹھیک اور عمدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا شیخ اور کوئی برائی نہیں اور یہ امادہ کہ میں کلی یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ یہ اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر اختیار ہی نہیں تو قصداً ارادہ چہ معنی دارد۔ سنیز کسی برائی پر نام نہونا یہ بھی اختیار کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ یہ راہ اُسی نے دکھائی ہے ورنہ فعل غیر اختیار پر نہ امت کیسے سنیز یہ امر کہ قرآن اور مولوا ہی سے پر ہے یہ بھی ثبوت اختیار کی دلیل ہے کیونکہ مجبور کو امر نہیں کیا

جاسکتا۔ بھلا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی پتھر کو حکم بالمعنی الحقیقی کرتا ہو۔ اور کوئی دانا کوئی عامل ایسا کرتا ہے یا پتھر اور ڈھیلے پر غصہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ کہا تھا اور وہ کہا تھا۔ ارے بے جانو! اور عاجزو! تم نے ایسا کیوں نہیں کیا ہرگز نہیں بھلا کہیں عقل پتھروں اور کھڑیوں کو بھی حکم کرتی ہے اور چنگ نواز کہیں تصویر چنگ کو بھی بجاتا ہے جو کہ بچنے کی قابلیت نہیں رکھتی یا کوئی کہتا ہے کہ اے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے غلام! نیزہ اٹھا اور مکرک جنگ میں چل۔ ہرگز نہیں۔ پس جبکہ عام عقلا ایسا نہیں کرتے تو حق سبحانہ جو خالق نجوم و سما ہیں یہ احمقانہ امر بھی کیسے کر سکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بندہ کو ضرور اختیار ہے جس کی بنا پر وہ مکلف ہے اور اس باز پرس ہوگی تم نے قدر کو چھوڑ کر جبر کو اختیار کیا اور اس طرح گویا کہ اپنے زعم میں ایک اچھی بات کی کہ الزام عجز کو کہ جو تمہارے زعم میں بنا بر اعتقاد و قدر حق سبحانہ پر عائد ہوتا ہے اس کو دفع کیا مگر تم اعتقاد جبری اس کی بڑی بلا میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ تم نے جہل و حماقت و سفہ کو اس کی طرف نسبت کیا نیز اول اعتقاد و قدر پر نسبت عجز الی اللہ لازم نہیں آتی کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور صرف اتنی بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقدر و رقی نہ ہوں لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بات مان لیں کہ واقعہ اس میں نسبت عجز لمسوئے قادر مطلق ہے۔ تب بھی مقصد قدم سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اگر عجز کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو تم جہل و حماقت کو اس کی طرف نسبت کرتے ہو اور جہل عجز سے برا ہے کیونکہ عجز میں تعلی عن الفضائل ہے اور جہل میں تعلی بالردائل۔ و بینما لو نہ بعید و استوضح ذلک من امر المجاہد العاجز و الشیطان الجاہل — شاید تمہیں

تسلط شیطان سے عجز انسان کا شبہ ہو لہذا اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ کو تمہیں کے لئے ایسا سمجھو جیسا ترک و کمال الملئ الاعلیٰ اور شیطان کو اس کا کتا پس تسلط شیطان کی حالت ایسی ہے جیسے ترک اجنبی مہمان کو اپنی عنایت سے مطلع کر دے اور کہہ دے کہ میرے دروازہ پر تم نہ تو کتا لے کر آنا اور نہ گڈڑی پہن کر آنا اور ادب کے ساتھ فلاں جانب کے میرے پاس آنا۔ تاکہ میرا کتا تمہیں نہ کاٹ لے۔ مگر وہ مہمان جس طرح

ترک نے کہا تھا اس کی خلاف صورت میں جائے اس کا احوال یہ نتیجہ ہو گا کہ کتا اسے کاٹے گا اور وہ زخمی ہو گا۔ پس اسے یوں جانا چاہیے جیسے غلام جانتے ہیں تاکہ اس کا کتا حلیم اور شفیق ہو جائے لیکن جبکہ وہ اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جائے گا تو احوال ہر خیم سے ایک کتا بھڑکے گا اور اسے حد درجہ پہنچائے گا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ گو حق سبحانہ نے شیطان کو مستط کیا ہے مگر اسکی ساتھ اسے پہنچنے کے طریق بھی بتا دیئے ہیں پس اگر کوئی ان طریقوں سے کام نہ لے اور اسلئے وہ شیطان کے پنجہ میں پھنس جائے تو یہ خود اس کا قصور ہے جو کہ خود اسکی اپنے اختیار سے کیا ہے پس تسلط شیطان سے بھی آدمی کا عاجز اور مجبور ہونا لازم نہ آیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر خدا کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں تو پھر قصور داروں پر تمہیں غصہ کیوں آتا ہے اور دشمن پر تم دانت کیوں پیٹتے ہو اور اسکی افعال کو تم اس کا قصور اور جرم کیوں سمجھتے ہو۔ دیکھو اگر چھت میں سے کوئی کڑی ٹوٹ جائے اور تمہارے اوپر گر کر تمہیں سخت زخمی کر دے تو کیا تمہیں کڑی پر غصہ آئے گا اور تم اسکی دشمن ہو جاؤ گے اور یہ کہو گے کہ یہ مجھ پر کیوں گری اور اس نے میرا ہاتھ کیوں توڑا۔ یا پھر مجھ پر کیوں گری اور مجھے کیوں دبا دیا یہ میری دشمن جانی ہے اور اسکی قصداً میری جان لینے کا ارادہ کیا ہے تم ہرگز ایسا نہ کرو گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کڑی تو تم اسکی دشمن ہوتے ہو۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب آدمی مجبور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم افعال ناشائستہ کی بنا پر بچوں کو مارے ہو اور افعال حمیدہ کی بنا پر بزرگوں کو زد و کوب کرتے ہو اور دونوں میں فرق کیا ہے اور جو شخص تمہارا مال چور لے اسکو کہتے ہو۔ لینا پکڑنا اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اسے قید کر دو۔ وغیرہ وغیرہ اور جو تمہاری بی بی کے درپے ہوتا ہے اس پر بے حد و نہایت تم کو غصہ آتا ہے۔ لیکن اگر رو اگر تمہارے تمام اسباب کو بہالے جائے تو کیا اس پر بھی تمہیں غصہ آئے گا۔ یا اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی اڑا لے جائے تو تمہارے دل میں ہوا کے اوپر غصہ نہیں آتا

یہ امتیاز اور تفرقہ کیوں ہے
پس سے ثابت ہوا کہ تمہارا غصہ خود اختیار کو ثابت کر رہا ہے تاکہ تم جبر یا نہ معذرت نہ کر سکو

اور خود اپنے افعال سے ملزم ہو جاؤ۔ اور سُنو۔ دیکھو اگر کوئی شخص اونٹ کو مارتا ہے تو اونٹ مارنے والے کے درپے ہوتا ہے اسکو لکڑی پر غصہ نہیں آتا۔ اسکی ثابت ہوگا کہ اختیارِ عبد کا اونٹ کو بھی احساس ہے۔ علیٰ ہذا اگر تم کتے کے ڈھیلا مارو تو وہ پلٹ کر تم پر حملہ کرے گا اور پتھر کو کچھ نہ کہے گا لیکن اگر وہ کسی پتھر کو ہی پکڑے اور چبالے تو اسکی وجہ بھی تمہارا غصہ ہے کیونکہ تم دور ہو اور اسلئے وہ تم پر قابو نہیں پاتا لہذا وہ پتھر کو چباتا ہے پس جبکہ عقول حیوانیہ کو بھی اختیار کا پتہ ہے تو اے عقلِ انسانی تجھے شرم کرنی چاہیئے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ بندہ مجبور ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اختیار اتنا واضح ہے تو پھر لگ اسکے منکویوں ہیں سو اسکی وجہ یہ ہے کہ امر اختیارِ سفیدی صبح کی طرح روشن ہے۔

لیکن قاعدہ ہے کہ سحری کی طرح کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور چونکہ اُسے روٹی کھانے کی پوری خواہش ہوتی ہے اسلئے اندھیرے کی طرف منہ کر کے کہتا ہے کہ ابھی تو رات ہے ابھی دن نہیں نکلا پس جبکہ حرصِ خدا آفتاب کو نظر سے مخفی کر دیتی ہے تو کیا عجیب ہے اگر ہوائے نفس کی بنا پر وہ دلیل کی طرف سے منہ موڑ لے اور اس پر نظر نہ کرے۔

اچھا یہ حکایت سُنو اور اسکی تم اپنے اختیار کو عالمِ امتحان میں محسوس کرو۔ ایک چور نے کو تو ال سے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بقضار و بحکمِ الہی کیا ہے کو تو ال نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ بھی حکمِ خدا ہی ہے پس جبکہ تو اپنے کو چوری میں معذور سمجھتا ہے تو مجھے سزا میں معذور سمجھ یہ تو واقعہ تھا اسکی تم سمجھ سکتے ہو کہ بندہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے کیونکہ چور کو تو ال کو معذور نہ سمجھتا تھا۔ پس وہ خود ہی معذور نہ ہو گا اور اس کا دینے کو معذور نہ سمجھنا کیدِ نفس ہو گا اور سُنو۔ اگر کوئی شخص کسی مکان سے مولیٰ اٹھالے اور کہے کہ یہ بحکمِ خدا ہے اور میں معذور ہوں تو تم اس کے مذکور قبول نہ کرو گے اور دو تین گھونٹے اسکی سر میں لگاؤ گے اور کہو گے کہ اگر چوری حکمِ حق ہے تو یہ بھی حکمِ خدا ہے کہ یہیں رکھ دے پس جبکہ ایک مولیٰ کے بارے میں بقال کے

نزدیک غدر مقبول نہیں ہے تو بڑے غضب کی بات ہے کہ تم اس پوچ اور بیہودہ
 غدر کے بھروسہ پر سانپ اور کچھوؤں کے پاس جاتے ہو اور اپنے کو خطرہ میں مبتلا کرتے
 ہو۔ اسے بھولے نادان! اگر تو ایسے حذر سے لوگوں کے خون اور مال اور عورتوں کو اپنے
 لیے حلال کرے گا تو ہر شخص تیری منہچھپیں اکھیڑے گا اور یہی غدر کرے گا اور اپنے کو مجبور قرار دے گا
 اور کہے گا کہ اگر قضائے الہی تیرے لیے عذر ہے تو یہ غدر تو ہمیں بھی کھادے اور فتوے
 دیدے کہ جو کچھ میں کروں میں اس میں معذور ہوں کیونکہ میں نے دل میں بہت سی آزمائشیں
 اور خواہشات ہیں

پس تو عنایت کر اور مجھے بھی یہ غدر سکھا دے اور اس طرح میرے ہاتھ اور پاؤں
 سے گرہ کھول دے۔ اس کی اس بات کو تو ہرگز نہیں مان سکتا پس معلوم ہوا کہ تیرا غدر
 بجز غلط ہے اور تو مختار ہے اور سنو! تم ایک پیشہ اختیار کرتے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ۔
 میں اختیار اور خود فکر رکھتا ہوں۔ ورنہ بتلاؤ کہ تم نے اس پیشہ کو اور پیشوں کو درمیان میں
 کیوں انتخاب کیا ہے۔ پس ثابت ہو کہ تم مختار ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب نفس
 اور خواہش کی ذلت آتی ہے تو بیس آدمیوں کا اختیار تمہارے اندر آ جاتا ہے اور تم نہایت
 کوشش سے اس کام کو انجام دیتے ہو اور اگر کوئی نفع نفس تم سے ایک جملے
 جاتا ہے تو جنگ کا اختیار تمہارے اندر پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انعامات الہیہ
 کے شکر کا موقع آتا ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہتا۔ اور تم پھر سے بھی زیادہ کم رتبہ
 ہو جاتے ہو لیکن یہ واضح رہے کہ دفعہ کو بھی تیرے لیے یقیناً یہی غدر ہو گا کہ تو مساکین
 کے لیے مجبور تھا۔ میں جلانے میں معذور ہوں پس تو جس طرح اپنے کو معذور سمجھتا
 تھا مجھے بھی معذور سمجھ کیونکہ جب یہاں کوئی تھے اس دلیل کی بنا پر معذور نہیں سمجھتا
 اور یہ دلیل یہاں تھے جلا کے ہاتھ سے دُور نہیں رکھتی تو چونکہ مدبر عالم ایک ہی ہے
 اور جو یہاں کا حاکم ہے وہی وہاں کا ہے اور جس کا قانون یہاں جاری ہے اسی کا وہاں ہے
 لہذا اس کے اس عالم کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ وہاں بھی کوئی
 تھے معذور نہ رکھیں گے اور یہ دلیل تھے دوزخ سے نہ بچا سکے گی۔

اب ہم تجھے ایک اور حکایت سناتے ہیں جس کا اختیار کا ثبوت ہو اچھا سن !
 ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اور چوری سے خوب میوہ گر لئے اتنے میں باغ والا آگیا اس نے
 کہا کہ ارے ذیل آدمی تھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی یہ کیا حکمت کرتا ہے اس نے کہا اس میں
 شرم کی کیا بات ہے باغ خدا کا ہے اگر خدا کے باغ میں ایک خدا کا بندہ چھوڑے کھائے
 جو کہ اس کو خدا نے دیئے ہیں تو تو جا ہلانہ ملامت کیوں کرتا ہے ارے خدا کے دسترخوان
 پر بخل کرتا ہے یہ سنکر اس نے کہا کہ ارے غلام! ذرا اسے لانا کہ میں اسے ایک عمدہ جواب
 دوں۔ یہ سنکر غلام اس کو لایا اور اس نے اُسے درخت سے خوب جکڑ دیا اور اس کی پندلی پر اوڑھ
 کر پر سخت ڈنڈے مارنے شروع کئے اس پر اس نے کہا کہ ارے خدا سے شرم کا تو ایک خدا
 کے بندہ کو بے قصور مارے ڈالتا ہے اس نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی لکڑی سے۔ خدا کی
 دوسرے بندہ کی کمر کوٹ رہا ہے بس جیکہ لکڑی بھی خدا کی ہے اور کمر اور پسلیاں بھی سی
 کی اور میں اس کا غلام اور اس کے حکم کا آئہ ہوں تو مجھ پر کیا ملامت ہے۔ یہ سن کر اس نے
 کہا۔ کہ میں نے جبر کو عذر بنایا تھا یہ میری غلطی تھی اب میں جسے تو پر کرتا ہوں اور کہتا ہوں
 کہ ضرور بندہ کو اختیار ہے اور چوری میرا قصور تھا تو مجھے چھوڑ دے اس کا ثابت ہوا کہ تم کو
 بھی اختیار ہے اب سمجھو کہ تمہارا اختیار خدا کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔

اور حق سبحانہ کے اختیار اور تمہارے اختیار کی ایسی مثال ہے جیسے سوار اور گرد
 کیونکہ جس طرح گرد سوار کی براہیگت کی ہوئی ہوتی ہے اور وہ براہیگت ہو کر خود ظاہر
 ہوتی ہے اور سوار کو چھپا لیتی ہے یوں ہی تمہارا اختیار ناشی ہے اختیار حق سے مگر اس
 اختیار حق کو چھپا لیا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ حق سبحانہ کو اختیار حاصل ہے اور اس کا اختیار نے
 تم کو اختیار دیا ہے اور تکالیف شرعیہ اسی اختیار پر مبنی ہیں جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ
 حق سبحانہ کو بھی اختیار ہے اور تم کو بھی۔ اب اپنے اور اس کا اختیار کا فرق سمجھو
 تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو ایک بے اختیار صورت پر حکومت حاصل ہے۔ یہاں تک
 کہ وہ شکار کو بدوں اختیار کے کھینچتا ہے اور زید کو کان پکڑ کر کھینچ لاتا ہے مگر حق سبحانہ کی کار پیری

کو دیکھو کہ اُس نے اختیار عبد کو اس کے کمینہ بنایا ہے اور اس کا اختیار خود اسے قید کرنا ہے اور حق سبحانہ بے کتے اور بے جال کے اس کا شکار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ...
 مقدمات عبد بنا خواہ اور اضطرار اس کا انقباد کرتی ہیں۔ مگر حق سبحانہ بندوں سے اس کے اختیار سے اپنی خواہش کے موافق کام لیتے ہیں دیکھو بڑھی کو لکڑی پر حکومت حاصل مصور کو صورت جمید پر اقتدار حاصل ہے۔ لوہار لوہے پر حکومت کرتا ہے۔ مہار کو کُرتی بسولے پر حکومت حاصل ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام اختیارات اور اقتدار حق سبحانہ کے اختیار اور اس کے اقتدار کے غلامانہ مطیع اور محکوم ہیں۔ شاید تم یہ کہو کہ جب اختیار عبد محکوم اختیار حق ہے تو وہ اختیار ہی کہاں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کا محکوم ہونا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔

دیکھو کیا تمہاری قدرت پر جمادات نے ان سے جمادیت کو سلب کر دیا ہرگز نہیں پس جس طرح تمہارے جمادات پر قدرت ان سے جمادیت کو سلب نہیں کرتی یونہی تمہارے اختیارات کا محکوم حق ہونا اُن سے اختیاریت کو مسلوب نہ کرے گا پس گو ہر چیز مشیت حق سبحانہ ہے مگر تم اس مشیت کو اس طرح سے کہو کہ وہ کامل ہے اور نقص جبر وہ میرا ہے اس کی طرف منسوب نہ ہو یعنی جسکے تم یہ کہو کہ میرا کفر مشیت حق سبحانہ ہے تو خود اپنی خواہش کو بھی سمجھو کہ وہ ہے اور اسے معذوم نہ بتاؤ کیونکہ واقع میں تمہاری خواہش کے تمہارا کفر نہیں ہو سکتا پس کفر کا اقرار ہو اور اپنی خواہش کا انکار۔ یہ واقع میں متناقض کلام ہے کیونکہ کفر کو اپنی طرف منسوب کو ناقص الامر میں اقرار ہے۔ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ اور اپنے اختیار کا اسلئے کہ فی الواقع کفر ایک امر اختیاری ہے۔ گو قائل کو ان کا اقرار نہ ہو۔ اور افعال اختیار یہ بدو مشیت ارادہ و اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے پس اقرار کفر خود من حیث لا یعلم المقر اقرار ہے۔ ان امور کا۔ پس ان امور کا اقرار کر کے ان کی نفی کرنا واقع میں متناقض کلام بولنا ہے خواہ قائل کو اس تناقض کا ادراک نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے فعال میں مختار ہو نہ کہ مجبور۔ اب ہم اس کا مزید ثبوت

دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعد مکلف ہے اور اس کی کہا گیا ہے کہ تم یہ کام کرو اور یہ نہ
 کریں۔ اور یہ امر بدوں اختیار کے نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجز کو حکم کرنا عام عقلا
 سے قبیح اور مذموم ہے اور کوئی عاقل اس کو جائز نہیں رکھ سکتا پھر اس کے عدم اعتدال
 پر غصہ کرنا اور بھی برا ہے اس کو تو عقلا بالاولیٰ جائز نہ رکھیں گے۔ پس جبکہ عاجز کو
 حکم کرنا اور عدم اعتدال پر اس پر غصہ ہونا ہی عقلاء سے مذموم ہے تو حق سبحانہ سے
 تو بالاولیٰ متبیح ہو گا اور حق سبحانہ قانع سے منزہ ہیں۔ پس وہ اس کا ارتکاب
 نہ کریں گے۔ حالانکہ انہوں نے بندوں کو مکلف ہی بنایا ہے اور عدم اعتدال پر عقاب بھی
 فرمایا ہے پس لازم ہے کہ یہ افعال قبیح نہ ہوں اور قبیح اسی وقت نہ ہوں گے جبکہ اختیار
 ہو۔ پس اختیار ثابت ہو گیا۔ تم غور تو کرو۔ اگر بیل جو انہیں لیتا۔ تو اُسے مارتے
 ہیں۔ بھلا کسی بیل کو اسلئے ہی مارتے ہیں کہ وہ اڑتا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ
 فرق کیوں ہے اسی لیے وہ جو لینے میں مختار ہے اور اڑنے میں مجبور۔ جس میں وہ مجبور ہے
 اس پر وہ قابل عقاب نہیں ہے اور جس میں مختار ہے اس میں مستحق عقاب ہے اب تم
 اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ جب یہودگی میں بیل معذور نہیں ہے۔ چنانچہ
 تم خود انکو معذور نہیں جانتے تو بیل والا کیسے معذور ہو سکتا ہے۔

الحاصل جب کہ تم بیمار نہیں ہو تو سر میں پی نہ بازو یعنی جب تم مجبور نہیں ہو
 تو خواہ مخواہ مجبور نہ ہو۔ تم کو اختیار حاصل ہے پس تم اس کا انکار کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ۔
 اور اختیار سے کام لو۔ اور طلب حق میں امکانی کوشش کرو۔ تاکہ تجھے جام محبت حق سبحانہ ملے
 اور اس کی تیری کایا پلٹ ہو جائے اور اس وقت تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے اور کل
 اختیار سے عشق کو حاصل ہو جائے اور تو مستوں کی طرح معذور مطلق ہو جائے اور تو جو کچھ کہے
 وہ سے عشق ہی کا کیا ہوا ہو۔ اور جس کو تو صاف کرے وہ سے عشق کا ہی صاف کیا ہوا ہو
 خلاصہ یہ کہ تم کوشش کرو۔ تاکہ تم کو عشق حق سبحانہ حاصل ہو جائے اور تم فنا فی المحبوب
 ہو جاؤ۔ جب تم کو یہ بات حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہو گی کہ مستوں
 کی طرح بے اختیار ہو گے اور تمہارے افعال و اقوال عشق کی طرف منسوب ہوں گے جو کہ منشا

ہے ان اقوال و افعال کا۔ تم تشبیہ بسکاری سے یہ سمجھنا کہ سب عشق حق سبحانہ کے افعال
اقوال عام مستوں کی طرح مضطرب ہوں گے کیونکہ ایسا نہیں ہے بھلا جو مست کہ جام حق
سے شراب محبت پی چکا ہے اور ذنا فی الحق ہو کہ متعلق باخلاق اللہ ہو چکا ہے۔ وہ کہیں عدل
اور صواب کے بعد کوئی حرکت کرے گا ہرگز نہیں۔

(فائدہ: ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ نائے تام اور اتحاد محض ناممکن ہے پس
اس کلام کو اغلب احوال پر معمول کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ فانی من حیث ہونا فی
عدل صواب کے سوا کچھ نہیں کرتا اور جو اسکی لغزشیں ہوتی ہیں وہ من حیث الفناء نہیں
ہوتیں۔ بلکہ فی الجملہ بقادر خودی کے سبب ہوتی ہیں)

خیل یہ تو جملہ معترضہ تھا جو دفع دخل مقدر کے لیے لایا گیا تھا۔ اب پھر مضمون
سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے جادو گروں سے کہا
لَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ قُلُوبُ خِلَافِ تو انہوں نے اسکی جواب میں کہا تھا کہ
بس کر۔ ہم مست شراب عشق حق سبحانہ ہیں اور مستوں کو ماتھے پاؤں کی پرواہ نہیں
ہوتی۔ ہمارے اصلی ماتھے پاؤں تو شراب عشق حق سبحانہ ہے۔ رہے ماتھے پاؤں ظاہری
سو یہ تو محض بے حقیقت اور نیکے ہیں ہم ان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ تم سمجھتے کیا الفاظ
وہ اپنے اختیار سے کہہ رہے تھے نہیں! بلکہ وہ شراب اور مستی عشق حق سبحانہ سے
یہ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب سر میں جام حق کی شراب بھر جاتی ہے
تو پھر وہ تمام دل پر تسلط کر لیتی ہے۔ اور کچھ نفع و نقصان دنیاوی نہیں سوچنے دیتی
پس ایسی حالت میں آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ بالاضطرار کرتا ہے اور مستی بھی اس سے
کراتی ہے یہاں تک ہم نے اختیار کو ثابت کیا تھا۔

اب ہم ان نفوس کی توضیح کرتے ہیں۔ جن سے جبر کا شبہ ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک
صاحب اللہ کان ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس
ہم کہتے ہیں کہ آدمی جو کہتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اسکی معنی یہ نہیں ہیں کہ
آدمی مجبور ہے اور یہ اسکو اس سے تعلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ سچی چھوڑ دے بلکہ اسکی

تعلیم میں ترغیب ہے خلوص اور سعی زائد کے اور کنایہ ہے کہ تم طاعت پر بہت زیادہ مستور ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زمام امور اسی کے قبضہ میں ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ کچھ نہ کرے تو جائز ہے کیونکہ تمام امور اسی کے قبضہ و قدرت میں ہوں گے اور جو وہ چاہے گا۔ اور جو وہ کہے گا وہ ہی ہوگا اس خلاف ہو سکتا ہے نہیں تو اس کو کسی ضرر کا اندیشہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب اسے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں تو اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ لیکن جب کہ اس کے یہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور حکم فی الحقیقت اور ہمیشہ اسی کا حکم مطلق ہے۔

ایسی حالت میں کون سی وجہ ہے کہ آدمی پوری کوشش سے غلامانہ اس کے گرد نہ گھومے اور اس کو اپنا مطیع اور مقصود نہ بنائے۔ دیکھو! اگر لوگ یہ کہیں کہ جو وزیر چاہے وہی ہوتا ہے اور معاملات حکومت میں اسی کی خواہش معتبر ہے تو تم.... انتہائی کوشش کے ساتھ اس کا طواف کرو گے اور حتی الامکان اس کی رضا جوئی میں کوشش کرو گے تاکہ وہ تم سے خوشنود ہو کر تم پر العام و احسان کا مینہ برسائے۔ یا تم وزیر اور اس کے محل سے بھی بھاگو گے؟ یقیناً تم پہلے بات کرو گے اور اس کے بھاگو گے نہیں کیونکہ اس کے بھاگنا۔ اس کی جستجو اور اس کی اعانت نہیں ہے۔ جس کی بنا پر تم انعام و احسان کے مستحق ہو۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر تم کو چاہیے یہی تھا کہ تم ماشاء اللہ کان کو سنکر اس کی طاعت میں اور سرگرم ہوتے۔ مگر تم نے الٹا یہ کیا کہ اس کو سن کر اور کابل ہو گئے اور.... الٹی سمجھ اور لٹے خیال کے آدمی بن گئے۔ دیکھو یہ جو کہتے ہیں کہ حکم تو اصل فلاں صاحب کا ہے اس کے کیا معنی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تم

اسی سے تعلق رکھو اور اس کے سوا کسی ربط ضبط نہ رکھو اور کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا پس جبکہ اسی کی چلتی ہے تو اسی تعلق رکھنا چاہیے کیونکہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کو مصیبت پہنچانا ہے لہذا اس کی مخالفت اور اس سے تعلق نہ رکھنا موجب خطرہ ہے اور اس سے تعلق رکھنا باعث نفع اور فائدہ ہے اور جو کچھ وہ چاہے گا وہی تم کو ملے گا اس کے سوا کچھ نہیں مل سکتا پس تم ادھر ادھر نہ بھاگو اور اسی کی خدمت کو اپنے منہ

ہیں کہ چونکہ وہ حاکم ہے اسلئے اس کے پاس نہ جھٹکو۔ تاکہ ایسا کرنے سے تم بد اعمال اور زردرد ہو جاؤ۔ اور اس طرح اس کے قہر غضب کے مستحق ہو جاؤ بلکہ اس کے معنی یہی ہیں لہذا اسی کو پکڑ لینا چاہیئے اور کسی طرف نہ جانا چاہیئے کیونکہ اگر کسی کو کوئی اختیار اور کوئی قدرت نہیں ہے پس اسی طرح ما شاء اللہ کان کے معنی سمجھ لو کیونکہ معنی صحیح وہی ہیں جو کہ تم کو طلب حق میں سرگرم کریں اور پرامید اور چست اور با حیا بنادیں۔ اور جو معنی نہیں سست اور کاہل بنادیں وہ حقیقت میں تحریف کلام ہے نہ کہ اس کے صحیح معنی۔ اس کو خوب سمجھ لو پس یہ کلام ما شاء اللہ کان اسلئے وارد ہوا ہے کہ لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور اس کے مقصود نامیڈل کی دستگیری ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر کہ حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ مطلق ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ نا امیدیں کو چھوڑ دیں اور سعی میں مصروف رہیں۔ تم نصوص قرآنہ کے معنی اپنے جی سے نہ گھرو۔ بلکہ یا قرآن سے اسکی توضیح ڈسٹونڈو۔ یا اُن سے پوچھو جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو آگ لگا دی ہے اور اپنے کو قرآن کا تابع محض بنا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قرآن ان کا عین روح ہو گیا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے پوچھنا بھی قرآن ہی سے پوچھنا ہے مثلاً جو رغن اپنے کو گل میں فنا کر چکا ہو۔ اور یہی گل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کا سونگھنا اور پھول کا سونگھنا دونوں یکساں ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے اگر تم کو اس نص کے صحیح معنی معلوم نہیں ہیں تو تم ان کو تلاش کرو تا آنکہ وہ معنی تم کو مشاہد ہو جاویں اور دو تا تم کو ان کی صحت معلوم ہو جائے اور یہی توجیہ حق القلم کی بھی ہے کہ وہ بھی مشاغل ضروریہ اور امور دنیویہ کی طرف رغبت دلانے کے لیے ہیں اور معنی جف القلم بجا ہو کا تن کے یہ ہیں کہ حق سبحانہ نے ہر کام میں اس کے مناسب ایک خاص اثر رکھا ہے اور اس پر خاص نتیجہ مرتب کیا ہے۔ قلم اُن تمام کاموں کو ان کے آثار و نتائج سمیت لکھ کر خشک ہو چکا ہے اب اس کے خلاف نہ ہو گا۔ پس اگر کوئی اختیار کرے کہ تو اس کا نتیجہ بد تم کو جھگٹتا ہو گا کیونکہ جف القلم پہنذا الامر۔ اور اگر تم ٹھیک ٹھیک چلو گے تو اس کے تہا سے لیے سعادت پیدا ہوگی۔ کیونکہ جف القلم پہنذا الامر۔ اور اگر تم ظلم کرو گے تو بُرا نتیجہ جھگٹو گے کیونکہ جف القلم پہنذا۔ اور انصاف کرو گے تو اس کا پھل پاؤ گے

کیونکہ جف القلم بہنڈا۔ اور جب کوئی چوری کرے گا تو ہاتھ کٹے گا لانہ جف القلم بہنڈا۔ اور اگر کوئی شراب پیئے گا تو مست ہوگا کیونکہ جف القلم بہنڈا۔

تم ہی بتاؤ کیا تم جائز رکھتے ہو۔ یا یہ امر فی نفسہ جائز ہے کہ حق سبحانہ حکم سابق کی بنا پر بمنزلہ معزول کے ہو جائیں۔ اور کہیں کہ اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے کیونکہ جف القلم بما ہو کائن۔ لہذا اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پس تم نہ میرے پاس آؤ اور نہ رو دو پیٹو۔ امید ہے کہ تم بھی کہو گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نص کے یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا پس ہمیں کچھ نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ جف القلم بما ہو کائن کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک عدل اور تم دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ ہم نے بھلائی اور بُرائی کے درمیان امتیاز رکھا ہے نیت ہم نے بدادر بدتر میں بھی امتیاز رکھا ہے اور اگر تمہارے اندر اپنے بارے ایک ذرہ برابر بھی ادب اور خوبی زائد ہوگی تو حق سبحانہ کہ اس زیادتی کا بھی علم ہوگا۔ بلکہ بقدر اس ذرہ کے تم کو اجر زیادہ دیں گے اور وہ ذرہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوگا یعنی جس طرح بڑی بڑی نیکیاں قیامت میں محسوب ہوں گی یوں ہی وہ ذرا سی نیکی بھی محسوب ہوگی اور نظر انداز نہ کی جائے گی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ جس بادشاہ کی عدالت میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو۔ اور جو شخص کہ مرڈ بارگاہ سلطانی ہو جانے کے خوف سے کانپتا ہو۔ اور جو شخص کہ اقبال شاہی پر طعنہ زن ہو۔ ان دونوں میں اس کے نزدیک کچھ فرق نہ ہو اور اس کے نظر میں دونوں یکساں ہوں گے سر پر خاک سیاہ پڑے۔ وہ بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ وتغلی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ حق سبحانہ اس اندھیر کھاتے سے منترہ ہیں اسکی تو یہ حالت ہے کہ اگر تمہاری کوشش میں دوسروں کی سعی سے ذرہ برابر بھی زیادتی ہے تو وہ بھی میزان عدل خداوندی میں قلی جائے گی اور اتنا ہی اجر تم کو اوروں سے زائد دیا جائیگا۔

دیکھو: تم ان بادشاہوں کی جان توڑ کر خدمت کرتے ہو۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ انکو معلوم نہیں کہ کون خدا ہے اور کون صاف باطن اور مخلص! اس بنا پر اگر کوئی شکایت کرے کہ فلاں شخص حضور کو برا کہتا تھا تو وہ تمہاری برسوں کی خدمت کو میا میٹ کر دیتے

ہیں اور تمہیں سزا دیتے ہیں۔ مگر حق سبحانہ جو کہ اپنے بادشاہوں اور بے وفائوں کو پہچانتے ہیں تم ان کی خدمت سے جی چڑھتے ہو اور جیل بہانہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خدمت کیا فائدہ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کتنی بے انصافی کی بات ہے نیز ان بادشاہوں کی تو حیات ہے کہ اگر کوئی چغل خور کہہ دے کہ حضور فلاں شخص آپ کو بُرا کہتا تھا تو تمہاری برسوں کی خدمت کو بلیا میٹ کر دیں گے اور فوراً تمہیں سزا دیدیں گے۔ مگر حق سبحانہ کی یہ حالت ہے کہ اس کے یہاں کسی چغل خور کی بات مؤثر نہیں ہوتی۔

بنابرین تمام غماز ادھر سے مالوس ہو کر ہماری طرف آتے ہیں اور ہم کو سمجھاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کی برائیاں ہم سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھی وہ تمہاری جانفشانیوں پر کب نظر کرتے ہیں اسکو تو جو کرنا تھا وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور وہی کہیں گے پس تمہاری اطاعت فضول ہے تم اپنے کو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنساتے ہو تم بھی طاعت چھوڑ دو۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا۔ پس تم ان چغل خوروں شیاطین الجن والانس کی بات نہ سناؤ اور طاعت حق میں جدوجہد کرو۔ جہاں التسلیم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طاعت مصیبت دونوں یکساں ہیں۔ جیسا کہ یہ چغل خور کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت کے لیے سزا مقرر ہو چکی ہے اور طاعت کے لیے انعام مقرر ہو چکا ہے۔ مگر ہر دو تقدیروں میں یہ فرق ہے کہ تقدیر اول مُعلق بشرط مشیت ہے اور تقدیر ثانی حتمی اور لازم۔ اس بنا پر جرائم معاف ہو سکتے ہیں لیکن اگر جرائم معاف بھی ہو جائیں تو وہ امید درجات عالیہاں جو نیکیوں کو ہوتی ہے کیونکہ آدمی روشن چہرہ تو تقوٰے سے ہی ہوتا ہے مثلاً اگر چہ کو اگر معاف بھی کرنا جائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جان بچالے گا۔ یہ تو نہ ہوگا کہ اسکو امین اور خزانہ شاہی کا خزانچی بنا دیا جائے و علیٰ ہذا گنہگاروں کو بخش ہی دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ دفع سے پنجہ کر جنت میں پہنچ جائیں گے مگر ان پر وہ انعام و افضل کب ہو سکتے ہیں جو بندگان خاص پر ہونگے پس ارفضائے دین کے امینوں یعنی مکلفو آؤ۔ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیگر مراتب رفیعہ حاصل کرو کیونکہ مراتب رفیعہ کا منشأ وفاداری ہی ہے نہ کہ بے وفائی۔

دیکھو! اگر شاہ زادہ بھی خیانت شاہی کرے تو اس کا سر بھی اس کے جسم سے جدا کر

کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلام ہندی بھی دغا کرے جو گورنمنٹ اس پر مہربان ہوگی۔
 اور اس کے لیے طال بقاک کے نعرے لگائے گی۔ خیر غلام تو پھر بھی بڑی چیز ہے۔ اگر دروازہ
 پر کتا بھی دغا دار ہو تو اس کے آقا کے دل میں اس کی بھیبت جگہ ہوتی ہے اور وہ اس کی بہت خوش
 ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ جب دغا کی بدولت کسی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مالک اس کا
 منہ چومنے لگے تو اگر شیر بادنا ہو تو اس کو کس قدر کامیابی ہوگی۔

کہ اگر چور بھی چوری سے توبہ کر کے طاعت سلطانی میں مصروف ہو جائے تو اس کا یہ غلوص
 اس کے جسم سبائی کو جڑ سے اکھیر پھینکتا اور کالعدم کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جو کہ ابتداء میں ڈاکو تھے مگر
 بعد کو صحیح چال چلے کیونکہ پوری کشش سے حق سبحانہ کی طرف دوڑے اور غور کرو کہ اس
 خدمت کی بدولت درگاہ حق سبحانہ میں ان کا کیا مرتبہ ہو گیا۔ علیٰ ہذا۔ جادو گروں کو دیکھ لو کہ
 جہنم نے اپنے صبر اور وفا سے فرعون کا منہ کالا کر دیا۔ اور اس جرم اور اس کے انتقام میں
 ہاتھ پاؤں بھی دیدیے اور دیکھو کہ اسی توبہ سے ان کا کیا مرتبہ ہو گیا نیزہ غلوص تھا جو سو برس کے عایمانہ
 عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کو دیکھ لو کہ تم نے پچاس سال یا ننانوے
 از پچاس سال عبادت کی ہے مگر تم کو وہ صدق حاصل نہیں ہوا جو انکو ذرا سی دیر میں
 حاصل ہو گیا تھا۔

اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہو کہ صدق اور وفا نہایت
 ضروری چیز ہے۔ اچھا سنو؛ ہرات میں ایک بزرگ تھے جو کہ بظاہر گستاخ اور گستاخ
 تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ ایک رئیس غلاموں کو دیکھتے اور دیکھتے کہ طلسم

عہ مولانا نے ان کو گستاخ رو۔ یعنی بظاہر گستاخ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے
 کہ وہ فرماتے ہیں ع

نبض عاشق بے ادب بر می جہد
 خویش ادر کفہ شرمی نہدی بے ادب تر نیست زو کس در جہاں۔

کے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر پر زریں پٹکا باندھے ہوئے جارہے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ کہتے کہ اے اللہ! آپ اس شخص سترارے سے غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھتے آپ ہمارے شہر کے رئیس اور حاکم سے بندہ پڑوسی سیکھئے۔

وجہ اس گفتگو کی یہ تھی کہ یہ بزرگ محتاج اور ننگے اور بالکل بے ساز و سامان تھے اور ہوا کی سردی سے جاڑے کے موسم میں تھر تھر کانپ رہے تھے پس جبکہ اس شخص رئیس ہرات کا اپنے غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا اور اپنے بادشاہ کا اپنے ساتھ سیلوک مشاہدہ کیا تو اس فانی فی اللہ نے ذرا بے تکلفی سے کام لیا اور اپنی عظمت شان کے سبب حتیٰ سبحانہ کی جناب میں جرأت کر بیٹھے اور ایک فقرہ کس دیا۔ اور منشا اس بے تکلفی کا تھا کہ ان کو حق سبحانہ کی ہزاروں عنایتوں پر بھر دوسہ تھا۔ اور جانتے تھے کہ حق سبحانہ کی کجھ پر اس قدر عنایتیں ہیں کہ وہ اس بے تکلفی سے ناخوش نہ ہوں گے۔ اور وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ عارف تھے اور عرفا حق سبحانہ کے ندیم اور مزاج شناس ہوتے ہیں۔

اب میں وہ بھی مصاحب اور مزاج شناس تھے اس مقام پر تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ گوان بزرگ نے گستاخی کی تھی مگر تمہارے لیے ان کی تقلید جائز نہیں پس تم ان کی دیکھی دیکھی گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کے مصاحب اور مزاج دان تھے مگر تم ایسے نہیں ہو۔ اور اگر بادشاہ کا کوئی مصاحب بادشاہ کی جناب میں کوئی گستاخی کرے جس بادشاہ برانہ مانے تو تم کو وہ بات نہ کرنی چاہیے کیونکہ جس اعتماد پر ندیم یہ جرأت کرتا ہے وہ عطا تم کو حاصل نہیں ہے اب سمجھو کہ جس طرح ان بزرگ کا کلام حق سبحانہ کی جناب میں گستاخی تھا۔ یوں ہی فی نفسہ غلط بھی تھا کیونکہ اس میں اس رئیس انعامات کو انعام خداوندی سے بڑھ کر بتلایا گیا تھا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ اس رئیس نے غلاموں کو پٹکا دیا تھا اور ان بزرگ کو حق سبحانہ نے کمر دی ہے۔۔۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ کمر پٹکے سے بہتر ہے نیز اس شخص انکو تاج دیا تھا اور حق نے ان بزرگ کو بہتر دیا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ستراج سے افضل ہے۔ پس ضروری ہے کہ حق سبحانہ کا انعام ان بزرگ پر نسبت اس انعام کے جو رئیس ہرات نے اپنے غلاموں پر کیا تھا بہت زائد ہو نہ کہ کم۔ جیسا کہ ان

بزرگ نے ظاہر کیا ہے۔ ایک جواب ان بزرگ کے کلام کا یہی تھا مگر حق سبحانہ نے انکو تحقیق یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس الزامی جواب کے لیے جو اسکی زیادہ دلچسپ تھا۔ مگر ایک واقعہ پر موقوف تھا۔ سرودست کچھ جواب نہ دیا۔ تاآنکہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک وزیر بادشاہ نے اس رئیس پر کوئی جرم قائم کیا اور اسکی ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور اسکی غلاموں کو بھی شکیبہ میں دیدیا۔ اور کہا کہ اس رئیس کا خزانہ بتلاؤ۔ اور اس کا راز ہم سے کہہ دو۔ ورنہ ہم تمہاری زبان اور تمہارا گلہ کاٹ ڈالیں گے ایک ہفتہ تک برابر انکو تکلیف دی۔ اور رات دن ان کے لیے شکیبہ اور دباؤ اور ایذا رہتی اور راتے راتے ان کے ٹوٹے اڑا دیے تھے۔ مگر کسی نے بھی اس رئیس کا راز ظاہر نہیں کیا۔ اس پر ملطف غیبی نے خواب میں ان بزرگ سے کہا کہ جناب آپ اس رئیس کے غلاموں سے غلامی سیکھنے اور آجائے ہم ویسے ہی انعامات کرنے کو تیار ہیں جیسے وہ آقا کرتا تھا تم تو اسکی غلاموں کی سی وفاداری نہ سیکھو اور مجھ سے اس کا سلوک چاہو۔ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس نے بے گناہوں پر زیادتی کی ہے تو حق سبحانہ کے اس جواب سے سبق حاصل کر اور سمجھ کہ تجھ کو اگر کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کا سبب خود تو ہے کیونکہ تو نے اور میں پر ظلم کیا تھا۔ اور وہ نے تجھ پر ظلم کیا پس جو کچھ تو نے اسی کو سال بھر پہن اور جو کچھ تو بڑے اسی کو سال بھر کھا۔ یہی جو کچھ تو کرے اس کا خیال نہ بھگت۔

یاد رکھ کہ تجھ کو جو ہر وقت رنج پہنچتے رہتے ہیں یہ سب تیرے کو تو لوں کے نتائج ہیں اور جنت العلم کے معنی یہی ہیں کہ ہماری عادت راستے سے نہیں ہٹتی اسلئے اچھے کو اچھا ملی ہے اور برے کو بُرائی۔ پس اگر تم کو مضار سے بچنا مقصود ہے تو اطاعت حق سبحانہ کرو۔ کیونکہ وہ حقِ قیوم موجود ہے اور افعال کی نگرانی کر رہا ہے ایسی حالت میں اگر تم سرکشی کرو گے تو یاد رکھو کہ اس کا قہر تمہارے لیے موجود ہے۔ دیکھو جب آدمی میطیع ہو جاتا ہے تو پھر اسکو قہر حق سبحانہ کا کھٹکا نہیں رہتا اور وہ عقاب حق سبحانہ سے

واقع میں مطمئن ہو جاتا ہے اور خوف سے نجات پا جاتا ہے (مگر خود اسکو مطمئن نہ ہونا چاہیے)
 اور واقع میں اسکو حق سبحانہ سے کوئی خوف نہیں رہتا (مگر اسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس پر سے
 لئے کوئی خطرہ نہیں ہے) کیونکہ دشمنی و عتاب سرکشوں کی طرف سے ہے اور حق سبحانہ کی
 طرف سے تو بے خوفی ہے یعنی عتاب سرکشی سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ وہ تو نہایت رحیم ہیں
 اور حق سبحانہ کا تشدد تو نا فرمانوں اور سرکشوں پر ہوتا ہے نہ کہ مطیعین پر اور تکلیف تو۔۔
 اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آدمی مجھوس ناموس رہے ورنہ جبکہ وہ بذریعہ طاعت
 کے ملحق بہ ملکوت ہو گیا اس وقت اسکو کچھ تکلیف نہیں ہوتی جبکہ یہ معلوم ہو گیا تو اب تمکو
 چاہیے کہ طاعت میں مشغول ہو۔ اور جبر میں کچھ نہیں دھراؤ۔ چھوڑ دو۔ جب تم جبر کو
 چھوڑ دو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حقیقت جبر کیا ہے
 پس تم اس جبر کو جس کو کابل لوگوں نے کام نہ کرنے کا جیلہ بنا رکھا ہے چھوڑ دو۔ تاکہ
 تم اس جبر سے آگاہ ہو۔ جو جان کی طرح عزیز ہے وہ جبر یہ ہے کہ آدمی اپنے
 اختیار کو حق سبحانہ کی مرضی کے تابع کرے اور اپنے کو اس کی خواہش کا آلہ
 بنا کر خود معطل ہو جائے۔ یہ جبر محمود ہے اور قابل تحصیل ہے۔

برخلاف جبر سابق الذکر کے۔ جس کو کابل لوگ اپنے کام کرنے کا جیلہ بنا
 ہیں۔۔۔ یہاں تک تو مولانا نے عوام کو نصیحت فرمائی تھی جو کہ کچھ کام نہیں
 کرنا چاہتے اور عذریہ کرتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اب ان ناقصین کی اصلاح فرما
 ہیں۔ جو مشائخ یا معلم بنے ہوئے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔
 چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو! جو اپنے کو اچھا اور بڑھیا سمجھتے ہو اور اسلئے
 طالبین کے فکر میں منہمک ہو۔ تم مطلوبی خلق کو چھوڑو اور طالب حق بنو اور اے وہ
 لوگ! جن کے باطن میں رات سے زیادہ سناٹا ہے۔ تم اپنی گفتگو کے خریدار کی
 تیک تلاش کرو گے۔ اس لغو حرکت کو چھوڑو اور کمال حاصل کرو۔ لوگ تمہاری باتیں
 سن سن کے جھوٹے ہیں۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے
 ہو۔ سو ان کی تلاش ہی میں تمہارا وقت ضائع ہو گیا۔ اور

نہ حاصل کیا۔ شاید تم میری نصیحت کو رشک اور حسد پر محمول کرو۔ اور کہو کہ تم ہمارے
 اور حسد نہ کرو۔ ایسے میں کہتا ہوں کہ بھلے مانسو! یہ کچھ چیز بھی ہو جس کے حاصل نہ ہونے
 پر کوئی رشک کر گیا۔ تم سوچو تو سہی کہ ایک لاشے کے فوت ہونے پر کوئی کیا رشک کر سکتا
 ہے پس تم میری گفتگو کو حسد پر محمول نہ کرو اور سمجھو کہ تم جو عوام کی تعلیم و تلقین میں
 مصروف ہو۔ اس کا کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ان کی تعلیم ایسی ہے جیسے ڈھیلے
 پر عمدہ نقش بنانا کہ ذرا سی ٹھیس لگی ڈھیلا ٹوٹ گیا اور تمہاری ساری نخت اکارت ہو گئی
 پس تم اس دھندے کو چھوڑ دو۔ اور خود اپنے کو عشق و معرفت حق سبحانہ سکھاد کیونکہ یہ
 پتھر کی لکیر اور پائدار ہے اسلئے اس کا فلع بھی دائم ہوگا۔

دیکھو! تمہاری ہستی جو کہ ایک فادار شاگرد ہو کر ہمیشہ تمہارے پاس رہے گا۔
 تم اسے کیوں نہیں تعلیم کرتے۔ اغیار تو فانی اور بے وفا ہیں انہیں کہاں ڈھونڈتے ہو پس
 ان کو چھوڑ دو اور اپنے کو تعلیم دو۔ دیکھو! جب تک تم دوسروں کو فاضل اور لائق بنانے
 کی کوشش کرتے ہو اس وقت تک اپنے کو بدخوا اور خالی کرتے ہو۔ اس کی دودھ نہیں
 اول یہ کہ عوام کے ساتھ احتلاط ہوگا۔ ان کے اختلاط سے تمہارے اندر سے صفات حمیدہ
 نائل ہوں گی اور صفات ذمیرہ جلنے لگیں۔ دوسری یہ کہ گفتگو میں یہ خاص اثر ہے
 کہ اس کی صفات قلبیہ میں فتور واقع ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ تعلیم عوام کو ترک
 کیا جائے۔ ہاں جب تمہارا قلب عالم غیب سے تعلق پیدا کر لے جو کہ ہر معارف کا معدن ہے
 تو اس وقت خوب گفتگو کرو اور خالی ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ جس قدر ذخیرہ خرچ ہوگا۔
 اس قدر یا اس زائد آمد ہو جائیگی پس خالی ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہو اور لوگوں
 کو حکم دیا ہے کہ خاموش ہو۔ کیونکہ قتل کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن مثل دریا کے ہے
 اس میں کمی نہ آنے کی پس خوب کہو اور انصیتوا کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا پانی ختم ہو جانے
 والا ہے پس تم اسے برباد نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہارے باغ دل کو اس کی ضرورت ہے
 خیر یہ بات تو حتم نہ ہوگی لہذا ہم اسے مختصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ با با تم گفتگو

چھوڑو اور اپنے انجام پر نظر کرو۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ لوگ تمہارے سامنے کھڑے ہیں اور زبان حال تمہارا مذاق اٹا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تم نے کیا سے احمق بنالیا ہے۔ یہ لوگ تمہارے سچے عاشق نہیں ہیں تمہارے سچے عاشق پردہ کرم کے پیچھے برابر آوازیں دے رہے ہیں اور تمہیں اپنی طرف بلارہے ہیں پس تم اپنے ان غیبی عاشقوں پر عاشق ہو۔ اور عاشق الٹا بچہ روزہ نہ بناؤ۔ جنہوں نے تم کو فریب اور کشش سے چٹ کر لیا ہے اور برس ہو گئے مگر تم کو ان سے ذرا سا ہی حقیقی نفع حاصل نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ معارف الہیہ یا ملائکہ جو شاہدانِ غیبی ہیں وہ تمہارے طالب اور تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں پس تم ان کے طالب بنو اور عام خریداروں کو اپنا مطلوب نہ بناؤ کیونکہ فانی ہیں۔ اور تم کو حقیقی نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا ضرر پہنچاتے ہیں کہ تم کو اپنے میں مشغول کر کے تجارتِ آخرت سے روکتے ہیں۔

دیکھو تم کب تک شاہراہ عام پر تماشہ کر گئے اور اپنے کمال کی شہرت دیکر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر دے آخر اس کا کچھ نتیجہ بھی۔ اب تک تم نے اس طریق سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا اور وہ حاصل بھی ہوا۔ اور لوگ تمہارے متقد بھی ہو گئے۔ مگر آخرت کا مقصد جو کہ اصل مقصود ہے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس تم کو چاہیے کہ ان کو چھوڑو اور حق سبحانہ کے ساتھ مشغولیت پیدا کرو۔ یہ لوگ صرف تندرستی کے یار ہیں۔ اور تکلیف کے وقت خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں ہے۔

اچھا بتلاؤ! جب کہ تمہاری آنکھ میں یادانت میں درد ہوتا ہے تو اس وقت کیا ان میں سے کوئی تمہاری دستگیری کرتا ہے اور تمہاری تکلیف کو دور کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ بجز حق سبحانہ کے۔ پس تم اپنے اسے زمانہ تکلیف اور مرض کو یاد رکھو! جس میں تم خدا سے مدد چاہتے ہو اور وہ تمہاری مدد کرتا ہے اور ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کرو۔ پوستین جس کو آواز مانتے ہیں لیے ہوئے ہے اس سے ہماری مراد تمہاری حالت مرض ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ حالت مرض جو بمنزلہ پوستین ایاز کے ہے تم اسکو پیش نظر رکھو اور خدا کو نہ بھولو۔

باز جواب گفتن آں کافر جبری آں مؤمن شئی را کہ باسلام
 اہم جبری نامزد کا بیان اہم شئی میں کہ جواب دینا جو انکو اسلام اور فتن
 ترک اعتقاد جبرش دعوت میگرد و راز شدن مناظرہ از فتن
 حرکت کرنے کی دعوت دے راز میں اور دونوں طرف سے مناظرے کا مدار ہوتا ہے
 کہ مادہ اشکال جواب نبرد الا عشق حقیقی کہ اور اپروا
 کیوں اجراض اور جواب کے اقباع کو سولے حقیقی عشق کے کوئی چیز حتم نہیں کرتی ہے کیونکہ
 آں نہ اندو ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
 اہم کو اہم بھلا نہیں دیتی اور یہ ارشاد ہے کہ فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے

کہ جب تک حقیقی خداوندی
 حاصل نہیں ہوتا انسان کی
 زبان بہت چلتی ہے اور
 اشکال جواب میں زبان دلا
 کرتا رہتا ہے۔

لے حقیقی بہت ہوتے
 وہ۔ زیر اشکال میں نصیحت
 کی آیتیں کہ قرآن میں نصیحت
 کی باتوں سے نہیں رہنا
 پیدا ہوگی۔ محض مسئلہ۔
 زلف کے شے نرود از خرد
 کا ہی ہوتا ہے۔ دریاں مختلف
 فزونی کی یہ نصیحت قیامت تک
 ختم نہ ہوگی کیونکہ دنیا میں ہر
 نوع کی باتیں ہیں جتنی
 نئے کا روت، قریح، کتاب
 ہوتے تا ہی نصیحت میں قیامت
 و قدامت نہ ہو۔

لے چاہے کہ وہ فرزندوں کو
 آیتوں کو عطا کر دینے کے
 ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ ہوجا
 مقرر یعنی لا جواب۔ از اقبال
 یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل
 نہ کرے۔ ترجمہ جب شروع
 غروب کہ جاکہ ہے تو زمین کے
 جس رخ سے اس نے غروب
 کیا ہے اس کو سنا ہے نہ
 آسمانی تک پہنچ جاتا ہے،
 دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے
 یہاں حق اس قدر واضح نہیں
 ہے کہ ہر حال سے حق بخیر
 ہو جاتا ہے

کا از اں حیراں خدا آں منطیق مرد
 جس سے روز بارہ ہوتے والا شخص حیراں ہو گیا
 جملہ و الگویم بہائم زیر مقال
 سب بیاد کیوں کہ اس بات سے وہ ہانکا
 کہ بدیاں ہم تو بہت یاد نشان
 جس سے تیری جو بہت نشان میں کہے
 زائد کے پیدا ہو تو قانون کل
 تھوڑے سے سب کو مدد ملتا ہے
 ہمچنین بحث مست تا خیر و شر
 حشر و شر نہ کہ ایسی ہی بحثیں ہیں
 مذہب ایشان بر آفتادے پیش
 تو ان کا مذہب بالکل ہر جا
 پس رسیدے از اں راہ تباب
 تو اس ملک کے راستے سے ہٹ جاتے
 میدہدشان از دلائل پر ویش
 تو ان کی دلائل سے انکار پر ویش
 تا بود محبوب از اقبال خصم
 تاکہ مخالف کے اقبال سے معذور ہے
 در جہاں ماندے الی یوم اقیام
 قیامت کے دن تک دنیا میں ایسی نہیں
 کافر جبری جواب آغاز کرد
 جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا
 ایک گرن آں جوابات سوال
 لیکن اگر میں یہ جوابات اور سوال
 زان ہم تر گفتنیہا ہست ماں
 ہیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہیں ہیں
 اند کے گفتیم زان بحث کا عمل
 لے مسئلہ اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کر دیا
 در میان جبری و اہل قدر
 جبرستی اور قدریوں کے درمیان
 گرفترو ماندے زد فہم خصم خویش
 اگر اپنے مخالف کی مانند سے عاجز آجاتے
 چون بروں شو شاں نبود در خوا
 اگر جواب میں اس کا نقص نہ ہوتا
 چونکہ مقضی بدو ام آں روش
 چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا
 تا نگردد ملزم از اشکال خصم
 تاکہ مخالف کے اجراض سے ملزم نہ رہے
 تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام
 تاکہ یہ بہتہ تفتیش ہمیشہ

چوں جهان ظلمت و غیب ایس
جو کہ یہ تاریکی اندھ کی دنیا ہے
تاقیامت ماندا ایس ہفتاد و دو
تاکہ یہ ہمیشہ نرنے قیامت تک رہیں
عزت مخزن بود اندر ہر ہا
حسرت کے اعتبار سے اس خزانہ کی خستہ ہوتی ہے

عزت مقصد بود اے ممتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی خستہ ہے
عزت کعبہ بود آں ناحیہ
وہ گوشہ کعبہ کی مسرت ہے
ہر روش ہر رہ کلاں محمودیت
جو روش اور راکتاہیں تافہیں جس سے
ایں روش خصم و خود آں شدہ
یہ روش اس کی مخالف اور کینہہ در پنی
صدق ہر دود و بند در روش
روش میں ہر دود و بند کی بچائی خیال کرتے ہے
گر جو لبش نیست می بند دتیز
اگر لب کے پاس جواہر ہو تو جگہ ختم ہو جائے
کہ جہان باماند ایس جوا
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں
پوز بند و موسر عشق ست و بس
دوسرے لئے جو کچھ عشق ہی ہے اور بس
عاشقے شو شاہد خوبے جو
عاشق بن جیسے مشوق عاشق کر
کے بری زان آں آیت برد
تو اس پالی سے کیا فائدہ اٹھاے گا جو تیری آبرور ہو کر
غیر ایس معقولہ معقولہ ہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں

از برائے سایہ می باید زین
سایہ کے لئے زینہ درکار ہے
کم نیاید مبتدع را گفتگو
جدید کی گفتگو کم نہ پڑے
کہ بڑو سیار باشد طفلہا
جس پر بہت سے طفل ہیں

بیچ بیچ راہ عقبہ و راہ زن
گمالی کا شمار راستہ اور لڑاکہ
دزدی اعراب و طول باویہ
اور دزدوں کی چوری اور صحرا کا طول
عقبہ و مانعے و رہنرے ست
وہ گمالی اور مانع اور لڑاکہ ہے
تا مقصد در دورہ حیران شدہ
جہاں تک مقصد وہ نوں راستوں میں جہاں بڑا
ہر فریقے در رہ خود خوش نش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے
بزم نماندم تا بروز رستخیز
اس وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے
گرچہ ازما شد نہاں و چہ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے
ورنہ کے وسواس را بست کس
ورنہ دوسرے کو کس نے بند کیا ہے؟
صید مرغابی ہی کن جو بخو
نہر دو نہر مرغابی کا شکار کرنا
کے گئی زان فہم کہ فہمت خود
تو اس سے کیا سمجھتے ہے جو تیری ہموار کھلا
یابی اندر عشق با فرو بہا
تو عشق میں شوکت والی اور جیتی پائے ہو

کے مقصد میں باطل نہ ہو
عزت مخزن میں قدرتی ہے
خود ہوتا ہے لئے ہی ہوتا ہے
تقل زیادہ ہوتے ہیں اس لئے
خود بہت جلد ہی ہوتا ہے
پر باطل حقوں کے تقل ہے
ہو گئے ہیں۔

عزت مقصد مقصد
جس قدر عزت ہوگا مقصد راس
تک پہنچنے کا راستہ در وسیع
ہوگا اور باہر کا خوف ہوگا۔
عقبہ جہاں کی گمان۔ عزت
کعبہ کہ کار و در و در و در
میں ہوتا اور ہر دوں ہتوں
کی راہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ
کے باختر ہونے کی دلیل ہو۔
ناحقہ۔ گوشہ۔ آداب۔ بدو۔
باقیہ۔ صحر۔ ہر روش۔ باطل
فروق نے جو روش اور راہ
انتخاب کر رکھی ہے وہ سب سے
راستہ کے لئے گمانی اور مانع
اور لڑاکہ ہے۔

کے اس روش باطل ذوق
کی روش میں راستہ کی روش
کے مخالف ہے اس کی وجہ
سے تقلید کرنا اور اجتناب ہوتا
ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔
صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں
راستے درست ہیں مگر جو لبش
اگر باطل فرقہ والا جواب ہو جائے
تو جگہ ختم ہو جائے گا۔
یہ کہہ کر کہ اس سوال کا جواب
ہے نہیں آتا میرے بڑے
جانتے ہیں گئے۔ پوز بند۔
اس طرح کے صواب صرف
عشق خداوندی سے مراد
کئے ہیں۔

کے مانعے۔ رساوں ایسی
طریقہ پر نہیں گئے کہ وہ عشق

دُم نیاری زو به بندی سُرفرا
تو سانس لے سکے گا کھانسی کو روک دے گا

نا نباید کہ بیستہ دآں ہما
تا کہ وہ ہما نہ آڈ کے

ورکت شیریں بگویدا ترش
اگر تھو کوئی شخص، ہضرات کہے یا کر دی
حیرت آں مرغست غلموشت کند
حیرت و مرندہ ہے جو تجھے غلاموں سے کرتا ہے

بر لب انگشتے نہی یعنی خمش
 قزوین پر اعلیٰ رکھ کے مین چسور
 بر نہد سر دیگ و بر جوش کند
 رگ لاله کا دھک نہ لے اس کے دھو نہ لے

۱۔ جڑ تک اپنے ہوش پر
 انگلی رکھنا دوسرے کو چھیننے
 کا اشارہ ہے۔ جیت جس طرح سر پر
 کا برفہ بات کرنے سے روکتا
 ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے
 سالک جب اس مقام پہ پہنچ
 جاتا ہے قاصد کی زبان بند
 ہو جاتی ہے اور دل میں جوش
 دغوش ہوتا ہے

شرح

شرح اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سنی اپنی گفتگو کو ختم کر چکا۔ تو کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا جس سے وہ پر گور شخص دنگ ہو گیا لیکن میں ان سوالات اور جوابات کو جو ان دونوں کے درمیان اکٹھے ہوئے ہیں بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اگر میں ان تمام سوالوں اور جوابوں کو بیان کر دوں تو میں اس بات سے رہ جاؤں گا جو میں زیادہ ضروری سمجھ کر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان سوالوں اور جوابوں سے زیادہ ضروری کچھ اور باتیں کہنی ہیں۔ جن سے تمہارے فہم کو ان سے بہتر۔ مضامین کا پتہ چلے گا۔

رہی اس مجادل کی گفتگو سوا اس کا کچھ حصہ تو ہم نے بیان کر ہی دیا ہے۔ رہی اسکی گفتگو سوا سے مختصر گفتگو سے تم کو اس کا طریق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس اسکو چھوڑ کر ہم زیادہ ضروری باتیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ جو زیادہ ضروری بات اس وقت ہم کو کہنی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل جبر و اہل قدر وغیرہم کے درمیان قیامت تک یوں ہی گفتگو جاری رہے گی اور اس کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے حریف کے جواب سے عاجز ہو جاتا تو اس کا مذہب ساقط ہو جاتا اسلئے کہ جب اس فریق کو کوئی جواب ہی نہ بن پڑتا۔ تو لاحالہ وہ اس تباہ راستہ کو چھوڑ دیتا۔ اور اس طرح اس مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ امر مقدّر ہو چکا ہے کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا اسلئے حق سبحانہ ان لوگوں کو دلائل سے قوت پہنچاتے رہتے ہیں اور دلائل کا القار ان کے دل

میں کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ یہ گروہ اپنے مقابل سے الزام نہ کھائے اور اس طرح اپنے حرف کی سحادت واقعہ یا متوہمہ سے محبوب اور محروم رہے (یعنی وہ اسے مغلوب ہو کر اس کی اس مذہب کو قبول نہ کرے جس کو وہ اپنے زعم میں دولت اور سحادت سمجھتا ہے) اور تاکہ اس طرح یہ بہتر ان باطل مذہب۔ مذہب حق کے ساتھ دنیا میں قیامت تک باقی رہیں اور راز اس کا یہ کہ حق سبحانہ نے امتحان کی غرض سے دنیا کو عالم ظلمت و تشرحقانی بنایا ہے کیونکہ اگر اس میں حقائق بالکل بے حجاب ہوتیں۔ تو پھر امتحان بھی نہ ہو سکتا تھا اور جبکہ یہ عالم ظلمت و تشرحقانی ہے لہذا اس میں تاریکی و خفا کی ضرورت ہے اور تاریکی و خفا اس وقت ہو سکتا ہے

جبکہ حق کے ساتھ باطل بھی ہو۔ تاکہ وہ حق کو چھپا سکے۔ اس لئے باطل کا وجود ضروری ہوا اور بنا بریں یہ بہتر باطل فرقے قیامت تک قائم رہیں گے اور اہل بدعت و ہوا کا منہ بند نہ ہو سکے گا (خائن کا تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ قولہ ”از برائے سایہ می باید زمین اھ زمین سے مراد باطل ہے) شاید کسی کو شبہ نہ ہو کہ آخر اس ستر کی کیا ضرورت تھی اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جس مطلوب کے حصول کے بہت سے موانع ہوتے ہیں وہ اسی قدر گرامی قدر سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ اس کے لیے بہت سے موانع ہوں۔ چنانچہ خزانہ کی گراں قدری اسی میں ہے کہ اس پر بہت سے نفل ہوں اور مقصد سفر کی گراں قدری اسی میں ہے کہ راہ پیچ در پیچ ہو اور اس میں خطرات اور ڈاکو بہت ہوں اور کعبہ و مایع ہوا کی عزت اسی میں ہے کہ بد و چوری کریں اور اس کے اور زائر کے درمیان ق و دوق صحرا واقع ہو۔ بنا بریں حق سبحانہ نے اپنی دین کی عزت کے اظہار کے لیے طالب اور دین حق کے درمیان گھاٹیاں اور موانع اور ڈاکو قائم کر دیے ہیں کیونکہ ہر نامحمدی مذہب اس کے لیے گھاٹی اور مانع اور راہزن ہے۔

اور مذہب باطل۔ مذہب حق کا دشمن اور مخالف ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقلد نا حقیقت شناس اس دور راہ پر حیران کھڑا ہوا ہے اور وہ احتمالاً حق و باطل دونوں کو حق سمجھتا ہے اور جو جس راستہ پر چلے گیا ہے اور جس جو مذہب اختیار کر لیا ہے وہ اسی کو

حق سمجھ کر اسی سے خوش ہے اور جو کوئی اسکو سمجھاتا ہے اور دلائل سے اسکی بطلان کو واضح کرتا ہے تو جہاں تک اسکو ہو سکتا ہے اس کا رد کرتا ہے اور اگر اسکو رد نہیں ہو سکتا تو فوراً یہ کہہ کر قیامت تک کے لیے اس جھگڑے کو ختم کر دیتا ہے کہ ہمارے علم اس کا جواب جانتے ہیں۔ گو ہم کو اس کا صحیح جواب معلوم نہیں اور اسکو اس مذہب کے بطلان کا دوسرے تک نہیں ہو سکتا۔ جانتے ہو اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہی ہے کہ وہ اس مذہب پر عاشق ہے۔

پس سے ثابت ہوا کہ دسواں کامنہ بند کرنے والا صرف عشق ہے ورنہ دسواں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہیے کہ تم اس دین پر عاشق ہو۔ جو کہ واقع میں اچھا ہے اور مذہب باطلہ پر عاشق نہ ہو۔ اور ندیوں میں مرفانی کا شکار کرو۔ صحرایں سور کا شکار نہ کرو۔ یعنی دین حق کے طالب ہو۔ باطل کے پیچھے نہ پڑو۔ تم باطل کو اسلئے اختیار کرتے ہو کہ اس ہم کو نفع ہو گا اور فہم حقان حاصل ہوگی لیکن یہ تمہاری غلطی ہے اسلئے کہ جو مذہب انجام کار تم کو ذلیل کرنے والا ہے اس تم کو کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور جو کہ تمہاری رہی سہی سمجھ کو بھی چٹ کر جانے والا ہے لان جبکہ الشیء یصحی یصمہ اس تم کو سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کہو کہ مذہب حق کو اختیار کرنے سے بھی تو عقل جاتی رہے گی۔ کیونکہ جبکہ الشیء یصحی یصمہ اس پر صادق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو مذہب حق پر عاشق ہو کر بھی تمہاری عقل جاتی رہے گی۔ مگر اس بعد تمہیں اور نہایت باشان و شوکت عقل ملے گی جو اس عقل سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ حق سبحانہ کے پاس اس عقل کے سوا۔ جسک تم اپنے اسباب معاش ہتیا کرتے ہو اور بھی بڑی بڑی عقلیں ہیں یہاں تک کہ اس عقل سے تو تم رزقوں ہی۔ کو ہتیا کرتے ہو اور وہ عقل جو کہ حق سبحانہ کے خزانہ عقول میں محفوظ ہے اور جو تم کو اس عقل کے کھولنے کے بعد ملے گی اس تم آسمانوں کو زمین بنا سکتے ہو۔ یعنی اسکی ذریعہ سے تم اتنی روحانی بلند پروازی کر سکتے ہو کہ آسمان تمہاری بلندی اور عرفی روحانی کے مقابلہ میں انہیں زمین معلوم ہوں گے۔

الغرض! جب تم حق سبحانہ کے عشق میں اپنی عقل کو کھودو گے تو وہ تم کو اسکے معائنہ

میں دس لاکھ گنا سے ایک سو گنا تک عقل عطا فرادیں گے کیونکہ جب مال خرچ کر نیا لوں
لئے اس قدر العام کا وعدہ فرمایا ہے تو جو عقل خرچ کرے گا وہ تو اس انجام کا بالادلی مستحق
ہے۔ دیکھو جبکہ زنانہ مصر نے یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر اپنی عقلیں کھودی تھیں
اور اس بھولے ساقی نے ان کی عقلیں سلب کر لی تھیں تو انکو تمام عمر اپنے عقول رفتہ کا انوس
نہیں ہوا تھا۔ اور وہ عمر بھر کے لیے اُن سے سیر ہو گئیں تھیں۔ پس جبکہ جمال یوسف کے
لیے عقل کا کھدیا جانا باعث افسوس نہیں ہے تو حق سبحانہ کا جمال جو کہ سیکڑوں یوسفوں کے
جمال کا منبع ہے اس کے لئے عقل کا کھدیا جانا کیوں باعث افسوس ہوگا۔

ارے تم تو عورتوں سے بھی کم عقل اور کم ہمت ہو تم کو چاہیئے کہ مرد بنو اور جمال حق پر
پر قربان ہو جاؤ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ عشق جو کہ گفتگو کے زلفہ سے چھڑاتا ہے۔ وہ ہی بحث
و مباحثہ کو ختم کرتا ہے۔ اس کے بغیر اعتراضات و جوابات کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جب عشق
آجاتا ہے تو اس کے اہل نطق پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اور ان کی جہاں نہیں ہوتی۔ کہ بات
کر سکیں۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر معترض کا جواب دیا جاتا ہے تو ان کے منہ سے ایک
موتی نکلا جاتا ہے (خاندکادہ مولانا نے خیال یار کے ہٹ جانے موتی کا ضائع ہونا قرار
دیا ہے، اور چونکہ کلام اس کے ضائع ہونے کا سبب ہوا ہے اس لئے کلام کے منہ سے
نکلنے کو اس موتی کا نکلتا قرار دیا ہے۔ علیہ اعلیٰ) عاشق کی حالت یہی ہوتی ہے جس کا
نقشہ ایک صحابی نے یوں کھینچا کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم کو قرآن وغیرہ سناتے تو ہم سے ایسا حضور اور ایسا سکون چلہتے جیسے کسی کے
سر پر جانور بیٹھا ہو۔ جس کے ضائع ہو جانے کا اس کو نہایت خوف ہو اور اس لئے
وہ اپنے جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکتا ہو۔ تاکہ اس سر سے وہ عمدہ جانور اڑ نہ جائے
اور سانس بھی نہ لے سکتا ہو اور کھانسنے کو بھی روکتا ہو۔ تاکہ وہ مبارک جانور پڑا
نہ کر جائے اور اگر ایسی حالت کوئی لے بڑا بھلا بھی کہے تو وہ بھی اس کو بھی جواب
نہ دے اور منہ پر انگلی رکھ کر کہہ دے کہ بھائی ذرا خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو میرا شکا

جانا رہے۔

القصہ حیرت عشق ہی وہ جانور ہے جو تم کو خاموش کر سکتا ہے اور تم پر
چینی رکھ کر پکاسکتے۔ یعنی تمہارا منہ بند کر کے اندر اندر تم کو کامل بنا سکتی ہے پس
تم حیرت عشق حاصل کرو اور قیل و قال کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس قسم مقصود تک ہرگز نہیں
پہنچ سکتے۔ قمر الربع الثالث بعون اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: ربع ثانی میں محمود اور ایاز کا قصہ واقع ہوا تھا جو کہ ان میں تمام نہ ہوا تھا
ربع رابع میں اسکو تمام کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ



